بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ (القرآن)



احناف کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف

تصنیف

حافظ فاروق الرحمن یزدانی

ناشر



ادارہ تحفظ افکار اسلام

میر پورہ شاہکوٹ شیخوپورہ



إِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ (القرآن)

احناف کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف

تصنیف

حافظ فاروق الرحمن یزدانی

ناشر



ادارہ تحفظ افکار الاسلام

میرپور۔ شاہکوٹ۔ شیخوپورہ

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر

"انتساب"

میں اپنی اس کاوش کو اپنے خالق و مالک سبّوح، قدوس اور اپنے معبود حقیقی اللہ وحدہٗ لاشریک کے نام منسوب کرتا ہوں کہ جس نے مجھ ناتواں سے اپنے خاص فضل وکرم سے یہ دین کی خدمت کا کام لے لیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے اس معمولی سی کاوش کو شرف قبولیت عطا فرما کر عامۃ الناس کے لئے ہدایت اور میرے لئے ، میرے والدین اور اساتذہ کے لئے اخروی نجات کا سبب بنائے۔" آمین ثم آمین"

تقریظ

مولانا حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی جماعت اہل حدیث کے نامور عالم دین ہیں، جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں حدیث کی تدریس پر معمور ہیں۔ حدیث فقہ اور تفسیر پر عبور کامل ہے۔ ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ان کا سرمایہ علم ہے۔ یزدانی صاحب نے اپنی اس کتاب ''احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف'' میں ان مسائل کی بحوالہ نشاندہی کی ہے جن میں احناف نے صریحاً قرآن وحدیث سے اختلاف کیا ہے۔ اور اُس کے ساتھ علماء احناف نے قرآن وحدیث میں جو تحریف کی ہے اُس کی بھی نشاندہی کی ہے اس کے علاوہ مولانا یزدانی صاحب نے اس کتاب میں علماء احناف نے اپنے مذہب (حنفی) کی تائید میں جو احادیث وضع کی (گھڑی) ہیں اُن کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں محمد رمضان یوسف سلفی صاحب نے مصنف کا تعارف کرایا ہے اور ابتدائیہ کے عنوان سے علامہ محمد یحییٰ گوندلوی حفظہ اللہ تعالیٰ نے ایک جامع مقدمہ لکھا ہے جس میں اختلاف صحابہ کی حقیقت اور تقلید کے نقصانات وغیرہ پر بڑی علمی بحث فرمائی ہے۔

یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بڑی جامع، عمدہ اور لائق مطالعہ ہے۔

ملک عبدالرشید عراقی

سوہدرہ۔ ضلع گوجرانوالہ

26 اگست 2004ء

مصنف کی زندگی کے لیل ونہار

غازی محمد رمضان یوسف سلفی

ایڈیٹر صدائے ہوش لاہور

۲۰۰۰ء کے ماہِ جون کی کوئی تاریخ تھی دن کے بارہ بجے کا عمل ہوگا کہ اس ابلتے موسم میں ایک صاحب میرے پاس مکتبہ پر تشریف لائے۔ کتابی چہرہ روشن چمکتی آنکھیں، تیکھی ناک، خوبصورت لمبی داڑھی جو تراش خراش سے محفوظ، سر پر جالی دار ٹوپی، کندھے پر رومال، شلوار قمیص زیب تن، درمیانہ قد، اعتدال کے سانچے میں ڈھلا ہوا جسم، چال پروقار، گفتار میں خوش مزاج، دیکھنے میں شرافت ونجابت کی تصویر۔ میں نے اٹھ کر ان سے مصافحہ کیا اور ان کے سلام کا جواب دیا۔ حال احوال پوچھ کر انہیں تشریف رکھنے کو کہا لیکن انہوں نے کھڑے کھڑے چند باتیں راقم سے پوچھیں، کہنے لگے رمضان سلفی آپ کا نام ہے! عرض کیا جی ہاں۔ پھر گویا ہوئے جماعتی رسائل میں اہلحدیث شخصیات پر آپ لکھتے ہیں؟ عرض کیا اہلحدیث علماء کے حالات محمد رمضان یوسف سلفی کے نام سے راقم ہی لکھتا ہے۔ اس پر خوش ہوئے اور نیک دعاؤں سے نوازا۔ انہوں نے اپنا بھی مختصر الفاظ میں تعارف کروایا۔ اس وقت وہ جلدی میں تھے اصل میں انہیں جامعہ سلفیہ میں کسی صاحب سے ملنا تھا۔ لہٰذا وہ فوراً چلے گئے۔ یہ تھے حضرت مولانا حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی، میں ان سے مل کر خوش ہوا اور ان کی مسلکی حمیت اور اسلام کی نشر واشاعت کے لئے ان کے جذبہ صادقہ نے مجھے از حد متاثر کیا۔ اس ملاقات کے بعد کئی مہینے گزر گئے۔ فروری ۲۰۰۲ء کی ۷ تاریخ ہوگی وہ ایک بار پھر تشریف لائے۔ محبت وخلوص سے ملے، معلوم ہوا کہ وہ جامعہ میں مدرس مقرر ہو گئے ہیں اور انہیں جامعہ کے رسالے ترجمان الحدیث کا نائب مدیر بھی مقرر کر

دیا گیا ہے۔اس ملاقات کے چند روز بعد ہمارے دوست مولانا محمد داؤد صاحب جو جامعہ سلفیہ کی لائبریری سے منسلک ہیں کے ذریعہ یزدانی صاحب کا سلام اور پیغام ملا کہ میں ان کی کتاب ''خرافات حنفیت'' پر ترجمان الحدیث کے لئے تبصرہ لکھ دوں۔ پھر انہوں نے کتاب بھی بھجوا دی اور میں نے اس پر تبصرہ بھی لکھ دیا۔ ماہنامہ ترجمان الحدیث کی زمام ادارت ان کے ہاتھ میں آئی تو اب ان سے مسلسل رابطہ رہنے لگا اور پھر یہ رابطہ گہری دوستی میں بدل گیا۔حضرت یزدانی میرے مخلص دوستوں سے ہیں۔ ان سے مخلصانہ دوستی رکھتا ہوں اور وہ اس عاجز سے لوجہ اللہ دوستانہ مراسم قائم رکھے ہوئے ہیں۔ میں کئی بار ان کی خدمت عالیہ میں جامعہ سلفیہ ماہنامہ ترجمان الحدیث کے دفتر میں حاضر ہوا، میرے مخلص دوست علی ارشد صاحب (مدیر بیت الکتب ۶۴ اقصیٰ ٹاؤن) بھی اکثر ساتھ ہوتے۔ہم گھنٹوں یزدانی صاحب کے ہاں بیٹھتے اور مختلف موضوعات پر ان سے گفتگو کرتے۔ میں نے ان کو اسلام کے لئے ہمیشہ پارے کی طرح مضطرب پایا، مسلک اہلحدیث سے انہیں شیفتگی کی حد تک پیار ہے اور اس سلسلے میں وہ بڑے نازک اور حساس ہیں۔ وہ مسلک اہلحدیث کے لئے تن من دھن قربان کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی علمی وادبی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ وہ بہترین مدرس، شعلہ بیان خطیب ومقرر، ذہین و حاضر جواب مناظر اور سلجھے ہوئے انداز میں اپنی بات کو قارئین کی خدمت میں پیش کرنے والے مصنف اور مقالہ نگار ہیں۔آئندہ سطور میں ہم ان کی علمی، ادبی، تدریسی، تعلیمی، تبلیغی اور تصنیفی سرگرمیوں کا کھوج لگانے کی کوشش کریں گے۔

مولانا حافظ فاروق الرحمان یزدانی ۱۹۶۹ء کو جید چک نمبر ۱۶ ر۔ب تحصیل صفدر آباد شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام عبداللطیف اور دادا کا اسم گرامی خوشی محمد ہے۔ یزدانی صاحب نے پرائمری تک سکول کی تعلیم حاصل کی، سکول کے زمانہ میں ہی انہیں دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ان کے گاؤں میں اہلحدیث کی کوئی جماعت

نہ تھی۔ان کے پھوپھی زاد حافظ محمد اکرم جاوید فاروق آباد میں تعلیم حاصل کرتے تھے وہ کبھی کبھار حافظ عبدالشکور صاحب شیخوپوری کو جو کئی کتابوں کے مصنف ہیں ان کو وعظ کے لئے اپنے گاؤں لے آتے۔حافظ عبدالشکور صاحب کو اللہ تعالیٰ نے زبان و بیان کی خوبیوں سے بہرہ مند فرمایا ہے۔ان کے وعظ کی اثر آفرینی سے گاؤں کے لوگ از حد متاثر ہوئے۔ایک بار گاؤں کے لوگوں نے حافظ صاحب سے درخواست کی کہ وہ ہر ماہ ایک جمعہ ادھر دیوبندیوں کی مسجد میں پڑھا دیا کریں۔اسی طرح عارف والا سے حافظ عبید اللہ انور صاحب بھی اپنے عزیزوں سے ملنے کے لئے جید چک آ جاتے ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے فن خطابت کی خوبیوں سے نوازا ہے۔وہ بھی گاؤں کی مسجد میں وعظ کہتے۔ان دونوں بزرگوں کی تقاریر سے متاثر ہو کر ہمارے دوست یزدانی صاحب کے دل میں دینی تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ جاگزیں ہوا۔لیکن یہ ابھی سکول کی ابتدائی کلاسوں میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔پرائمری کرنے کے بعد انہوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار والدین سے کیا تو انہوں نے مزید دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کو کہا۔آخر ان کا اصرار والدین کو متاثر کر گیا اور یزدانی صاحب اپنے بھائی عبدالرشید صاحب کے ساتھ دینی تعلیم کے حصول کی خاطر شاداں وفرحاں فاروق آباد جامعہ رحمانیہ پہنچے۔جامعہ رحمانیہ فاروق آباد جماعت کے بزرگ عالم دین مولانا عبدالرزاق سعیدی صاحب کا قائم کردہ ادارہ ہے۔اس میں شعبہ ناظرہ قرآن اور حفظ سے لے کر درس نظامی تک کا مکمل نصاب پڑھایا جاتا ہے۔جس دن یزدانی صاحب داخلے کے لئے جامعہ رحمانیہ گئے اس روز جمعرات تھی اور مدرسے میں چھٹی ہو چکی تھی۔کوشش و جستجو کے باوجود انتظامیہ کے کسی آدمی سے ملاقات نہ ہو سکی اور افسردہ واپس آ گئے۔گھر والے تو پہلے ہی انکاری تھے اب انہیں موقع مل گیا اور انہوں نے دینی تعلیم دلوانے سے انکار کر دیا۔یزدانی صاحب نے بطور احتجاج بھوک ہڑتال کر دی۔آخر والدین کو ماننا پڑی۔یہاں یہ بھی یاد رہے کہ ان کے والدین چاہتے تھے کہ یہ منڈی ڈھاباں سنگھ میں دینی تعلیم حاصل کریں۔

جبکہ یزدانی صاحب فاروق آباد کے اہلحدیث مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے پر مصر تھے۔ آخر ان کے بھائی عبدالرشید انہیں فاروق آباد لے گئے۔ ان دنوں سالانہ امتحانات کے باعث مدرسے میں چھٹیاں ہونے والی تھیں۔ مولانا محمد ادریس کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ جوان دنوں جامعہ رحمانیہ میں شیخ الحدیث تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مشورہ دیا کہ اب تو شعبان میں سالانہ امتحان ہوں گے، پھر دو ماہ کی چھٹیاں ہو جائیں گی۔ لہٰذا آپ رمضان المبارک کے بعد داخلہ کے لئے آئیں۔ کاشمیری صاحب کی بات سن کر یہ حضرات وہاں سے اٹھے جب گیٹ پر پہنچے تو یزدانی صاحب رونے لگے اور کہنے لگے میں نے تو گھر واپس نہیں جانا۔ کیونکہ گھر والے تو پہلے ہی نہیں بھیجتے تھے۔ اب اگر یہ واپس چلے جاتے ہیں تو پھر ان کا واپس آنا مشکل تھا۔ چونکہ ظہر کی اذان ہو چکی تھی۔ ایک آدمی نماز پڑھنے کے لئے آیا اس نے عبدالرشید صاحب سے پوچھا یہ بچہ کیوں رو رہا ہے۔ اس کو جب صورت حال سے آگاہ کیا تو اس اللہ کے بندے نے مدرسہ کے مہتمم حافظ عبدالرزاق سعیدی صاحب سے ملنے کا مشورہ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حافظ صاحب تشریف لے آئے ان سے مل کر ان کو تمام واقعہ سنایا۔ سعیدی صاحب نے کمال شفقت سے پہلے ان بھائیوں کو ٹھنڈا شربت پلایا۔ پھر یزدانی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر انہیں مولانا ادریس کاشمیری صاحب کے پاس لے گئے۔ انہوں نے پھر وہی مشورہ دیا کہ رمضان المبارک کے بعد داخلہ ہوگا۔ اس موقع پر حضرت مولانا عبدالرزاق سعیدی صاحب نے جو فرمایا اس سے ان کی فہم و فراست، اسلام کے ساتھ گہری محبت، مسلک اہلحدیث کی ترویج و اشاعت اور طلباء کے ساتھ بے پناہ شفقت کی عکاسی ہوتی ہے۔ حافظ صاحب کہنے لگے۔ اس بچے کو داخل کر لو یہ نصاب نہیں پڑھ سکے گا تو کوئی بات نہیں، کیا ایک ڈیڑھ ماہ میں اسے یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ میں نے کس وقت کلاس میں آنا ہے اور کس وقت جانا ہے۔ لہٰذا پھر یزدانی صاحب کو داخلہ مل گیا۔ چھ دن کے بعد خوشی سے نہال گھر گئے وہاں انہیں کئی قسم کے طعنے سننے کو ملے کہ اب یہ وہابی ہو گیا ہے

یزدانی صاحب کا سارا خاندان حنفی تھا۔ان کے والد کے کئی جید علماء کے ساتھ تعلقات تھے۔ جیسے جیسے ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ عبداللطیف کا بیٹا اہلحدیث مدرسے میں پڑھ رہا ہے تو کئی حنفی دیوبندی اور بریلوی مولوی ان کے گھر آئے اور ان کے والدین کو ورغلانے کی کوشش کی۔کئی لوگوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر یہ بچہ دیوبندیوں کے مدرسے میں نہیں پڑھتا تو آپ اس کو سکول پڑھالیں۔لیکن اہلحدیث کے مدرسے میں نہ پڑھائیں۔یزدانی صاحب کی والدہ محترمہ نے بھی لوگوں کی باتیں سن کر بیٹے کو سمجھایا اور کہا کہ فلاں فلاں مولانا صاحب نے یہ کہا ہے اور پھر کہنے لگیں۔بیٹا ہم آپ کو پڑھا تو رہے ہیں اللہ کی رضا کے لئے کیا آپ پڑھ کر لڑائی جھگڑا کیا کریں گے۔(کیونکہ علمائے احناف نے یہ تاثر دیا تھا کہ اگر یہ بچہ اہلحدیث کے مدرسہ میں پڑھ گیا تو پھر لڑائیاں ہوں گی، جھگڑے ہوں گے) تو یزدانی صاحب نے عرض کیا کہ امی جان ایسی کوئی بات نہیں اور نہ ہی مجھے مدرسے میں پڑھتے ہوئے ایسی کوئی بات نظر آئی ہے۔چنانچہ ان حوصلہ شکن حالات کے باوجود ہمارے محترم فاروق صاحب نے صبر واستقامت سے اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اس دوران کئی لوگ ان کو دم کرتے رہے، اپنے بزرگوں سے دعائیں کرواتے رہے۔لیکن یہ اپنی لگن میں مست قرآن وسنت کا علم پڑھتے رہے۔ایک بار قاری محمد یوسف صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ غلہ منڈی ڈھاباں سنگھ جمعہ پڑھانے کے بعد یزدانی صاحب کے گھر تشریف لائے۔یزدانی صاحب کے تایا جی محمد صدیق جو ماشاء اللہ اب پکے اہلحدیث ہیں اور اسی گاؤں میں اہلحدیث مسجد کے امام ہیں۔انہوں نے کہا کہ قاری صاحب ہم نے آپ کو کئی دفعہ کہا کہ اس بچے کا کچھ کرو۔قاری صاحب کہنے لگے کام شروع کیا ہے یہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گا۔آپ فکر نہ کریں۔یزدانی صاحب کے تایا کہنے لگے کہ اگر یہ ٹھیک ہو جائے تو پھر ہم آپ کو مانیں گے۔لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا ان لوگوں کی امیدوں پر پانی پھرتا گیا۔آخر وہ دن آیا کہ وہی بچہ جس نے ہزار مخالفت کے باوجود اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا تھا قرآن وسنت کی

مکمل تعلیم پڑھ کر سند فراغت حاصل کی اور علماء اہلحدیث کی صف میں شامل ہوئے۔

مولانا یزدانی صاحب نے ۱۹۸۶ء میں فاروق آباد جامعہ رحمانیہ سے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد انہوں نے جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں داخلہ لے لیا۔ سات سال جامعہ محمدیہ میں زیر تعلیم رہے اور مارچ ۱۹۹۳ء میں سند فراغت حاصل کی۔ اس کے علاوہ وفاق المدارس السّلفیہ کے امتحان میں بھی اچھے نمبر حاصل کر کے ممتاز پوزیشن حاصل کی۔ یزدانی صاحب نے جن عظیم المرتبت اور کبار اساتذہ کرام سے اکتساب علم کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ قاری محمد یوسف صدیقی قصوری، قاری محمد اسلم بلوچ ان دونوں اساتذہ سے حفظ قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی ان سے اصولِ تفسیر کا درس لیا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ امجد چھتوی صاحب، شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری صاحب سے قرآن کریم کی تفسیر پڑھی۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی، شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نور پوری، شیخ الحدیث حافظ عبدالسلام بھٹوی، شیخ الحدیث مولانا حفیظ الرحمان لکھوی فاضل مدینہ یونیورسٹی اور شیخ الحدیث حافظ عباس انجم گوندلوی سے حدیث نبوی ﷺ پڑھی۔

قاضی عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے اصول حدیث کی تعلیم حاصل کی، مولانا جمعہ خان جو کہ حنفی عالمِ دین تھے ان سے فقہ و منطق کی کتابیں پڑھیں۔ تحصیلِ علم کے بعد وہ بعض علوم وفنون کی کتب پڑھنے کے لئے دیوبندی اور بریلوی حضرات کے ہاں بھی گئے۔ حنفی دیوبندی حافظ محمد صدیق نقشبندی مجددی سے تفسیر پڑھنے کے لئے ان کے ہاں داخلہ لیا، دوران تدریس سوال کرنے کے باعث انہوں نے یزدانی صاحب کو پڑھانے سے معذوری ظاہر کی۔ اسی طرح مفتی رضاء المصطفیٰ ظریف القادری نے پہلے ہی دن وسیلہ کے موضوع پر بحث چھیڑ دی، جب یزدانی صاحب نے سوال کئے تو مفتی صاحب نے زچ ہو کر انہیں مدرسے سے خارج کر دیا۔ ان واقعات و حالات کے باوجود یزدانی صاحب دلبرداشتہ

نہیں ہوئے اور انہوں نے عزم و ہمت سے تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھا۔۱۹۹۳ء میں وہ جامعہ محمدیہ سے فارغ التحصیل ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد وہ درس و تدریس کے شعبہ سے منسلک ہو گئے۔ انہوں نے اب تلک مرکزی جامع مسجد اہلحدیث و دارالعلوم سلفیہ راہوالی ضلع گوجرانوالہ، دارالعلوم محمدیہ شیخوپورہ اور مرکز الاصلاح گوجرانوالہ میں تدریسی فرائض انجام دیئے ہیں۔۲۰۰۲ء کے شروع میں وہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد آ گئے اور اب جامعہ میں تدریسی کام کر رہے ہیں۔

مولانا یزدانی صاحب بہترین خطیب اور دلپزیر مقرر ہیں۔ اپنی بات کو سامعین کے گوش گزار کرنے کا عمدہ سلیقہ رکھتے ہیں اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار خوبصورت پیرائے میں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جن صلاحیتوں سے نوازا ہے ان میں ایک خطابت کا جوہر بھی ہے وہ اپنے مطالعہ کی وسعت سے اپنے سامعین کو تحقیقی مواد فراہم کرتے ہیں۔ دوران طالب علمی ہی انہوں نے امامت وخطابت کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ بہت سے لوگ ان کے اصلاحی مواعظ اور قرآن وسنت کی دعوت سے متاثر ہوئے۔ یزدانی صاحب نے خطابت وامامت کی ابتداء گوجرانوالہ کے نواحی گاؤں ''ترگڑی'' سے کی۔ یہ بہت بڑا گاؤں ہے۔ اس گاؤں کی وسعت اور آبادی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہاں چار مساجد بریلوی حضرات کی، ایک عبادت خانہ مرزائیوں کا، ایک گرجا گھر عیسائیوں کا ایک چھوٹی سی مسجد اہل حدیث کی بھی قائم تھی۔ یزدانی صاحب نے اس مسجد میں توحید وسنت کا پرچار شروع کیا۔ ان کی دعوت سے تھوڑے ہی عرصے میں وہاں کئی لوگ مسلک اہلحدیث کی طرف راغب ہونا شروع ہو گئے۔ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کی تعداد ۸۰ سے بھی متجاوز کر گئی اور نماز جمعہ کے لئے لوگ دور دور سے آنے لگے۔ ان کے لئے مسجد کی چھت پر نماز کا انتظام ہونے لگا۔ مسلک اہلحدیث کی اس ترویج واشاعت کو مخالف کب تک برداشت کر سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے حیلے بہانوں سے وہاں کی جماعت اہلحدیث

کو تنگ کرنا شروع کیا۔ ان مواقع پر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور اہلحدیث کو نصرت و کامیابی سے ہمکنار کیا۔ بات چونکہ تھانے کچہری میں پہنچ چکی تھی۔ لٰہذا انتظامیہ و عدلیہ کے اعلیٰ افسران کی موجودگی میں یہ معاہدہ تحریر ہوا کہ سوائے اذان کے لاؤڈ سپیکر پر کچھ نہ پڑھا جائے گا۔ بریلوی حضرات اذان سے پہلے اور بعد میں جو مروجہ صلوٰۃ پڑھتے ہیں اس کے سپیکر پر پڑھنے کی ممانعت کر دی گئی۔ حتیٰ کہ وہ قل، چالیسواں وغیرہ کا اعلان بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی جو یزدانی صاحب کی کوشش سے حاصل ہوئی۔ اس کے بعد خوش اسلوبی سے وہاں معاملہ چلتا رہا۔ کچھ عرصہ یزدانی صاحب راہوالی، شیخوپورہ اور جید چک نمبر ۱۶ میں بھی خطابت و امامت کے منصب پر فائز رہے۔ آج کل شاہ کوٹ کے نواح میں میرپور نامی گاؤں میں خطیب ہیں۔

مولانا یزدانی صاحب ذہین و فطین اور صاحب علم عالم دین ہیں۔ بحث و مباحثہ اور مناظرے کی طرف رجحان زیادہ ہے۔ ذہن رسا پایا ہے، گفتگو کے فن سے آشنا اور بحث و مناظرہ کے اصول و ضوابط سے آگاہی رکھتے ہیں۔ مخالف کی دلیل کا عقلی و نقلی دلائل سے رد کرنا اور حاضر جوابی سے مخالف کو خاموش کر دینا انہیں آتا ہے۔ زمانہ طالب علمی میں ہی وہ اس میدان میں کود پڑے تھے۔ ان کے خاندان کی اکثریت چونکہ حنفی مذہب کی پیروکار تھی چنانچہ ان کی زیادہ گفتگو احناف سے ہی رہی ہے، البتہ ''ترگڑی'' میں شیعہ حضرات، مرزائیوں و دیگر لوگوں سے بھی مباحثے ہوئے۔ ان کے پھوپھی زاد حافظ عطاء الرحمان طارق جو کہ آج کل کوٹ عبدالمالک میں خطیب ہیں اور وہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے سند یافتہ ہیں۔ ان سے رفع الیدین کے موضوع پر ایک معاہدے کے تحت مناظرہ ہوا کہ اگر رفع الیدین عندالرکوع و بعد الرکوع صحیح احادیث سے ثابت ہو جائے تو وہ اہلحدیث ہو جائیں گے اگر ثابت نہ ہوا تو یزدانی صاحب حنفی مسلک قبول کر لیں گے۔ چنانچہ پانچ گھنٹے کی طویل گفتگو ہوئی۔ حافظ طارق صاحب اپنے مؤقف کو دلائل سے ثابت نہ کر سکے اور انہوں نے

رفع الیدین عندالرکوع اور بعدالرکوع کے سنت ہونے کا اقرار کیا اور یہیں پر بس نہیں بلکہ رات کو اسی وقت اپنے مکان کی چھت پر حاضرین مناظرہ کو رفع الیدین کر کے دو رکعت نماز پڑھائی۔ یہاں یہ بھی یادرہے کہ اس مناظرے میں حافظ طارق صاحب کی معاونت کے لئے جامعہ اشرفیہ کے کئی فاضل اساتذہ بھی موجود تھے۔ افسوس کہ طارق صاحب تقلید نامراد کی وجہ سے اپنے موقف پر قائم نہ رہ سکے اور دوبارہ حنفیت پر جامد ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ایک مناظرہ بوبکانوالہ نزد برج آرائیاں تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں طلاق ثلاثہ پر تھا۔ بریلویوں کی طرف سے عرفان شاہ مشہدی آف بھکھی ضلع گجرات مناظر تھے۔ اہلحدیث کی طرف سے مناظرِ اسلام مولانا محمد رفیق سلفی صاحب راہوالی اور شیخ الحدیث مولانا محمد یحیٰ گوندلوی صاحب تھے۔ جبکہ گفتگو یزدانی صاحب کو کرنا تھی۔ اس موقع پر پولیس کی مداخلت سے یہ مناظرہ نہ ہوسکا۔

پھر بھدرو منارہ شیخوپورہ میں مفتی عبدالکریم بریلوی اور مفتی جمیل رضوی سے فقہ حنفی قرآن وحدیث کے مطابق ہے یا خلاف کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ شاہ کوٹ میں بھی ایک دلچسپ مناظرہ نماز تراویح آٹھ رکعت ہی سنت ہے کے موضوع پر دیوبندیوں سے ہوا تھا۔ اسی طرح ترگڑی میں بھی نماز تراویح کے موضوع پر بریلوی مولوی سے مناظرہ طے ہوا۔ اس میں اہلحدیث کی طرف سے مولانا محمد یحیٰ گوندلوی، قاضی عبدالرشید جہلن، حافظ محمد الیاس اثری اور دیگر علماء کرام شریک تھے۔ گفتگو حضرت یزدانی صاحب کو کرنا تھی۔ جبکہ بریلویوں کی طرف سے مولوی اکرم رضوی، رضاء المصطفےٰ ظریف القادری، مفتی عباس رضوی اور غلام فرید ہزاروی شریک تھے۔ اس موقع پر بریلویوں نے واویلہ کر کے پولیس کو بلا لیا۔ جب ان کی عوام کو پتہ چلا تو انہوں نے اپنے بریلویوں کی خوب گت بنائی اور بریلوی اپنے ہاتھوں خود بدنام ہو گئے۔

مولانا یزدانی صاحب تصنیف وتالیف کا بھی نفیس ذوق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

نے ان کو تحریر و نگارش کی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ آپ کیونکہ حنفی حضرات کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا حنفیت ہی ان کا موضوع ہے۔ اس کے علاوہ مختلف مقامات پر جن موضوعات پر حنفی علماء سے ان کی تحریری گفتگو ہوئی ہے وہ ''حنفیت اپنے جال میں'' کے نام سے زیر طبع ہے۔ اسی طرح انہوں نے مولوی عمر پالن پوری کی کتاب ''اہلحدیث کا خلفائے راشدین سے اختلاف'' کا جواب ''احناف کا رسول اللہ سے اختلاف'' کے عنوان سے لکھا ہے اور ایک کتاب ''احناف کا امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف'' سے ترتیب دی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حنفی دوستوں نے ایک عرصے سے اہلحدیث کے خلاف دشنام طرازیوں کا بازار گرم کر رکھا ہے اور وہ آئے روز جماعت اہلحدیث اور مسلک اہلحدیث کے خلاف کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑتے رہتے ہیں۔ مولانا یزدانی صاحب نے مسلکی غیرت وحمیت کا ثبوت دیتے ہوئے ان حضرات کی لافہ گوئی کا دندان شکن جواب دیا ہے اور مسلک اہلحدیث کی حقانیت کو واضح کیا ہے۔

بلاشبہ یزدانی صاحب مسلکی غیرت رکھنے والے ایک غیور اہلحدیث عالمِ دین ہیں وہ اپنی زبان اور قلم سے صحیح اسلامی عقائد اور تعلیم کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جب وہ جامعہ سلفیہ تشریف لائے تھے تو تدریس کے علاوہ انہیں جامعہ کے موقر جریدے ''ماہنامہ ترجمان الحدیث'' کی ادارت سے بھی منسلک کر دیا گیا تھا۔ آپ نے ترجمان الحدیث کی زمامِ ادارت سنبھالتے ہی خوب محنت سے اسے ایڈٹ کرنا شروع کیا اور اس کے ظاہری و باطنی حسن کو چار چاند لگا دیئے۔ ترجمان الحدیث ایک معیاری اور علمی پرچہ ہے ۱۹۶۷ء میں اسے لاہور سے علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جاری کیا تھا۔ ایک مدت دراز تک لاہور سے ہی علامہ صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ علمی اعتبار سے اس دور میں اس کی بڑی دھوم تھی۔ علامہ صاحب کی شہادت کے بعد سے یہ رسالہ جامعہ سلفیہ سے شائع ہو رہا ہے۔ پروفیسر یٰسین ظفر صاحب اس کے مدیر ہیں۔ ان کے پراز

معلومات اور فکر انگیز اداریے اس رسالہ کی جان ہیں۔ پروفیسر یٰسین صاحب کے حالات حاضرہ پر کئے گئے تجزیے اور تبصرے پڑھ کر ان کی فہم و فراست، عمیق نظر اور حسن تدبر کا پتہ چلتا ہے۔ کسی زمانے میں ترجمان کے نائب مدیر ہمارے فاضل دوست مولانا عتیق الرحمٰن بن غلام اللہ تھے۔ ان کے دورِ مسعود سے ہی میں نے ترجمان کے لئے لکھنا شروع کیا تھا۔ یہ غالباً مئی ۱۹۹۴ء کی بات ہے۔ ستمبر ۱۹۹۵ء میں وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب چلے گئے۔ اگر چہ حالات نے کئی رخ اختیار کئے، مولانا عتیق صاحب کے بعد مولانا داؤد صاحب جو جامعہ کے فاضل تھے اور بھائی والا میں اقامت پذیر ہیں وہ ترجمان کے منیجر بنے۔ کچھ عرصہ بعد مولانا زبیر ظہیر صاحب جو کہ بورے والا سے تعلق رکھتے ہیں اور بڑے عالم فاضل نوجوان ہیں اور ان کا ادبی ذوق بڑا نکھرا ہوا ہے وہ ترجمان کے نائب مدیر مقرر ہوئے۔ ان کے بعد ہمارے ممدوح مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب آئے اور مئی ۲۰۰۲ء سے ترجمان الحدیث کے نائب مدیر کی حیثیت سے رسالے کے لئے اپنی مفوضہ ذمہ داری کو نبھا رہے ہیں۔ ان کا لکھا ہوا کالم ''اج دی خبر'' بڑا پسند کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی وہ بڑے تحقیقی مضامین صفحہ قرطاس پر مرتسم کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ ہم حضرت یزدانی صاحب کے ساتھ ساتھ چلتے بہت دور نکل آئے ہیں۔ ہم نے ان کا بچپن بھی دیکھا، شوق تعلیم و تعلم بھی ملاحظہ کیا، ان کے ساتھ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ بھی گئے، ان کو بحث و مباحثہ کرتے ہوئے میدانِ مناظرہ میں بھی دیکھا، ان کی تحریر کردہ کتاب کو بھی اپنی حد تک دیکھنے کی کوشش کی، ان کے وعظ و خطابت کا بھی اثر دیکھا اور درس و تدریس کے علاوہ انہیں ماہنامہ ترجمان الحدیث کے نائب مدیر کی کرسی پر بھی متمکن پایا۔ اب چند باتیں ان کی تنظیمی زندگی سے متعلق بھی پڑھ لیجئے۔ یزدانی صاحب شروع دن سے مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے ساتھ منسلک رہے ہیں اور انہوں نے بھرپور طریقے سے جماعتی کاموں میں حصہ لیا ہے۔ جماعتی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ شتر بے مہار کی طرح منہ اٹھائے ادھر ادھر بھاگتے رہنا

اسلامی تعلیم کے منافی ہے۔ جماعت کے ساتھ رہنے کے بڑے فوائد ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے: یداللہ علی الجماعۃ ''جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے'' ترمذی شریف کی ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں من اراد بحبوحۃ الجنۃ فلیلزم الجماعۃ 'جو جنت کی تروتازگی چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ جماعت کے ساتھ وابستہ رہے۔'' جو دوست جماعتی زندگی سے پہلوتہی اختیار کرتے ہیں انہیں ان احادیث کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ بہرحال یہ ایک ضمنی بات تھی جو نوک قلم پر آ گئی۔ اب پھر آیئے یزدانی صاحب کی طرف۔ انہوں نے تنظیمی زندگی میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا ہے۔ مارچ ۱۹۸۷ء میں جب قلعہ کچھمن سنگھ میں حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ہوا اور کئی اہلحدیث علماء بم دھماکے میں شہید ہو گئے تو ان دنوں جماعت اہلحدیث کی طرف سے جو احتجاجی تحریک شروع ہوئی، حضرت یزدانی صاحب اس میں شرکت کے لئے ہر جمعرات مسجد شہداء کے احتجاجی پروگرام میں گوجرانوالہ سے لاہور آتے۔ انہوں نے اپنی مسجد ''ترگڑی'' میں اہلحدیث یوتھ فورس کا یونٹ قائم کر رکھا تھا اور علاقہ بھر میں وہ جمعیت اہلحدیث کی تعمیر و ترقی کے لئے دن رات سرگرم عمل رہے۔ ضلع شیخوپورہ کی تحصیل صفدر آباد میں مرکزی جمعیت کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت میں بھی انہوں نے پانچ سال کا عرصہ گزارا۔ امیر تحصیل علامہ حکیم محمد ابراہیم طارق صاحب (ایم اے) کی امارت و رفاقت میں تنظیمی رابطے اور تبلیغی پروگرام ہر ماہ مسلسل ہوتے رہے۔ بڑی بڑی کانفرنسیں بھی منعقد ہوئیں۔ اس کے علاوہ ہر سال ماہ رمضان المبارک میں علاقہ کی اہلحدیث مساجد میں 100 سے اوپر پروگرام بھی کرواتے رہے۔ ان کی کوششوں کے باوصف تحصیل صفدر آباد میں جمعیت خاصی متحرک تھی اور ضلع بھر میں اس کی مثال دی جاتی تھی۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں بتایا گیا ہے کہ یزدانی صاحب کے آبائی گاؤں میں کوئی اہلحدیث مسجد نہ تھی اور نہ ہی وہاں جماعتی افراد کی کثرت تھی۔ یزدانی صاحب نے کوشش کر کے وہاں مسجد اہلحدیث تعمیر کروائی۔ اس سلسلہ میں انہیں بڑے کٹھن حالات سے

گزرنا پڑا۔ گاؤں کے دیوبندی، بریلوی، شیعہ حتیٰ کہ مرزائی اور عیسائیوں نے بھی مخالفت کی کہ یہاں مسجد اہلحدیث تعمیر نہ ہو۔ بات تھانے کچہری تک بھی گئی۔ تین سال تک کیس عدالت میں چلا اور آخر فیصلہ اہلحدیث جماعت کے حق میں ہوا۔ آج اللہ کے فضل سے گاؤں جید چک کے وسط میں خوبصورت مسجد اہلحدیث تعمیر ہو چکی ہے جس میں یزدانی صاحب کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالغفور تبسم صاحب امام وخطیب ہیں۔ یہ یزدانی صاحب اور ان کے رفقاء کی محنتوں کا ثمر ہے کہ آج اس گاؤں میں ہی نہیں بلکہ پورے علاقہ میں مذہبی اور سیاسی طور پر جید چک کی جماعت اہلحدیث کا بول بالا ہوا ہے۔ وہ اپنے نیک اطوار والدین کی سعادت مند اور نہایت شریف اولاد ہیں۔ شریف سے مجھے یہاں ایک لطیفہ یاد آیا کچھ عرصہ پیشتر غالباً ۲۰۰۳ء میں عیدالاضحیٰ کے بعد یزدانی صاحب کراچی گئے وہاں ان کے ماموں رہائش پذیر ہیں اور ان کے ہاں ہی ان کی شادی بھی ہوئی ہے۔ ایک روز یزدانی صاحب جماعت غربا اہلحدیث کے مرکزی دارالامارت واقع محمدی مسجد برنس روڈ چلے گئے۔ جماعت غرباء اہلحدیث کے امیر حضرت مولانا حافظ عبدالرحمان سلفی صاحب سے ملے، انہوں نے دوپہر کو کھانے پر ساتھ دستر خوان پر بٹھالیا۔ یزدانی صاحب نے حسب عادت تھوڑا سا سالن پلیٹ میں ڈالا اور روٹی کھانا شروع کر دی۔ مولانا عبدالرحمان سلفی صاحب نے تعجب سے ان کی طرف دیکھا اور آہستہ سے دفتر کے ناظم حافظ عبدالسلام سلفی سے کہنے لگے۔ یہ شریف آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ انہیں سالن خود ڈال کر دو۔ مجھے یزدانی صاحب نے واقعہ سنایا تو میں بڑا محظوظ ہوا۔ یہ مختصر حالات تھے جو میں نے ضبط کتابت میں لانے کی سعی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ یزدانی صاحب کو ہمت دے کہ وہ دعوتِ دین کا کام محنت خلوص اور جذبے سے کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی وناصر ہو۔



تقریظ (حافظ محمد بلال حماد صاحب۔ لاہور)

برادرم حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی پر رب تعالیٰ کا یہ عظیم فضل وکرم ہوا کہ انہیں تقلید جامد کے ماحول کو چھوڑ کر قرآن وسنت کے چشمہ صافی سے سیراب ہونے کا موقع نصیب ہوا ہے۔ موصوف اس حوالے سے مبارک باد کے لائق ہیں کہ وہ صرف خود ہی شاہراہ توحید وسنت پر گامزن نہیں ہوئے بلکہ تقلیدی جال میں پھنسے ہوئے دوسرے بھائیوں کی رہائی کیلئے بھی کوشاں نظر آرہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ سب مسلمان تقلیدی بندھن توڑ کر قرآن وحدیث کی روشنی سے مستفید ہوں۔ زیر تبصرہ کتاب موصوف کی ایسی ہی ایک کوشش ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے تقلید کی حقیقت واضح کی ہے قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ سے تقلید کی مذمت بیان کی ہے۔ نیز یہ کہ حضرات خلفائے راشدینؓ دوسرے صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، محدثین کرامؒ، ائمہ اربعہؒ اور دیگر فقہاء وعلماء نے بھی تقلید کی سخت تردید کی ہے۔ فاضل مصنف نے اپنی اس معرکہ آراء کتاب میں تقلید کی نامرادیوں کو بھی خوب طشت از بام کیا ہے کہ مقلدین نے تعصب مذہبی میں کس طرح قرآن کریم میں تحریف کا گھناؤنا ارتکاب کیا، احادیث رسول ﷺ کو بدلنے کی مذموم کوششیں کیں اور حضراتِ صحابہ کرامؓ کے خلاف لکھا کتاب کے آخری حصہ میں فاضل دوست نے ایسے مسائل کا بھی تفصیل سے تذکرہ کیا ہے کہ جن میں احناف نے محبوب کبریاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ سے اختلاف کیا ہے، یزدانی صاحب چونکہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے ماہنامہ ترجمان الحدیث کے نائب مدیر، ایک اچھے لکھاری اور قلم کار بھی ہیں۔ انہوں نے الفاظ وجمل کی ترتیب اور اشعار کا انتخاب بڑا مناسب اور برجستہ کیا ہے۔ اس سے کتاب میں قارئین کرام کیلئے ایک ذوق اور چاشنی پیدا ہوگئی ہے، امید ہے کہ جو بھی منصف مزاج اور پڑھا لکھا آدمی اس کتاب کا کھلے دل سے مطالعہ کرے گا وہ تقلیدی جال میں رہنا کبھی گوارا نہیں کرے گا۔ اہل حدیث حضرات سے گزارش ہے کہ وہ خود بھی کتاب ہذا کا مطالعہ فرمائیں اور حنفی بھائیوں کو بھی یہ کتاب پڑھنے کیلئے دیں۔ ان شاءاللہ بہت فائدہ ہوگا۔ کتاب ظاہری ومعنوی ہر دو اعتبار سے شاندار ہے۔ کتاب کی ابتداء میں حضرت مولانا محمد یحییٰ گوندلوی حفظہ اللہ تعالیٰ کا علمی مقالہ بھی نہایت عمدہ اور بے حد مفید ہے۔ دعا ہے کہ رب تعالیٰ اس کتاب کو امت کی بھلائی، اصلاح اور وحدت کا ذریعہ بنائے، آمین یارب العالمین

ابتدائیہ

از قلم۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ابو انس محمد یحییٰ گوندلوی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ شارح صحیح ترمذی وسنن ابن ماجہ۔ ومصنف کتب کثیرہ۔

نحمده ونصلي على رسوله الكريم . اما بعد. فقد قال الله تعالىٰ في كتابه العزيز وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ اِلَى اللهِ.

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والسلام کا رستہ سب سے بہتر رستہ اوران کی ہدائیت ہی حقیقی ہدائیت ہے۔ باقی تمام باطل۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کو انبیاء کرام علیہم السلام کی اطاعت سے مشروط کیا ہے اوران کی اطاعت کرنے والے کو دنیاوی فوز وفلاح اوراخروی نجات کی نوید اور بشارت سنائی ہے۔﴿وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَ رَسُوْلَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ [الاحزاب:۷۱]

مگر ہر دور کے اکثر لوگوں کی کیفیت اس کے برعکس رہی ہے لوگ اطاعت کے بجائے معصیت اور نافرمانی کا رستہ اختیار کرتے رہے ہیں۔ اس کی عمومی وجہ اکابر کی تقلید اوران کے اقوال وافعال پر اکتفا و جمود اور تعصب رہا ہے۔ عرب کے جاہل لوگ بھی اسی تقلید اور تعصب کا شکار تھے جس کی تفصیل قرآن کریم نے بڑے واضح الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔﴿ وَكَذٰلِكَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَا اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلٰى اُمَّةٍ وَ انا عَلٰى آثَارِهِمْ مُقْتَدُوْنَ﴾[الزخرف۔۲۳]

اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے بھی جس بستی میں ڈرانے والا (رسول) بھیجا تو وہاں کے مالدار لوگوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے اپنے بڑوں کو ایک امت پر پایا ہے اور ہم توان کے قدموں پر چلیں گے۔﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا﴾ [البقرہ:۱۷۰] ”جب ان سے کہا جاتا کہ تم اس کی پیروی کرو جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے۔“

ظاہر ہے منزل من اللہ دین کے مقابلہ میں آباء کی پیروی اور تقلید کی سوچ کوئی بہتر شگون والی نہیں۔ کہ جس سے قوموں کو فلاح و مرام حاصل ہو اور قوم منزل مقصود حاصل کر سکے۔ بلکہ یہ انتہائی خطرناک نتائج کی حامل سوچ ہے جس سے قوموں کے زوال اور بربادی و ہلاکت کی داستانیں رقم ہوئی ہیں۔

اہل کتاب کی گمراہی و بربادی کا ایک سبب تقلید ہی بنی کہ یہود نے کتاب اللہ سے انحراف کر کے اکابر کی تقلید کو اپنا لیا تھا جس کی انجیل اور قرآن دونوں نے شہادت دی۔

انجیل اسی قضیہ کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہے کہ سیدنا مسیح علیہ السلام نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

قد ابطلتم و صیة اللہ بسبب تقلید کم . (متی عربی باب ۱۵ فقرہ ۷)

”تم نے تقلید کی وجہ سے اللہ کی وصیت کو باطل کر دیا۔“

یہ وصیت کیا تھی؟ قرآن کریم نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

﴿خُذُوْا مَا اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا.﴾ [البقرہ ۹۳]

(ہم نے بنی اسرائیل سے یہ پختہ وعدہ لیا تھا کہ) جو ہم نے آپ کو دیا ہے اس پر مضبوطی سے عمل کرو اور سنو۔ اور وہ اللہ کی کتاب توراۃ تھی۔ مگر انہوں نے اس حکم کو فراموش کر کے اپنے علماء اور درویشوں، صالحین اور صوفیوں کے پیچھے لگے حتی کہ ان کو اپنا رب بنا لیا اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کا ذکر یوں فرمایا ہے ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ ۳۱) جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کا دین ان کی خواہشات، آراء و قیاس کا شکار ہو گیا اور یہ اصل دین سے بیگانے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْکِتَابَ اِلَّآ اَمَانِیَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ﴾ [البقرہ ۷۸]

ان میں بعض ان پڑھ ہیں جو کتاب نہیں جانتے مگر ان کی خواہشات ہیں وہ صرف گمان سے کام لیتے ہیں یہ تو عوام کی حالت تھی ان کے خواص کی حالت تو اس سے بھی خوفناک تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو تلعب بنایا اور اس میں اپنی خواہشات کے موافق تحریریں کر

دیں جس کی تفصیل اس طرح ہے۔ ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾[البقرہ ۷۹] ان لوگوں کے لئے بربادی ہے جو کتابوں کو اپنے ہاتھوں سے لکھ کر پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ وہ اس کے بدلہ میں تھوڑی سی قیمت وصول کرلیں۔ پس ان کے لئے بربادی ہے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور اس کے لئے بھی بربادی ہے جو وہ کماتے ہیں۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اگر سرسری نگاہ سے ہی اہل کتاب کے مذہبی کردار کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگی کہ اس کا اصل سبب اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین میں من مانی کرنا اور اس پر عمل کرنے کی بجائے اپنی آراء وخواہشات کو ترجیح دینا تھا اس کے لئے انہوں نے کتاب اللہ میں تحریف تک کرنے سے گریز نہ کیا۔ ﴿وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتَابِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾[آل عمران ۷۸]۔ ان میں ایک گروہ ایسا ہے جو اپنی زبانوں کو کتاب کے ساتھ موڑتے ہیں تاکہ تم اسے کتاب سے گمان کرو حالانکہ وہ کتاب سے نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں حالانکہ وہ اسے جانتے ہیں۔ (یہی کچھ حالت برصغیر کے بعض مقلدین کی ہے جس کی تفصیل اصل کتاب میں ملاحظہ کریں۔)

اسلام کیا ہے؟

اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری اور پسندیدہ دین ہے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ جسے اللہ تعالیٰ نے مکمل کیا ہے۔ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾[المائدہ ۳] اور اس میں کوئی ایسی کمی نہیں چھوڑی جس کی اللہ کے بندوں کو احتیاج اور ضرورت ہو ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ

شَیْءٍ﴾(النحل۸۹) ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔اجمالی مقامات کی تشریح وتفسیر حضرت رسول مکرم ﷺ کے ذمہ لگائی ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾[النحل۴۴] ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا تا کہ آپ لوگوں پر جو ان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے کو واضح کریں۔اور یہ تفسیر وتوضیح بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔﴿اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاکَ اللّٰہُ.﴾ [النساء۱۰۵] بلا شبہ ہم نے آپ کی طرف کتاب حق کے ساتھ نازل کی تا کہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا ہے۔پھر آپ کا فیصلہ قابل رد نہیں بلکہ قطعی اور واجب العمل ہے۔﴿فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾[النساء۶۵] تیرے رب کی قسم لوگ اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ بنائیں پھر آپ جو فیصلہ کریں اس کے بارہ میں اپنے نفسوں میں کوئی تنگی بھی نہ پائیں اور اسی کو پوری طرح تسلیم کریں۔

اس تصریح سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور اس پر کسی قسم کی چوں و چراں نہ کرنے کا نام اسلام اور ایمان ہے اور آپ کے فیصلے سے اختلاف دین سے دوری اور خیر و برکت سے محرومی کا سبب ہے۔﴿وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْکِتَابِ لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ﴾[البقرہ۱۷۶]جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف کیا وہ بڑی بدبختی اور بد نصیبی میں ہیں۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کے لئے صرف حضرت رسول اکرم ﷺ کو آئیڈیل اور مقتداء بنایا ہے اور آپ کی ذات میں بہترین نمونہ رکھا ہے۔لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ. [الاحزاب۲۱] تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے اور پھر اس نمونہ کی پیروی کو لازمی قرار دیا ہے یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ بلکہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کو بعینہ اپنی اطاعت قرار دیا۔مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔جو رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے

وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور آپ سے اختلاف کرنے والوں کو سخت وعید اور فتنہ میں مبتلا ہونے کی تنبیہہ کی ہے۔ ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْيُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. ﴾ [النور:٦٣]

وہ لوگ جو آپ کے امر کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہئے یہ کہ وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں یا ان کو دردناک عذاب پہنچے۔

شریعت ہی آپ کے امر کو قرار دیا اور واضح کیا کہ آپ کی مخالفت کا انجام معمولی نہیں بلکہ بڑا سخت ہے جس کا نتیجہ فتنہ، عذاب الیم اور گمراہی ہے۔

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ [الاحزاب٣٦]

کسی ایماندار مرد اور عورت کے لائق نہیں کہ جب کسی امر کا اللہ اور رسول فیصلہ کریں تو پھر انہیں اپنے امر کا اختیار ہو جو شخص بھی اللہ اور رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ بڑا واضح گمراہ ہوا۔

اس گمراہی کی سزا اللہ کریم نے خود ہی مقرر فرما دی ﴿وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا﴾ [الجن٢٣] جو اللہ اور رسول کی نافرمانی کرتا ہے اس کے لئے جہنم کی آگ ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

موقف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

صحابہ کرام نے براہ راست رسول اکرم ﷺ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ نزول وحی کے شاہد اول تھے ان کی ایمانی اور روحانی تربیت میں اطاعت کا جذبہ پوری طرح ودیعت رکھا گیا تھا لہذا یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی ایک صحابی بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے منحرف ہوا اور اس نے کتاب وسنت کے مقابلہ میں اپنی رائے یا اپنے سے کسی بڑے صحابی کی رائے کو ترجیح دی ہو۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہو گیا کہ استحضار نہ ہونے یا حدیث رسول کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کسی مسئلہ کو رائے سے اپنا لیا تو جب پتہ چلا کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان تو میرے عمل اور مسئلہ کے برعکس ہے تو فوراً اپنی رائے کو چھوڑ کر

حدیث رسول پر عمل کیا۔ جس کی متعدد مثالیں کتب حدیث میں موجود ہیں۔

صحابہ کرام کے اختلافات کی نوعیت

اکثر مقلدین حضرات آئمہ کے اختلافات درست ہونے میں اختلاف امتی رحمۃ روایت کو بنیاد بناتے ہیں حالانکہ یہ روایت سرے سے ثابت ہی نہیں۔ اللہ معلوم کس نے اپنی طرف سے گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کے نام منسوب کر دی۔

اختلاف سیاسی ہو یا مذہبی۔ اصولی ہو یا فروعی کبھی رحمت ثابت نہیں ہوا بلکہ اس سے امت کو نقصان ہی پہنچا ہے۔ ہاں فروع میں اختلاف کا ہونا طبعی امر ہے اور صحابہ کرام میں بھی اختلافات اسی طبعی امر کے تحت تھے جس کی اہم وجہ یہ تھی کہ صحابہ کرام کے دور میں بالالتزام حدیث رسول مدوّن نہیں ہوئی تھی۔ افراداً افراداً بعض صحابہ نے کچھ احادیث لکھیں تھیں تاہم عام احادیث تحریر کے بجائے صدری تھیں جو عمل کی صورت میں محفوظ تھیں۔ صحابہ کرام کثیر تعداد میں تھے جو ایک جگہ کے بجائے مختلف علاقوں میں رہائش پذیر تھے پھر تمام صحابہ علم و فضل میں برابر بھی نہ تھے سابقون الاولون نے صحبت نبوی میں سے جو حصہ اور شرف پایا تھا وہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں کے حصہ میں نہیں آیا۔ بنا بریں مسائل میں اختلاف ہونا بدیہی امر تھا اس لئے صحابہ کرام میں بھی بعض مسائل میں اختلاف پیدا ہوئے مگر ان کے اختلاف کی نوعیت بعد والوں کے اختلاف کی نوعیت سے یکسر مختلف تھی۔

اوّلاً۔ صحابہ میں اختلاف کا سبب دلیل شرعی پر اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے تھا جس کا مداویٰ نصوص شرعیہ کی طرف رجوع سے کرتے تھے جب دلیل کا علم ہو جاتا فوراً اپنے اختلاف کو ترک کر کے حدیث نبوی پر عمل کرتے وہ اس بارے میں اپنی آراء کو انانیت کا مسئلہ نہیں بناتے تھے۔

ثانیاً۔ صحابہ کرام کے درمیان اختلافات چند معدود مسائل کی حد تک تھے جن میں بعض مسئلے ایسے بھی تھے جو منسوخ ہو گئے تھے لیکن ان کے نسخ کا بعض کو علم نہ ہوا تھا۔ جس پر وہ پہلے مسئلہ پر عمل کرتے رہے جیسا کہ تطبیق الرکوع اور دو آدمیوں کی امامت کا مسئلہ ہے پہلے

ان کی نوعیت کچھ اور تھی بعد میں منسوخ ہو گئے جس کا علم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہ ہو سکا وہ پہلی صورت کے مطابق ہی ان پر عمل کرتے رہے۔

بعد والوں کا اختلاف

مگر تقلید کی وجہ سے بعد والوں میں جو اختلاف پیدا ہوئے ہیں ان کی بنیاد تعصب اور جمود پر ہے جس میں دلیل کی اہمیت باقی نہیں رہ گئی بلکہ وہ روایات قابل عمل سمجھی جاتی ہیں جو ان کے آئمہ کے فتوؤں کے موافق ہیں اگر موافق نہیں بلکہ مخالف ہیں تو حدیث خواہ اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو اس کو حیلہ بہانہ سے رد کر دیا جاتا ہے جیسا کہ رفع یدین اور فاتحہ خلف الامام کی متواتر احادیث ہیں۔ (ایک ادنیٰ سا احتمال پیدا کر کے ان کو رد کر دیا گیا ہے) اور اگر کوئی روایت ان کے امام کے فتویٰ کے موافق ہے خواہ وہ ضعف کے آخری درجہ میں ہو کو (خبر مشہور) کہہ کر قبول کر لیا جاتا ہے جیسا کہ نماز میں قہقہہ والی روایت ہے جو سنداً اتنی سخت کمزور ہے کہ قبولیت کے لائق نہیں ہے۔

ثانیاً۔ تقلیدی مسائل میں اتفاقی مسائل کم ہیں اور ان کے مقابلہ میں اختلافی مسائل کئی گناہ زیادہ ہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مسائل کی خلیج تو اللہ معلوم کتنی وسیع ہے۔ حتی کہ بعض محققین کا خیال ہے کہ صرف احناف کے تین بڑے آئمہ امام ابوحنیفہ، قاضی ابو یوسف، اور محمد کے درمیان اختلافات کی کیفیت دو تہائی ۲/۳ ہے۔ امام الحرمین جوینی فرماتے ہیں

استنكف محمد بن الحسن و ابو يوسف عن متابعته في ثلثي مذهبه. (مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق ص ۴۴)

''محمد اور ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ کے مذہب سے دو تہائی اختلاف کیا ہے۔''

پھر مقلدین کے اختلافات کی نوعیت صحابہ کرام کے اختلاف سے اس لئے بھی مختلف ہے کہ صحابہ کرام کا اگر کسی مسئلہ میں اختلاف بھی تھا تو انہوں نے اس اختلاف کو باہمی تفرقہ اور تشتت کا ذریعہ نہیں بنایا تھا کہ ہر ایک نے اپنے سے اختلاف کرنے والے کے

خلاف الگ مذہب تشکیل دے دیا ہو۔ وہ ایسے تفرقہ سے سخت نفرت کرتے تھے اور سب ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔ مگر مقلدین حضرات بظاہر چاروں حق پر ہیں کا نعرہ لگاتے ہیں مگر عملاً ایسا نہیں ہے یہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے اور اپنے آئمہ کے اختلافات کو باقاعدہ مذہب کا نام دے دیا۔ اس لئے فقہاء کے اختلافات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلافات پر قیاس کر کے ان کا جواز طلب کرنا صریحاً ظلم اور شریعت غرّاء سے تجاوز ہے۔

تقلید کے نقصانات

(۱) امت مسلمہ کو تقلید سے اجتماعی طور پر یہ نقصان اٹھانا پڑا کہ امت واحدہ جو کالجسد الواحد تھی کئی فرقوں میں بٹ گئی وہ جو دشمن کے خلاف تیغ زن تھے اب ایک دوسرے سے دست وگریبان ہو گئے اور تذھب ریحکم کہ اختلاف نہ کرو دشمن پر تمہارا رعب و دبدبہ ختم ہو جائے گا کی صورت بالکل پیدا ہو گئی جس سے بڑے خوفناک نتائج سامنے آئے۔

(۲) عوام کا کتاب وسنت سے تمسک ممنوع قرار دیا گیا اور پروپیگنڈہ کیا گیا کہ اگر کتاب وسنت کے ظاہر پر عمل کیا جائے تو نتیجہ گمراہی نکلے گا۔ (مقلدین آئمہ کی عدالت میں)

گویا کہ ہدایت کا منبع آئمہ کے اقوال ٹھہرائے گئے اور کتاب وسنت کو پس پشت ڈال دیا گیا اور اقوال آئمہ متبوع کے درجہ پر فائز کر دیئے گئے اور کتاب وسنت کی حیثیت تابع محض کے ہو کر رہ گئی۔

(۳) اختلافات نمٹانے کا طریقہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں رائج تھا اس کو ترک کر کے بحث وجدل کی نئی طرح ایجاد کی گئی جس میں رائے اور قیاس کو عملاً بڑی اہمیت حاصل ہو گئی۔

(۴) آئمہ کے اقوال کو فوقیت دینے کے لئے ایسے اصول وضع کئے گئے جس سے صحیح احادیث کو رد کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ مقلدین احناف نے تو قیاس جلی کی تیز دھار سے بہت سی صحیح احادیث کو مخدوش کرنے کی کوشش کی حتی کہ اس ضمن میں حفاظ اسلام حضرت

ابوھریرہ، حضرت انس اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ میں سے بعض کو غیر فقیہہ اور بعض کو مختلط قرار دیا۔

(۵) تقلید کی حمایت و تائید میں مستقل طور پر من گھڑت روایات کا دروازہ کھل گیا اس کی وجہ یہ بنی کہ بسا اوقات ایسے ہوا کہ کسی گروہ کے امام کے بے دلیل فتویٰ پر جب مخالفین نے گرفت کی تو اس امام کے حواریوں نے اپنی طرف سے روایت گھڑ کر بزعم خویش دلیل کی کمی پوری کر دی جس کا تجزیہ امام قرطبی نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

استجاز لبعض فقهاء اهل الرائے نسبة الحكم الذى دل عليه القياس الجلى الى رسول الله ﷺ نسبة قولية فيقولون قال رسول الله ﷺ كذا و لهذا ترى كتبهم مشحونة باحاديث تشهد متونها بانهاموضوعة تشبه فتاوىٰ الفقهاء و لانهم لا يقيمون لها سندا. (الباعث الحثیث ص ۷۰)

اہل الرائے کے بعض فقہاء نے اس حکم کی قولی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ جس پر قیاس جلی دلالت کرے وہ کہہ دیتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کتابیں ایسی حدیثوں سے بھری ہوئی ہیں جن کے متن ان کے من گھڑت ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ متن ان کے فقہاء کے فتوؤں سے مشابہت رکھتے ہیں حالانکہ وہ ان کی سندیں بیان نہیں کر سکتے۔

یہی وہ کتابیں ہیں جن کے بارے میں معروف حنفی عالم مولانا عبدالحیؒ نے فیصلہ دیا ہے فرماتے ہیں۔ لا يعتمد على الاحاديث المنقولة فيها اعتمادا كليًّا ولا يجزم بورودها ثبوتها قطعا بمجرد وقوعها فيها فكم من احاديث ذكرت فى الكتب المعتبرة و هى موضوعة. (عمدۃ الرعایہ ص ۱۳)

ہدایہ اور دیگر کتب فقہ میں مندرج روایات پر کلی اعتماد نہیں کیا جا سکتا فقہ کی بہت سی معتبر کتابیں ایسی ہیں جن میں موضوع روایات ہیں۔ مولانا عبدالحیؒ لکھنوی وضع کے اسباب بیان کرتے ہوئے چھٹے سبب کے بارے میں فرماتے ہیں۔ قوم حملهم على

الوضع التعصب المذهبی و التجمد التقلیدی کما وضع مامون الهروی حدیث من رفع یدیه فی الرکوع فلا صلوٰة له و وضع حدیث من قرء خلف الامام فلا صلوٰة له . (الاثار المرفوعہ ص ۱۲)

ایسی قوم جن کو حدیث کے وضع کرنے پر مذہبی تعصب اور تقلید جامد نے ابھارا ہے جیسا کہ مامون ھروی نے یہ حدیث جس نے رکوع میں رفع یدین کی اس کی نماز نہیں اور یہ حدیث جس نے امام کے پیچھے قرات کی اس کی نماز نہیں۔ حدیثیں وضع کیں۔

محمد بن عکاشہ کرمانی جس کا رفع یدین نہ کرنے والی حدیث کے وضع میں بڑا دخل ہے امام حاکم اس کے بارے میں فرماتے ہیں. بلغنی انه کان ممن یضع الحدیث حسبة فقیل له ان قوما یرفعون ایدیهم فی الرکوع و عند الراس منه قال حدثنا المسبب. الی ان قال. قال رسول الله ﷺ من رفع یدیه فی الرکوع فلا صلوٰة له . (الباعث الحثیث ص ۶۸) مجھے یہ چیز (بات) پہنچی ہے کہ یہ حدیث ثواب کی خاطر وضع کرتا تھا اس سے کہا گیا کہ ایک قوم رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہیں تو اس نے موقعہ پر اپنی سند سے حدیث گھڑ دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو رکوع میں رفع یدین کرے اس کی نماز نہیں۔

(۶) تقلیدی اختلافات کی نوعیت کوئی عارضی نہ تھی بلکہ ان کو مستقل مذہبی حیثیت دی گئی اب کل حزب بما لدیهم فرحون پر پورا پورا تمسک کیا گیا حتی کہ علامہ حصفکی حنفی نے برملا اعلان کیا کہ اذسئلنا عن مذهبنا و مذهب مخالفنا قلنا مذهبنا صواب یحتمل الخطأ و مذهب مخالفنا خطا یحتمل الصواب. (الدر المختار ج ۱ ص ۴۸)

ہم سے جب ہمارے مذہب اور ہمارے مخالفین کے مذہب کے بارے میں پوچھا جائے تو ہم جواب میں کہیں گے ہمارا مذہب درست ہے جس میں خطا کا احتمال ہے اور ہمارے مخالف کا مذہب غلط ہے جس میں درستی کا احتمال ہے۔

شافعیہ نے بھی اپنے مذہب کے بارے میں اسی طرح کا اظہار کیا ہے چنانچہ امام

حرمین جوینی شافعی فرماتے ہیں۔ نحن ندعی علی کافة العاقلین و عامة المسلمین شرقا و غربا بُعداو قرباً انتحال مذهب الشافعی. (مغیث الخلق ص ۶۱)

ہم تمام عقلمندوں اور خصوصا شرق وغرب۔ دور اور قریب کے تمام مسلمانوں کو شافعی مذہب قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں

الغرض۔ تقلیدی مذہب کے مستقل حیثیت اختیار کرنے کے بعد کتاب وسنت کی حیثیت ثانوی سی ہو کر رہ گئی اور فقہاء کے اقوال شریعت کا درجہ حاصل کر گئے۔ مصر کے معروف محقق العلامہ سید سابق رحمۃ اللہ علیہ نہایت افسوس کے ساتھ مقلدین کی مذکورہ روش کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں. و قال بالعکوف علی التقلید و فقد الهدایة بالکتاب والسنة والقول بانسداد باب الاجتهاد وقعت الامة فی شر و بلاء و دخلت فی جحر ضب الذی حذر ها رسول الله منهٔ. (فقہ السنہ ص ۱۴ ج ۱)

(تقلید اور مذہبی تعصب سے امت کی کتاب وسنت سے براہ راست ہدایت حاصل کرنے سے محرومی اور اجتہاد کے بند ہونے کا نظریہ پیش ہوا ہے شریعت فقہاء کے اقوال کا نام اور فقہاء کے اقوال شریعت کا درجہ اختیار کر گئے اور جو بھی فقہاء کے اقوال سے باہر نکلا اس کو بدعتی گردانا گیا جس کے اقوال اور فتوے قابل اعتماد اور اعتناء نہ رہے۔ نیز تقلید پر اکتفاء اور کتاب وسنت کی ہدایت سے محرومی اور اجتہاد کے دروازہ بند ہونے کے نظریہ سے امت شر اور مصیبت میں مبتلا ہوئی اور وہ اسی بل میں داخل ہوئے جس سے رسول اللہ ﷺ نے امت کو ڈرایا اور باز رکھا تھا (تم یہود کے نقش قدم پر چلو گے۔)

جمود اور تقلید کا ایک خطرناک پہلو یہ سامنے آیا کہ امت واحدہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئی جس سے اختلافات کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی اور ایسے گمان ہونے لگا کہ شریعت محمدیہ کسی ایک شریعت کا نام نہیں بلکہ بہت سے رجال کے اقوال کا مرکب مغلوبہ ہے حالانکہ اس میں شک نہیں کہ منزل من اللہ ایک ہی شریعت ہے جو ان اقوال کے وجود میں آنے سے دو صدیاں قبل مکمل ہو چکی تھی اور وہ اتنی اکمل، اتم اور اظہر ہے کہ اسی کے

بارے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:۔ ((ترکتکم علی بیضاء نقیة لیلها کنهارها لا یزیغ عنها الا هالک)) (مسند احمد) میں تم کو صاف ستھرے دین پر چھوڑ کر چلا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے اس سے کجروی اختیاری کرنے والا ہلاک ہوگا۔

یہ امر تو بادی النظر ہے کہ جب صحیح حدیث کو رد کر کے امام کے قول پر عمل کیا جائے گا تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ہم نے امام کو صاحب شریعت کا درجہ دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾[الحجرات ا] اے ایمان والو۔تم اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لو ترکتم سنة نبیکم لضللتم. (مسند احمد ص ۳۸۲ ج ۱) اگر تم اپنے نبی کی سنت ترک کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوبصورت کلمہ کہا ہے فرماتے ہیں من رد حدیث رسول الله فهو علی شفا هلکة . (صفۃ صلوۃ النبی للالبانی ص ۳۱) جو شخص رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو ترک کرتا ہے وہ ہلاکت کے گڑھے کے کنارے پر ہے۔ تقلید کے شیوع اور ظہور سے اسلام کی قوت مضمحل ہوئی ہے اور جب سے امت میں یہ وباء پھیلی ہے امت روز بروز تنزل کا شکار ہو رہی ہے اسلام کی ابتدائی چار صدیاں خوب عروج کی ہیں اس لئے کہ ابھی تقلید مسلط نہیں ہوئی تھی اور جب سے مسلط ہوگئی ہے تو نتیجہ ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُکُمْ﴾ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

بلا شبہ اختلاف اور تنازع اقوام کے ضعف، انتشار اور زوال کا سبب ہے مگر امت مسلمہ کے لئے اس کا بہترین حل اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ میں مضمر ہے۔ اسی حل کی طرف دعوت دینے کے لئے اخی فی اللہ مولانا حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی نے اپنی کتاب ”احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف“ تصنیف فرمائی ہے اور تقلید کے عیوب کو طشت از بام کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ تقلید کتاب و سنت سے اعراض کا ذریعہ ہے۔ اہل حدیث کی دعوت

ہی یہی ہے کہ ہمیں اپنے تمام مختلف فیہ مسائل و معاملات قرآن و حدیث کی نصوص سے نمٹانے چاہئیں۔قرآن وحدیث سے جو حل مل جائے اسے قبول کر لینا چاہئے مگر جب پیروں اور بزرگوں کے نام سے مذہب قائم ہونا شروع ہو گئے تو اس کا نتیجہ قرآن وحدیث سے دوری کی صورت میں ظاہر ہوا ہے مگر کسی بھی صاحب بصیرت کی نظر میں یہ صورت جچتی نہیں اسی لئے تقلید کے شیوع کے وقت سے ہی تقلید کی سرکوبی کے لئے آئمہ کرام رحمھم اللہ اجمعین نے کوششیں کی ہیں تقلید کے شیوع کے دور سے لیکر آج تک ہزاروں آئمہ نے تقلید کے خلاف آواز اٹھانے کو اپنا منصب سمجھا اور اس کی تردید میں اپنے تمام وسائل بروئے کار لائے۔

امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ابن خذیمہ، امام داؤد اصفہانی، امام ابن حزم اندلسی، امام ابن عبدالبر، امام حمیدی، امام ابوشامہ دمشقی، پیر عبدالقادر جیلانی، امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، امام نواب صدیق الحسن خان بھوپالی، شیخ الکل مولانا نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیھم اجمین و دیگر آئمہ کرام و بزرگان دین نے تقلید کی پوری پوری خبر لی اور اس کے نقصانات سے لوگوں کو متنبہ کیا۔مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب کی مذکورہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں موصوف نے تقلید کے بخیئے ادھیڑ کر رکھ دیئے ہیں۔

موصوف ماشاءاللہ علم وفضل سے مرصع ہیں۔تحقیق کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں جس پر ان کی یہ کتاب شاہد عدل ہے کہ اس کی پوری مباحث میں تحقیق و تدقیق کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنے دیا۔سنت نبویہ سے محبت اور بدعات سے سخت نفرت رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سنت کے دفاع میں اپنی کم عمری میں بہت بڑا کام کر دکھایا ہے۔اور شب وروز کی محنت سے کتاب وسنت کے خلاف آراء الرجال پر عالمانہ نقد فرمایا ہے بلا شبہ موصوف کی محنت اور ان کا علم وفضل داد تحسین کے لائق ہے۔موصوف گرامی کی یہ پہلی تصنیف ہے اور اس میں انہوں نے جس عرق ریزی سے کام لیا ہے اس سے انہوں نے اپنی پہلی تالیف میں ہی اپنی محنت اور تحقیق کا لوہا منوالیا ہے اس کتاب میں موصوف نے ایک بڑے حساس اور

خطرناک پہلو کو چھیڑا ہے مگر آپ دیکھیں گے کہ وہ اس ذمہ داری سے کس قدر عہدہ براء ہوتے ہیں ۔ یقیناً آپ موصوف کے علمی مقام و مرتبت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔(ان شاءاللہ)

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ .

دعا ہے کہ اللہ کریم موصوف کی اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کی اس تصنیف کو حق و باطل کے مابین مابہ الامتیاز بنائے آمین یا الہ العالمین۔

کتبہ

(مولانا) ابوانس محمد یحییٰ گوندلوی (صاحب)

مدیر التعلیم جامعہ تعلیم القرآن والحدیث

ساھووالا ضلع سیالکوٹ ۹۸/۹/۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرف اول

الحمد لِلّٰہِ الذی کسا اھل الحدیث رداًالشرف و التعظیم . واعلی ذکرھم و رفع شأنھم فی کل اِقلیم و خصھم من حملة الشرع بمذید الشرف والتکریم. والصلوٰة والسلام علی امام اھل الحدیث سید الانبیاء والمرسلین والصحابة المھدیین الاخیار واٰله الطیبین الاطھار. وکلھم اھل الحدیث من الابرار.

برادرانِ اسلام! اللہ تعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

﴿یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّةً﴾ [البقرۃ:۲۰۸]

''کہ اے ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔''

یہ خطاب ایمان والوں کو کیا جا رہا ہے سوال یہ ہے کہ ایمان والے تو پہلے ہی اسلام میں داخل ہیں پھر ان کو مکمل ''دخول فی الاسلام'' کا حکم کیوں دیا جا رہا ہے؟

آیئے ذرا اس آیت کے شان نزول پر غور کیجئے بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ (ان شاء اللہ) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر رفقاء جو کہ ابھی نئے نئے ہی یہودیت سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ ہفتہ کے دن کی توقیر کرنے لگے اور اونٹوں کے گوشت کے کھانے اور دودھ کو ناپسند کیا کیونکہ یہودیوں کے نزدیک اونٹ کا گوشت حرام ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً... الخ

[روح المعانی ج ۲، ص ۹۷، جلالین ص ۳۱]

اے ایمان والو! اگر کلمہ امام الانبیاء ختم الرسل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا پڑھ لیا ہے تو پھر کسی دوسرے مذہب کے رسم و رواج کو اپنانے کی اجازت نہیں ہے، اب دل و جان سے اطاعت و فرمانبرداری بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے، کسی غیر کی نہیں۔ غور فرمائیں! اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ امر کیا جا رہا ہے کہ تم نے کامل طور پر اسلام ہی میں داخل ہونا ہے تو بعد والے تو اس امر کی تعمیل کے زیادہ مکلّف ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دخول فی الاسلام کے بعد حنفی، شافعی، حنبلی کہلانے کی کیا ضرورت ہے؟

امام کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

((کل مولود یولد علی الفطرة فابوہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ...... الخ.)) [بخاری ص ۱/۱۸۵ کتاب الجنائز]

''ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ فطرت اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے اب اس کے والدین کی مرضی ہے کہ وہ اسے یہودی بنا دیں یا عیسائی بنا دیں اگر چاہیں تو اس کو مجوسی بنا دیں۔''

اسی طرح جب بھی کوئی بچہ کسی کلمہ پڑھنے والے اور آنحضرت ﷺ کا امتی ہونے کے دعویدار کے گھر پیدا ہوتا ہے خواہ وہ اہلحدیث ہوں یا حنفی، شافعی وغیرہ تو اس بچے کو صرف دو ہی دروازے دکھائے جاتے ہیں یعنی اذان میں اشھد ان لا اِلٰہ الا اللّٰہ کہہ کر اسے مشکل کشائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کی اطلاع دی جاتی ہے اور اشھد ان محمد رسول اللہ کہہ کر راہنمائی حاصل کرنے کے لئے امام اعظم ﷺ کا اسم گرامی بتا دیا جاتا ہے۔ اب بچہ بڑھ کر جوان ہو جاتا ہے تو والدین یا ماحول کی وجہ سے تقلید کا قلادہ گلے میں ڈال کر حنفی، شافعی وغیرہ کہلانا شروع کر دیتا ہے۔

عزیز بھائیو! جیسے یہودی، عیسائی بننا اللہ کی فطرت کو تبدیل کرنے کی کوشش

ہے اسی طرح کلمہ توحید پڑھ لینے کے بعد کسی امتی کی تقلید کا پٹہ گلے میں ڈالنا بھی حرام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کا حکم تو قرآن مجید اور حدیث مبارک سے ملتا ہے کسی غیر نبی کی غیر مشروط اطاعت کرنے کا حکم شریعت میں کہیں بھی نہیں بلکہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کو بادل نخواستہ ماننے والے کے متعلق تو قرآن مجید میں صاف اعلان کردیا گیا کہ:۔

فَلَاوَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَایَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِمَّاقَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

[النسآء:۶۵]

"یعنی دل وجان سے بخوشی آنحضرت ﷺ کے فرمان کو قبول نہ کرنے والا ایماندار نہیں۔"

بھائیو! خوشی خوشی آمنہ کے لعل کا فیصلہ قبول نہ کرنے والا تو مومن نہیں لیکن ہم یہ کہتے ہوئے کائنات کے رہبر کا فیصلہ ٹھکرا دیں کہ:۔

نحن المقلدون یجب علینا تقلید امامنا ابی حنفیۃ۔ [تقریر ترمذی،ص۳۶]

"بات اگرچہ امام ابوحنیفہؒ کی حدیث مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ہے مگر ہم چونکہ امام صاحب کے مقلد ہیں اس لئے امام صاحب کے قول کو نہیں چھوڑ سکتے۔ حدیث مبارک اگرچہ چھوٹ جائے تو کیا ہم پھر بھی اہل سنت والجماعت ہی رہیں گے؟ میری مقلدین حضرات سے گزارش ہے کہ اطاعت رسول ﷺ کے مقابلہ میں امتیوں کی تقلید کو خیر باد کہہ دو۔

دو رنگی چھوڑ یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

اور اگر آپ ناراض نہ ہوں تو مشورہ قبول فرمائیں کہ:۔

چمن میں پیرو بلبل ہو یا تلمیذ گل

یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

کیونکہ اطاعت کے مقابلہ میں تقلید کرنا حرام ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں تقلید کا مرض عام ہو گیا ہے حتیٰ کہ جو کسی کی تقلید نہیں کرتا بلکہ صرف قرآن وحدیث پر ہی اکتفا کر لیتا ہے تو اس کو ہدایت پر ہی نہیں سمجھا جاتا، کہ یہ کسی کا مقلد نہیں ہے اس لئے یہ ہدایت پر نہیں ہے۔

تقلید عہد صحابہ میں نہ تھی

اور جب ان مقلدین سے یہ سوال کیا جائے کہ کیا کسی صحابی نے بھی تقلید کی ہے یا قرآن وحدیث سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ تو جواباً کہتے ہیں کہ وہ خیر القرون کا زمانہ تھا۔ اب جب تک تقلید نہ کریں قرآن وحدیث سمجھ نہیں آ سکتا۔ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ جیسا کہ یہ خود کہتے ہیں کہ خیر القرون کے زمانے میں تقلید نہ تھی۔ تو بھائی جب خیر القرون کے زمانے میں اس کا وجود نہیں تھا تو اب اس کو ایجاد کرنا اور کفر واسلام کی کسوٹی بنا لینا کہاں کا انصاف ہے؟

تقلید کے بغیر قرآن فہمی

باقی رہی یہ بات کہ تقلید کے بغیر قرآن وحدیث سمجھ نہیں آ سکتا تو بالکل ہی غلط ہے کیونکہ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم میں بھی تو سارے مفسر، محدث اور مفتی نہیں تھے کچھ وہ لوگ بھی تھے جو کہ دوسروں کی بہ نسبت کم علم رکھتے تھے جیسا کہ مقلدین خود تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ مولانا محمد پالن حقانی صاحب رقم طراز ہیں: ''کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اس زمانے میں جتنے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم تھے۔ جن میں عالم اور غیر عالم سبھی تھے۔''

[اہل حدیث کا خلفائے راشدین سے اختلاف ص ۵۲]

اب تو یہ مقلدین حضرات ہی بتا سکتے ہیں کہ صحابہ کرام میں جو غیر عالم تھے

انہوں نے کس عالم کی تقلید کی تب انہیں قرآن وحدیث کی سمجھ حاصل ہوئی۔ ہمیں تو ایسی کوئی ایک آدھ مثال بھی نہیں ملتی اور میرا دعویٰ ہے کہ کوئی مقلد بھی ایسی مثال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے کی پیش نہیں کر سکتا کیونکہ۔

زخم دل میں نہیں ہے قطرہ خون
خوب ہم نے دبا کے دیکھ لیا!

مقلدین حضرات سے ایک سوال یہ بھی ہے کہ قرآن وحدیث سمجھنے کے لئے جو اصول آپ نے وضع کئے ہیں کیا کسی صحابی رسول نے بھی اپنائے ہیں۔ مثلاً جیسا کہ نور الانوار، اصول شاشی یا مسلم الثبوت میں پائے جاتے ہیں اور پھر یہ بھی بتاؤ کہ آج کے دور میں کسی آدمی کو حدیث بتا دینا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب اللّٰہ و سنۃ نبیہ. [موطا امام مالک، ص ۵۶۱، باب النھی عن القول بالقدر]

"یعنی جب تک قرآن وحدیث پر عمل کرو گے گمراہ نہیں ہو گے۔"

یہ بتا دینا آسان ہے یا اس بیچارے کو عبارۃ النص، اشارۃ النص اور دلالۃ النص جیسے نہایت تکلیف دہ اور مشکل قوانین پڑھا کر یاد کروانا آسان ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ کیوں لوگوں کو قرآن وحدیث کے بجائے اپنے آئمہ کے اقوال کی طرف دعوت دے کر اصل دین سے انحراف کی تدبیریں سوچتے رہتے ہو؟ لوگوں کو تقلید کی دلدل میں پھنسانے کی بجائے سنت رسول ﷺ کے سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرو کہ۔

سنت نبوی پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک
جنت الفردوس کو جاتی ہے سیدھی یہ سڑک

یہ سطور بھی اس غرض سے لکھ رہا ہوں کہ لوگوں کو حقیقت سے آگاہ کیا جائے

کیونکہ آج کے دور میں یہ بات بڑے شد و مد سے کہی جاتی ہے کہ تقلید کئے بغیر آدمی صراط مستقیم پر نہیں چل سکتا۔ حالانکہ تقلید خود صراط مستقیم پر چلنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ کیونکہ تقلید تو خود بدعت ہے اور بسا اوقات اس سے بھی متجاوز ہو کر شرک تک پہنچ جاتی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حزمؒ نے کہا ہے کہ

واھرب عن التقلید فھو ضلالۃ
ان المقلد فی سبیل الھالک

تقلید کے موضوع پر پہلے ہی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اس مواد کی موجودگی میں جو اکابر علماء اہلحدیث نے تقلید اور مقلدین کے رد میں تصنیف کیا ہے میرے جیسے طالب علم کی کیا حیثیت ہے میں تو صرف اس کار خیر میں حصہ ڈالنے کے لئے قرآن و حدیث کا دفاع کرنے والوں میں اپنا نام درج کرانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے لئے قبول فرمائے اور عوام و خواص کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے (آمین ثم آمین) مقلدین کا تقلید کی وجہ سے قرآن و حدیث کے بعض فرمودات سے اختلاف ایک بدیہی امر ہے اس لئے کہ مقلد کے لئے صرف اس کے امام کا قول حجت ہوتا ہے۔ بشر ہونے کے ناطے سے کسی بھی امام کو غلطی سے مبرا قرار نہیں دیا جا سکتا اس اعتبار سے کوئی مقلد بھی اس نوعیت کے اختلاف سے خالی نہیں۔ مگر ہمارے پیش نظر مقلدین احناف ہیں اس لئے کہ ہمارے ہاں ان کی اکثریت ہے اور ان کا پروپیگنڈہ بھی حنفی ہونے کا ہے ان کا اختلاف صرف بعض احادیث صحیحہ سے ہی نہیں بلکہ بعض قرآن کریم کی آیات سے بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:۔

﴿وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ [۸/الانفال:۲]

''یعنی جب ایمان والوں کو قرآن سنایا جاتا ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔''

مگر احناف ایمان میں زیادتی کو تسلیم ہی نہیں کرتے ان کے عقائد کی معتبر

کتاب ''شرح فقہ اکبر'' میں لکھا ہے۔

ایمان اهل السماء والأرض ای من الانبیاء والاولیاء و سائر المومنین من الابرار و الفجار لا یزید ولا ینقص.

''یعنی زمین و آسمان والوں اور انبیاء اور اولیاء اور نیک و بد تمام کا ایمان برابر ہے نہ تو وہ (ایمان) زیادہ ہوتا ہے اور نہ ہی کم ہوتا ہے۔''

[شرح فقہ اکبر،ص ۷۶،۷۷]

اور یہی بات تھوڑے سے الفاظ کی کمی بیشی سے الظفر المبین کے صفحہ ۵۶ پر بھی ہے اس بارے میں احناف کے شواہد بہت ہیں مگر کتاب کی طوالت کے خوف سے اس ایک حوالے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ العاقل تکفیه الاشارة آنحضرت ﷺ کی بہت سی صحیح احادیث سے احناف کا اختلاف اہل علم سے کوئی ڈھکا چھپا نہیں۔ اس کتاب میں ہم ان شاء اللہ اس اختلاف کو بادلائل واضح کریں گے اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں اختلاف کا سبب کہ یہ اختلاف پیدا کیوں ہوا؟ دوسرے حصے میں فقہ حنفی کے چند ایک ایسے مسائل بیان کئے گئے ہیں جو حدیث رسول ﷺ کے خلاف ہیں اور یہ اختلافات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر تمام کو یکجا کر دیا جائے تو یہ عظیم دفتر نہ جانے کتنی جلدوں میں تیار ہو جائے اس لئے اختصار کے پیش نظر صرف چند مسائل زیر قلم لائے گئے ہیں۔ تیسرے حصہ میں اختلاف کا حل بیان کیا گیا ہے کہ یہ اختلاف کس طرح ختم ہوسکتا ہے۔ کتاب میں تمام حوالے اصل کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں یہ کتاب صرف دینی خیر خواہی کے جذبے کے تحت پوری تحقیق سے لکھی گئی ہے اور اسے تعصب سے بالاتر ہوکر پڑھا جائے تو ان شاء اللہ العزیز قاری پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ حنفی قول واقوال کتاب وسنت سے کس قدر متصادم ہیں۔

آخری گزارش

آخر میں ایک دفعہ پھر میں اس بات کا اعادہ کردوں کہ اس تصنیف کا مقصد صرف اور صرف عام لوگوں کی عموماً اور حنفی دوستوں کی خصوصاً خیر خواہی ہے تا کہ کتاب وسنت اور حنفی اقوال کا موازنہ کر کے اسوہ رسول ﷺ اپنالیں کتاب کے پس منظر میں وہی خلوص و پیار کارفرما ہے جو کسی نہایت عزیز دوست کو اس کی غلطی پر تنبیہہ کی صورت میں کیا جاتا ہے چونکہ میرے خاندان میں اکثریت حنفیت کی پیروکار ہے اس لئے بھی مجھ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ میں ان کے سامنے صحیح صورتحال کو پیش کروں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس معمولی سی کاوش ومحنت کو اپنی رضا کے لئے قبول فرمائے اور لوگوں کے لئے ہدایت اور میرے لئے، میرے والدین اور اساتذہ کرام کے لئے اخروی نجات کا سبب بنائے۔

آمین یا الہ العالمین

حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی بقلمہ

محرم الحرام ۱۴۱۳ھ بمطابق ۲ جولائی ۱۹۹۲ء یوم الخمیس

حصہ اول

اختلاف کیوں؟

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝﴾ [۴/النسآء:۱۱۵]

''اور جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے اور مومنوں کے رستہ کے علاوہ کوئی اور راہ تلاش کرتا ہے تو ہم اسے پھیر دیتے ہیں جس طرف وہ جانا چاہتا ہے اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور یہ بہت بری ہے لوٹنے کی جگہ۔''

ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت بڑے خطرے والی چیز ہے مگر تقلید کے ذریعہ اس خطرے کو مسلمانوں میں داخل کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ جس شخص نے بھی قرآن و حدیث کو ٹھکرایا ہے اس نے تقلید کا ہی سہارا لیا ہے۔ تقلید بذات خود ایک بدعت ہے جیسا کہ اس کی تعریف سے واضح ہے۔

تقلید کی تعریف

کسی شخص کی بات کو بغیر دلیل کے قبول کرنے کا نام تقلید ہے۔ اس کے دو معنیٰ ہیں۔ اولاً۔ لغوی۔ ثانیاً۔ اصطلاحی۔

تقلید کی لغوی و اصطلاحی تعریف

تقلید کی لغوی تعریف صاحب المنجد نے ان الفاظ میں کی ہے کہ:

قلده في كذا

''اس نے اس کی فلاں بات میں بغیر غور و فکر کے پیروی کی۔'' [المنجد، ص ۷۱۳]

اور پھر آگے چل کر مصنف تحریر کرتا ہے کہ ''تقلید امور دین میں عیسائیوں کی

سینہ گزٹ باتوں کو کہتے ہیں (یعنی جو بلا دلیل تحریر ہو)'' اور مصباح اللغات میں بھی تقلید کا معنی یہی کیا گیا ہے کہ نصرانیوں کی سینہ بہ سینہ باتیں (مصباح اللغات، ص ۷۰۱) اور غیاث اللغات میں تقلید کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ:

تقلید گردن بند در گردن انداختن و کار بعهد کسے ساختن و برگردن خود کار بگرختن ۔ و مجازاً بمعنی پیروی کسی بے دریافت حقیقت آن۔

[غیاث اللغات، ص۱۰۳]

''تقلید گلے میں پٹہ ڈالنے کا نام ہے۔ ۲:۔اور کسی کی ذمہ داری پر کام کرنا۔ ۳:۔اپنی گردن پر (یعنی اپنے ذمے) کوئی کام لینا۔اور تقلید کا مجازی معنی یہ ہے کہ کسی کی پیروی حقیقت معلوم کیے بغیر کرنا۔''

مقلد کے متعلق حکم

علمائے اصطلاح نے تقلید کی تعریف اس طرح کی ہے۔

فاما المقلد فالدليل عنده قول المجتهد فالمقلد يقول هذا الحكم واقع عندى لانه أدّى اليه رأى ابى حنيفه رحمه الله و كل ما ادّى اليه رايهٗ فهو واقع عندى. [شرح التلوتح على التوضيح، ج۱،ص۲۱]

''مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہی ہے مقلد صرف یہ کہے کہ اس مسئلہ کا حکم میرے نزدیک یہی ہے کیونکہ میرے امام ابوحنیفہ کی رائے یہی ہے اور جو رائے میرے امام کی ہوگی میرے نزدیک تو وہی صحیح ہے۔

غیروں پہ کھل نہ جائے کہیں راز دیکھنا
میری طرف بھی دیدہ غماز دیکھنا!

جناب ملا علی قاری حنفی تقلید کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

والتقليد قبول قول الغير بلا دليل فكانهٔ لقبوله جعله قلادة في عنقه. [قیصدہ امالی بحوالہ حقیقۃ الفقہ ص ۳۰]

''غیر نبی کے قول کو بلا دلیل قبول کرنے کا نام تقلید ہے جب مقلد نے بغیر دلیل اپنے امام کا قول تسلیم کرلیا تو گویا اس نے اپنے امام کے قول کو اپنے گلے کا ہار بنالیا۔''

اسی طرح علامہ سبکی جمع الجوامع میں تحریر فرماتے ہیں۔

التقليد اخذ القول من غير معرفة دليله. [جمع الجوامع ص ۳۹۲، ج ۲]

''کسی کے قول کو بغیر دلیل معلوم کئے تسلیم کرنے کا نام تقلید ہے۔''

اسی طرح فاضل قندھاری حنفی مغتنم الحصول میں رقم طراز ہیں۔

التقليد العمل بقول من ليس قوله من الحجج الشرعية بلا حُجة فالرجوع الى النبي ﷺ والى الاجماع ليس منه. [معیار الحق، ص ۶۷]

''اس شخص کے قول پر بغیر دلیل کے عمل کر لینے کا نام تقلید ہے جس کا قول شرعی حجتوں میں سے نہ ہو تو اجماع اور آنحضرت ﷺ کی طرف رجوع کرنا تقلید میں شمار نہیں ہوتا۔''

احناف کے اصول فقہ کی معتبر کتاب ''مسلم الثبوت'' میں ہے۔

لما المقلد فمستندهٔ قول مجتهده لاظنهٔ و لا ظنهٔ

''مقلد کی دلیل صرف اس کے (امام) مجتهد کا قول ہے نہ وہ (مقلد) خود تحقیق کرسکتا ہے اور نہ ہی اپنے مجتهد (امام) کی تحقیق پر غور کرسکتا ہے۔''

[مسلم الثبوت ص ۵]

حنفیوں کے ایک اور امام ملا حسن شرنبلالی حنفی تقلید کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ:

حقیقة التقلید العمل بقول من لیس قوله احدی الحجج الاربعة الشرعیة بلا حجة. [معیار الحق ص ٦٦]

''کسی ایسے شخص کے قول پر (بغیر دلیل کے) عمل کرنا جس کا قول شریعت کی چاروں حجتوں میں سے نہ ہو تقلید کہلاتا ہے۔''

احناف کے علاوہ ابوعبداللہ بن خواز منداد بصری مالکی فرماتے ہیں کہ:۔

التقلید معناهٗ فی الشرع الرجوع الیٰ قول لاحجة لقائله علیه

[اعلام الموقعین: ٢/ ١٧٨]

''ایسے شخص کے قول کی طرف رجوع کرنا کہ جس کا قول حجت نہیں ہے تقلید کہلاتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ تقلید بغیر دلیل کے پیروی کرنے کو کہتے ہیں جو غیر نبی کی ہوتی ہے۔

ایک مغالطہ

مقلدین حضرات کو جب یہ کہا جائے کہ بھائی تم غیر نبی کی تقلید کیوں کرتے ہو؟ امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع و پیروی کیوں نہیں کرتے؟ تو جواب میں کہتے ہیں کہ اگر ہم تقلید کرتے ہیں تو آپ بھی تو اپنے استاد کی تقلید کرتے ہیں جو معنی استاد بتائے وہ یاد کر لیتے ہو اگر کوئی کتاب پڑھتے ہو تو صاحب کتاب کی تقلید ہو جاتی ہے اس طرح تم بچے تھے تو تمہیں کسی کے بتانے پر علم ہوا کہ یہ میرا باپ ہے۔ یہ میری ماں ہے تو آپ بتانے والے کے مقلد ہو گئے۔ علی ھذا القیاس اس قسم کی خرافات بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ تو اس کا کچھ جواب تو تقلید کی تعریف میں گزر چکا ہے۔ مگر مزید جواب کے لئے تقلید اور اطاعت (اتباع) کے فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

تقلید اور اطاعت میں فرق

تقلید کے متعلق تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ بغیر دلیل کے ہوتی ہے۔ جیسا کہ امام ابن قیم ناقل ہیں۔

التقليد معناهٗ في الشرع الرجوع الٰی قول لا حجة لقائله عليه و ذالک ممنوع في الشريعة و الاتباع ماثبت عليه حجة.

[اعلام الموقعین ج ۲، ص ۱۷۸]

"بغیر دلیل کے کسی چیز کو قبول کرنا تقلید ہے اور دلیل معلوم کر کے اس پر عمل کرنا اتباع (اطاعت و فرمانبرداری) ہے۔"

ایک اور مقام پر یوں رقم طراز ہیں۔

كل ما او جب الدليل عليک اتباع قوله فانت متبعه.

[اعلام الموقعین، ج ۲، ص ۱۷۸]

"یعنی جس چیز پر دلیل قائم ہو جائے وہ اتباع کہلاتی ہے۔"

اسی طرح فاضل قندھاری حنفی فرماتے ہیں۔

التقليد العمل بقول من ليس قوله من الحجج الشرعية بلا حجة فالرجوع الٰی النبي ﷺ والی الاجماع ليس منه.

[بحوالہ معیار الحق ص ۶۷]

"غیر نبی کی بات کو جو شرعی حجت بھی نہیں بن سکتی تسلیم کرنا تقلید ہے اور آنحضرت ﷺ کی اتباع کرنا یا اجماع امت کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے۔ (بلکہ اتباع و فرمانبرداری ہے)"

اسی بات کی تائید مشہور حنفی عالم مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ:۔

''اطاعت تقلید کے معنی سے عام ہے جو کہ خداوند قدوس اور سرور دو عالم ﷺ کی اطاعت کو تقلید نہیں کہا گیا نیز مجتہد کا قول فی نفسہٖ حجت (دلیل) نہیں ہے اور خداوند عالم اور سرور عالم کا قول فی نفسہٖ حجت شرعیہ ہے۔''

[مقلدین آئمہ کی عدالت میں ص ۱۷]

اسی طرح امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ:۔

هو العمل بقول الغير من غير حجة فيخرج العمل بقول رسول اللّٰه ﷺ والعمل بالاجماع و رجوع العامى الٰى المفتى و رجوع القاضى الٰى شهادة العدل فانها قدقامت الحجة فى ذالك. [ارشاد الفحول ص ۲۴۶]

''غیر کے قول پر بغیر حجت عمل کرنا تقلید ہے حدیث اور اجماع پر عمل کرنے سے نکل جاتا ہے (یعنی اتباع رسول اللہ ﷺ کا تقلید نہیں اسی طرح ایک عام آدمی کا مفتی کے فتویٰ اور قاضی کا عادل گواہ کی طرف رجوع کرنا بھی تقلید نہیں کیونکہ اس پر حجت (دلیل) قائم ہو چکی ہے۔''

مزید سنیئے علامہ زمخشری فرماتے ہیں۔

ان كان للضلال اُمٌّ فالتقليد اُمّهٗ.

''کہ تقلید گمراہی کی ماں (جڑ) ہے۔''

اور حافظ ابن حزم یوں گویا ہوئے۔

واهرب عن التقليد فهو ضلالة ان المقلد فى سبيل الهالك.

''کہ تقلید ہی تو گمراہی ہے اور مقلد ہلاکت کے رستے پر گامزن ہے اور اگر تو (اے متلاشی حق) گمراہی سے بچنا چاہتا ہے تو تقلید سے کنارہ کشی کر لے۔''

مشہور شاعر بختری نے علم اور تقلید کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے۔فرماتے ہیں۔

عرف العالمون فضلک بالعلم و قال الجهال با لتقليد

"علماء نے تیری شان کو علم سے پہچانا ہے اور جاہلوں نے تقلید سے۔"

[جامع العلم ابن عبدالبر ج ۲/ص ۱۱۷۔ اعلام الموقعین ج ۲، ص ۱۷۸]

حدیث کے مسلمہ امام اور جبل عزم و استقلال امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اتباع کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

الاتباع ان يتبع الرجل ماجاء عن النبی ﷺ و عن الصحابة ثم هو من بعد فی التابعين مخير. [اعلام الموقعین، ج ۲، ص ۱۸۲]

"جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہو اس کی اتباع کی جائے گی اور جو بعد میں تابعین سے منقول ہوگا اس میں اختیار ہے۔ (اگر کتاب وسنت کے مطابق ہو قبول کرلے ورنہ ٹھکرا دے)"

امام اوزاعی مزید وضاحت فرماتے ہیں۔

العلم ماجأ عن اصحاب محمد و مالم يجيئ عن اصحاب محمد فليس بعلم يعنی مالم يجيئ اصله منهم. [مختصر المؤمل، ص ۲۰]

"علم صرف ان باتوں کا نام ہے جو صحابہ کرامؓ سے موصول ہوں اور جن باتوں کی اصل (دلیل) ان سے معلوم نہ ہو وہ ہرگز علم نہیں ہے۔"

اور اسی طرح امام ابن قیم تقلید اور اتباع کے فرق کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

اذا جمع العلمأ ان مقلدًا للناس كالا عمیٰ هما اخوان
والعلم معرفة الهدیٰ بدليله ما ذاک والتقليد يستويان

[القصيده النونية، ص ۸۳]

"دلیل کے ساتھ کسی چیز کو پہچاننے کا نام علم ہے۔ تقلید اس (علم) کے برابر

نہیں ہو سکتی (کیونکہ تقلید جہالت کا نام ہے) علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مقلد اندھے آدمی کی طرح ہے۔ جس طرح اندھے کو راستہ دکھائی نہیں دیتا اسی طرح مقلد کو بھی قرآن و حدیث کی دلیل دکھائی نہیں دیتی۔"

قارئین آپ اتباع اور تقلید کا فرق تو سمجھ چکے ہیں اب ذرا مقلد اور متبع (سنت) کا فرق بھی سمجھیں۔ تاکہ کوئی آپ کو ورغلا نہ سکے۔

مقلد اور متبع

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ جو شخص (قرآن و حدیث کی) دلیل کے ساتھ کسی بات پر عمل کرتا ہے وہ متبع ہوتا ہے اور جو شخص بغیر دلیل کے شاہراہ اسلام پر قدم رکھنے کی کوشش کرتا ہے وہ مقلد ہوتا ہے مقلد چونکہ اندھا ہوتا ہے اس لئے وہ عالم کے مقابلہ میں کس طرح ٹھہر سکتا ہے؟ اس بات کو حافظ ابن عبدالبر اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

اجمع الناس علی ان المقلد لیس معدودًا من اھل العلم و ان العلم معرفة الحق بدلیله. [اعلام الموقعین، ج ۱ ص ۷]

"کہ اس بات پر تمام لوگوں کا اجماع ہے کہ مقلد عالم نہیں ہوتا کیونکہ حق کو دلیل کے ساتھ جاننے کا نام علم اور علم سے خالی ہونے کا نام تقلید ہے۔"

امام ابن قیم حافظ ابن عبدالبر کی تائید ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

و ھذا کما قال ابو عمر رحمه اللّٰه تعالیٰ فان الناس لا یختلفون ھو المعرفة الحاصلة عن الدلیل و اما بدون الدلیل فانما ھو تقلید. [اعلام الموقعین ج ۱ ص ۷]

"ایسے ہی جیسا کہ ابو عمرؒ نے فرمایا کہ لوگوں کو اس بات میں بالکل اختلاف نہیں ہے کہ جو دلیل کے ساتھ حاصل ہو وہ علم ہے اور جو بغیر دلیل کے ہو وہ

تقلید ہے۔"

اسی لئے تو مقلد کو علماء میں شمار نہیں کیا گیا۔امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قد تضمن هذان الاجماعان اخراج المتعصب بالهوىٰ والمقلد الاعمى عن زمرة العلماء. [اعلام الموقعین ج۱ص ۷]

"یعنی اجماع سے یہ بات ثابت ہوئی کہ متعصب اور مقلد کو علماء میں شامل نہیں کیا جائے گا۔"

آ گے تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فان العلماء هم ورثة الانبياء فان الانبياء لم يورثوا ديناراً ولا درهماً و انما و رثوا العلم.

"اس لئے کہ علماء تو انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کی وراثت تو علم ہے۔"

مزید فرماتے ہیں۔

و كيف يكون من ورثة رسول الله ﷺ من يجهد و يكدح في ردّ ماجاء به الٰى قول مقلده و متبوعه و يضيع ساعات عمره في التعصب والهوىٰ ولا يشعر بتضييعه تاللّٰه انها فتنة عمت فاعمت. [اعلام الموقعین ج۱ص ۷]

"کہ مقلد انبیاء کا وارث کس طرح ہوسکتا ہے کیونکہ وہ تو اپنی زندگی ہی رسول اللہ ﷺ کے فرامین کو رد کرنے میں ضائع کر دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی قسم وہ (تقلید) ایک فتنہ ہے جو کہ خود بھی اندھی تھی اور اس نے مقلدین کو بھی اندھا کر دیا ہے۔"

ذرا غور کیجئے آپ کہیں امام ابن قیم کے الفاظ کا عملی نمونہ تو پیش نہیں کر رہے کہ آج حنفیوں کا بس ایک ہی کام ہے کہ ایسی حدیث کا جوان کے امام کے قول اور

مذہب کے خلاف ہے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر کسی نہ کسی طریقے سے اسے رد کر دیتے ہیں۔ حدیث مصطفیٰ ﷺ کو رد کرنے کے لئے اپنی صلاحیتوں کو صرف کر کے اپنی زندگی تباہ کرنے والے حنفی مقلدو۔ مجھ پہ ناراض ہونے کی بجائے اپنے ہی ایک مسلمہ امام مولانا محمد انور شاہ صاحب کاشمیری کا ابن قیم کے اس قول کے متعلق فرمان سن لیجئے روایت یوں ہے۔

''مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ قادیان کے سالانہ جلسے میں سید محمد انور شاہ صاحب اندھیرے میں بوقت فجر سر پکڑے بیٹھے تھے میں نے پوچھا حضرت مزاج کیسا ہے؟ فرمایا (کشمیری صاحب نے) ٹھیک ہی ہے میاں۔ کیا پوچھتے ہو عمر ضائع ہو چکی میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ہماری عمر اور ہماری کدو کاوش کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں (کیا وہ بھی موضوع اور ضعیف روایات سے مؤلف) اور دوسرے آئمہ پر آپ (ابوحنیفہ) کی ترجیح ثابت کریں (بزعم خویش)۔ اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی۔''

[وحدت امت، ص ۱۵]

سچ ہے حق وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

مقلد مفتی کا فتویٰ حرام

جس طرح مقلد عالم نہیں ہوتا اسی طرح مقلد مفتی بھی نہیں ہوتا کیونکہ فتویٰ کا تعلق بھی علم کے ساتھ ہے اگر مفتی مقلد (جاہل) ہے تو وہ فتویٰ خاک جاری کرے گا۔ جیسا کہ امام ابن قیم نے نقل کیا ہے۔

انه لا يجوز الفتوىٰ بالتقليد لانه ليس بعلم و الفتوىٰ بغير علم حرام. (اعلام الموقعین: ۱/ ۴۵)

''کہ تقلید کے ساتھ فتویٰ جاری کرنا حرام ہے کیونکہ تقلید تو جہالت کا نام ہے۔''

مزید فرماتے ہیں۔

رلاخلاف بین الناس ان التقلید لیس بعلم و ان المقلد لایطلق علیه اسم عالم و هذا قول اکثر الاصحاب و قول جمهور الشافعية. [اعلام الموقعین، ج۱،ص۴۵]

''یعنی اس بات میں تو لوگوں کا اختلاف ہی کوئی نہیں کہ تقلید بے علمی (جہالت) کا نام ہے اور مقلد کو عالم نہیں کہا جا سکتا (بھلا جاہل عالم کس طرح ہوسکتا ہے) اور یہ قول اکثر اصحاب اور جمہور شوافع کا ہے۔''

یعنی مقلد مفتی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ فتوی جاری کرنا اہل علم کا کام ہے مقلد کیا جانے کہ علم کس چیز کا نام ہے؟

بقول شاعر

وہ فریب خوردہ شاہین جو پلا ہو کر گسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی!

مفید مشورہ

مقلد بھائیو آپ نے سمجھ لیا کہ اتباع علم (دلیل) کا نام ہے اور تقلید جہالت (بے علمی) کی بیماری کو کہتے ہیں۔ تو آؤ۔ پھر تقلید کی دلدل سے نکلتے ہوئے جہالت جیسی اندھیر نگریوں کو خیر باد کہتے ہوئے اور علم اور دلیل جیسی ضیا پاشیوں سے اپنے آپ کو منور کرلو کہ اسی میں فلاح دارین ہے۔

مانو نہ مانو جان جاں تمہیں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

ہمارا کام تو صرف اعلان کرنا ہے کہ شریعت صرف اور صرف قرآن وحدیث

کے مجموعے کا نام ہے جو اس (قرآن وحدیث) میں آ جائے وہ عمل قابل قبول اور جو اس کے خلاف ہو اس کو چھوڑنے میں عافیت۔

جو آ گیا زبان پہ سخن ناز ہو گیا
تل جو پڑا جبیں پر وہ انداز ہو گیا

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [۵۹/الحشر:۷]

''کہ جس بات کا حکم تم کو میرا پیغمبر ﷺ دے اس کو (من وعن) قبول کرنا اور جس سے منع کرے اس سے رک جانا ہے۔''

مصور کھینچ وہ نقشہ کہ جس میں یہ صفائی ہو
ادھر فرمان محمد ﷺ ہو ادھر گردن جھکائی ہو

اس لئے کہ لوگوں نے قرآن و حدیث کو چھوڑ کر اور چیزوں کو زندگی کی راہنمائی کے اصول کے طور پر قبول کیا ہے۔ مگر اہلحدیث نے سب سے نظریں پھیر کر قرآن و حدیث پر ہی اپنی نظروں کو مرکوز رکھا ہے اور دوسروں کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ۔

حور پہ آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

کہ اے ہمارے مقلد دوستو کبھی قرآن و حدیث کے دریچوں سے بھی تو جھانک کر دیکھنے کی زحمت گوارہ کر لو کہ جس (قرآن وحدیث) پر عمل کرنا تھا اُس کو پس پشت ڈال دیا ہے اور جس کو قرآن وحدیث کے تابع بنا کر ماننا تھا اس کو سینے سے لگائے پھر رہے ہو۔

لیا عقل و دین سے نہ کچھ کام تم نے
کیا دین برحق کو بدنام تم نے

اور اس بات کا عملی نمونہ پیش کر رہے ہو کہ

احمد مرسل ﷺ کی باتوں کی کہاں توقیر ہے
اب تو ہر جا قول مرشد یا طریق پیر ہے

قارئین۔اب یہ بات تو آپ سمجھ گئے کہ علم کا تعلق دلیل سے ہے اور تقلید کا جہالت سے اب جو بھی شاگرد استاد سے پڑھے گا تو وہ دلیل کا طالب ہوگا اسی طرح والدین کی پہچان بھی دلیل سے ہوگی نہ کہ حنفی دوستو اس بات سے کہ کوئی راہ جانے والے کے متعلق کہہ دے کہ یہ تیرا باپ ہے تو وہ بغیر پہچان کے تسلیم کر لے کہ یہ میرا باپ ہے۔

عزیز قارئین! اب آپ یہ تو پڑھ چکے ہیں کہ قرآن و حدیث کے دلائل (علم) پر عمل کرنے والے (عالم) کو متبع اور تقلید کے کیچڑ میں لت پت ہونے والے کو مقلد (جاہل) کہا جاتا ہے اس سے پہلے کہ تقلید کی شرعی حیثیت پر بحث کی جائے بہتر ہوگا کہ پہلے اس کی تاریخی حیثیت پر غور کر لیا جائے تا کہ اس نامراد مرض کی تشخیص میں آسانی رہے۔

تاریخ تقلید

تقلید ایک ایسی بدعت ہے کہ جو خیر القرون میں نہیں تھی وہ تو تھا ہی خیر القرون کا زمانہ بھلا تقلید کیسے ہوتی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں کوئی صحابی بھی کسی دوسرے صحابی کا نہ مقلد تھا اور نہ ہی کسی دوسرے کی طرف کسی صحابی نے نسبت کی ہے۔ دنیا کا کوئی مقلد بھی خواہ وہ حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی ہو تاریخ کے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے کسی صحابی کو مقلد بنا کر تقلید کے جواز کی دلیل مہیا نہیں کر سکتا کیوں؟ وہ اس لئے کہ:

زخم دل میں نہیں ہے قطرہ خون
خوب ہم نے دبا کے دیکھ لیا

اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں تقلید تھی تو مقلدین کو جرأت کر کے کوئی ایک آدھ مثال ہی بیان کر دینی چاہیئے تا کہ عدم تقلید کے قائلین کو جواب تو دیا جا سکے۔ مگر مقلدین آج تک تاریخ کے اس چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت نہیں کر سکے تاریخ تو پکار رہی ہے کہ آؤ کچھ مجھ سے کہو کچھ سنو اور کچھ سناؤ اور کسی نے اس موقعہ کے لئے خوب ہی کہا ہے کہ:

کھڑا ہے دیر سے عاشق کفن باندھے ہوئے سر پر
میں صدقے دست قاتل کے میرے قاتل نکل گھر سے

مگر مقلد ہے کہ تاریخ کے سامنے شاعر کے شعر کی عملی تصویر بنا ہوا ہے۔

جیتے جی اتنا تپ فرقت میں عاشق جل چکا
لاش ساری خاک تھی چھیڑا تو پھر وہ بھی نہیں

عزیز قارئین! تقلید کا نہ صحابہ کے دور میں وجود تھا اور نہ ہی تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بلکہ یہ تو چوتھی صدی ہجری کی ایجاد شدہ بدعت ہے۔ امام ابن قیم رقم طراز ہیں۔

و انما حدثت هذه البدعة فی القرن الرابع المذموم علی لسان رسول الله ﷺ . [اعلام الموقعین، ج۲،ص۱۸۹]

''کہ خیر القرون کے زمانہ میں جس کی فضیلت آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ میں تقلید کا نام ونشان نہیں تھا بلکہ یہ بدعت (تقلید) تو چوتھی صدی میں پیدا ہوئی جس کی مذمت آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے صادر ہوئی ہے اور پھر امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے مقلدین کو چیلنج کیا ہے کہ اگر ہمارا یہ دعویٰ (کہ کوئی صحابی' تابعی' تبع تابعی' مقلد نہ تھا) غلط ہے تو کوئی مائی کا لعل مقلد ہمارے اس دعوے کو غلط ثابت کرے لیکن حقیقت ہے کہ آج تک کوئی مقلد اس کی جرأت نہیں کر سکا اور نہ ہی

کر سکے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

''آیئے ذرا اور سنیئے'' امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ تقلید کی تاریخ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرام و تابعین کے زمانہ میں ہوتا تھا حالانکہ وہ بہترین زمانہ تھا (اس لئے تو اس بدعت کا نام و نشان تک نہیں ملتا) ہر عالم جانتا ہے کہ وہ (صحابہ و تابعین) نہ تو مقلد تھے اور نہ وہ کسی عالم سے انتساب رکھتے تھے بلکہ ہر وہ شخص جو علم سے بہرہ ور نہ تھا کسی بھی عالم سے قرآن و سنت کے ثابت شدہ شرعی حکم کے متعلق پوچھ لیتا تھا اور یہ عالم اسے فتویٰ دیتے ہوئے لفظاً یا معنیً حدیث روایت کر دیتا تھا۔ وہ شخص اس پر عمل کر لیتا تھا یہ چیز رائے پر عمل کے زمرے میں نہیں آتی بلکہ روایت پر عمل کے باب میں شمار ہوتی ہے اور یہ تقلید سے زیادہ سہل (آسان) ہے کیونکہ رائے کی باریکیوں کو سمجھنا روایت کو سمجھنے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں یہی وہ منہج ہے کہ جس پر خیر القرون کے لوگ گامزن تھے ان کے بعد تابعین اور تابعین کے بعد تبع تابعین نے اس صراط مستقیم کو اپنایا پھر شیطان نے عوام کو تقلید کے ذریعے استدراج میں مبتلا کر دیا۔ (القول المفید، ص ۴۸) امام موصوف نے کس طرح واشگاف الفاظ میں تقلید کی تاریخ کو بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے ادوار اس فتنہ (تقلید) سے خالی تھے۔ اور پھر یہ تقلید شیطان کا پھندا ہے جو اس نے مقلدین کے گلے میں ڈال لیا ہے۔ مزید وضاحت سے فرماتے ہیں کہ اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ تقلید کی بدعت قرون ثلاثہ (مشہود بالخیر) کے بعد ایجاد ہوئی ہے۔ اور آئمہ اربعہ کی تقلید بھی آئمہ اربعہ کے عصر (زمانے) کے بعد شروع ہوئی۔ [القول المفید اردو، ص ۵۴]

امام الہند حضرت سید شاہ ولی اللہ صاحب محدث دھلوی ان الفاظ میں تقلید کی تاریخ کی نقاب کشائی کرتے ہیں۔فرماتے ہیں۔

اعلم ان الناس کانوا قبل المائة الرابعة غیر مجمعین علی التقلید الخالص لمذهب واحد بعینه. [حجۃ اللہ البالغۃ ج،ص ۱۵۲]

''یعنی چوتھی صدی سے پہلے کے لوگ کسی خالص ایک ہی مذہب پر متفق نہ تھے۔''

بتایئے مقلدین حضرات کہ ان لوگوں کی تحقیق آپ سے بھی کم تھی کہیں پر امام ابن قیم جوزیہ مقلدین کو چیلنج کر رہے ہیں۔کہیں شاہ ولی اللہ صاحب تقلیدی عمارت کو زمین بوس کرتے دکھائی دیتے ہیں۔یہیں بس نہیں آپ ذرا امام ابن حزم کی بھی سن لیجئے فرماتے ہیں۔

و هذا امر انما ظهر فی القرن الرابع فقط مع ظهور التقلید وانما ظهر القیاس التابعین علی سبیل الرأی والاحتیاط والظن لاعلی ایجاب حکم به ولا انه حق مقطوع.

[الاحکام فی اصول الاحکام،ج ۲،ص ۳۸]

''قیاس اور تقلید کا ظہور چوتھی صدی میں ہوا تابعین کے دور میں مقلد صرف احتیاط کی بناء پر تھا نہ اس لئے کہ اس (قیاس) کو واجب العمل سمجھا جاتا تھا۔اسے حق کا درجہ حاصل نہیں تھا بلکہ وہ (قیاس) تو صرف ظن (خیال) کی حد تک تھا۔''

دیکھا آپ نے (اے مقلدین حضرات) کہ امام ابن حزم بھی تقلید کو چوتھی صدی کی پیداوار بتا رہے ہیں اگر آپ کے اس قانون کو تسلیم کر لیا جائے کہ بغیر کسی معین مجتھد (امام) کی تقلید کے آدمی ہدایت حاصل نہیں کر سکتا تو صحابہ کرام اور تابعین کے متعلق مقلدین ہی کچھ بتا سکتے ہیں کہ وہ بھی ہدایت یافتہ تھے یا کہ نہیں؟ ہم تو اس

پوزیشن میں نہیں۔ اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ مقلد تو ہدایت کی ضیاء کی کرنوں سے محروم رہ سکتا ہے مگر صحابہ کرام اور تابعین ہدایت (کتاب وسنت) کے پھولوں کی مہک سے ضرور معطر تھے۔

لایا تو ہے نصیب ہمیں کوئے یار تک
دیکھیں گزر ہو یا نہ ہو گلعزار تک

اس کے ساتھ ساتھ امام الوقت حضرت امام الشیخ صالح العمری ان الفاظ میں تقلید کی تاریخ بیان کرتے ہیں۔

انما احدث بعد مائتی سنة من الهجرة و بعد فنا القرون التی اثنی علیهم الرسول ﷺ . [الایقاظ ھمم اولی الابصار،ص ۷۵]

"تقلید کی بدعت ہجرت کے دوسو سال بعد معرض وجود میں آئی جبکہ خیر القرون کا زمانہ گزر چکا تھا جس کی تعریف خود آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی تھی۔"

علامہ سند بن عنان مالکی ان الفاظ میں تقلید کی تاریخ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "تقلید بغیر دلیل و برہان کسی کا قول قبول کرنے کا نام ہے اس سے علم کیسے حاصل ہوسکتا ہے جس پر کوئی قطعی دلیل نہ ہو۔ نیز تقلید فی نفسہٖ بدعت بھی ہے کیونکہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ صحابہ کرام ؓ کے زمانے میں کسی معین (خاص) شخص کے مذہب کی تقلید نہ تھی۔ وہ پیش آمدہ مسائل میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور کتاب وسنت کی دلیل کی عدم موجودگی میں بحث وتمحیص کے بعد کوئی رائے اختیار کرتے تھے تابعین رحمہم اللہ بھی ہمیشہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور اگر وہ کتاب وسنت میں کوئی دلیل نہ پاتے تو صحابہ کرام کے اجماع سے استفادہ کرتے تھے اور اگر وہاں بھی اس کا حل نہ ملتا تھا اجتہاد کرتے تھے اور جس

کسی صحابی کی رائے کو قرآن وسنت کے قریب سمجھتے اسے اختیار کر لیتے پھر امام ابوحنیفہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا زمانہ آیا امام ابوحنیفہ کا سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے امام مالک کا سن وفات ۱۷۹ ہجری ہے جس سال امام ابوحنیفہ کی وفات ہوئی اسی سال امام شافعی متولد (پیدا) ہوئے امام احمد بن حنبل کا سن تولد ۱۶۴ ہجری ہے۔ یہ سب بزرگ صحابہ وتابعین کی منہاج پر گامزن تھے ان کے زمانے میں کسی معین (خاص) شخص کے مذہب کی درس وتدریس نہیں ہوئی تھی اس کے بعد قریبی زمانے ہی میں لوگوں نے کسی معین شخص کے مذہب کی درس وتدریس اور اس کی تقلید کی بدعت جاری کی۔ امام مالک اور ان کے ہمعصر (ہم زمانہ) آئمہ کے کتنے ہی اقوال ہیں جن سے ان کے تلامذہ نے اختلاف کیا۔ اگر ہم ان کے اختلافات کو نقل کرنا شروع کر دیں تو ہم اس کتاب میں اصل مقصد سے دور ہٹ جائیں گے (صرف قدوری میں جو فقہ کی تقریباً سب سے چھوٹی کتاب ہے میں ۲۶۴ مسائل ایسے ہیں جن میں امام ابوحنیفہ سے امام صاحب کے شاگردوں نے اختلاف کیا ہے) وہ سب حضرات اجتہاد کی صلاحیت سے بہرہ ور تھے اور قرآن وسنت سے استنباط کی قدرت رکھتے تھے گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے قول **خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم** کی تصدیق کر دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک زمانے کے بعد دو اور مبارک زمانوں کا ذکر فرمایا ہے یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔

اہل تقلید پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ کیسے کہہ دیتے ہیں؟ کہ مسالک تقلید امر قدیم ہے اور ہم نے شیوخ کو بھی تقلید ہی کے مسلک پر پایا ہے حالانکہ یہ بدعت تو ان بہترین زمانوں کے گزرنے کے بعد جن کی رسول اللہ ﷺ نے مدح وثناء فرمائی ہے تیسری صدی ہجری میں وجود میں آئی ہے۔ [القول المفید ص ۵۴-۵۳]

دیکھا قارئین! صحابہ کرام اور تابعین تو درکنار خود آئمہ اربعہ کے دور میں کوئی ایک آدمی بھی آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا بھی مقلد نہیں تھا۔

گھر کا بھیدی

آیئے اگر حنفی (مقلد) مذکورہ بالا علماء ومحدثین کے اقوال کو تسلیم نہیں کرتا (کہ وہ تو غیر جانبدار تھے) تو حنفیت کے گھر سے ہی علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی سے پوچھ لیتے ہیں کہ آپ کے نزدیک تقلید کی ابتداء کب ہوئی۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں۔

فان اهل السنة قدافترق بعد القرون الثلاثة او الاربعة على اربعة مذاهب. [تفسیر مظہری، ج ۲، ص ۶۴]

''اہل سنت تیسری یا چوتھی صدی گزرنے کے بعد چار مذہبوں میں تقسیم ہو گئے (یعنی تقلید تیسری یا چوتھی صدی کے بعد کی ایجاد ہے)''

انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انہیں کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی!

حنفی مقلدو! غور کرو آپ کے ایک حنفی محقق ومفسر نے ہی تقلید کو اختلاف و انتشار کا سبب قرار دے کر میرے دعویٰ کو حرف بحرف ثابت کر دیا۔

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

کیا ایسی چیز جو اختلاف کا سبب بنے اور ایک ہی منزل کے مسافروں اور ایک ہی خاندان کے افراد کو جدا جدا کر دے کیا وہ چیز ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے لائق نہیں ہے؟ چہ جائے کہ اسے کفر وایمان کی کسوٹی قرار دیا جائے۔

آہ! وہ کتنا مبارک دور تھا جب مسلمانوں میں تقلید نام کی کوئی چیز نہ تھی تمام مسلمان بھائی بھائی تھے۔ '' اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ''

مگر آج کا تقلیدی شورشوں سے بھرپور دور بھی آیا کہ عام مسلمانوں کا فرقوں میں تقسیم ہو جانا تو در کنار ایک ہی امام (ابوحنیفہ) کے مقلد (دیوبندی اور بریلوی) حنفی

کہلا کر بھی ایک دوسرے پر کفر کے فتوے صادر کر رہے ہیں ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کو گناہ تصور کرتے ہیں۔ پھر یہیں پہ بس نہیں بلکہ حنفی بریلوی اپنے ہی حنفی بھائیوں (تبلیغی جماعت والوں) کے بستر اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک رہے ہیں اور عدالت کے ذریعے ان پر اپنی مساجد میں آنے کی پابندی کے درپے ہیں اور یہ سب کچھ میری اور آپ کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے ہم آئے دن ان جیسے ہزاروں واقعات کا نظارہ کر رہے ہیں۔ شائد ایسے ہی موقعہ کے لئے کسی نے کہا تھا۔

چمن کے تخت پر جس دم شہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اک شور تھا غل تھا
خزاں کے وقت دیکھا کچھ نہ تھا پرخار گلشن میں
بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

پیارے بھائیو! ابھی تو علامہ ثناء اللہ پانی پتی حنفی چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ تقلید سے پہلے اہل سنت والجماعت میں کوئی فرقہ نہیں تھا۔ اب بتاؤ جو تقلید خود اختلاف اور تفرقہ بازی کا مجسمہ ہے وہ اتحاد کا درس کیا دے گی؟ اور پھر جو ایک ہی امام کے مقلدوں کو ایک صف میں کھڑا نہیں رکھ سکی اور نہ کر سکتی ہے وہ دوسروں کے اختلاف کیا مٹائے گی؟

سنبھلتا نہیں جن سے اپنا دوپٹہ
سنبھالیں گے کیا وہ کلیجہ کسی کا

قارئین کرام! آپ پر تقلید کی حقیقت اور اس کی تاریخی حیثیت واضح ہو چکی ہے۔ اب آیئے اس کی شرعی حیثیت پر غور کریں کہ کیا یہ اس قابل ہے کہ اسے قبول کر لیا جائے اور کیا اس کو اپنانے سے کتاب وسنت کی مخالفت تو لازم نہیں آئیگی؟ اس سے پہلے کہ تقلید کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر پرکھا جائے بہتر ہوگا۔ اگر پہلے مقلدین کے

دلائل کا جائزہ لیا جائے کہ مقلدین کی موشگافیوں نے کیا کیا گل کھلائے ہیں۔

مقلدین کے دلائل کا جائزہ

دلیل نمبر ا:۔

مقلدین تقلید کے جواز میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ...... الخ﴾ [۴/النسآء:۵۹]

اس آیت مبارکہ میں اولی الامر کے الفاظ سے مقلدین استدلال کرتے ہیں کہ اولی الامر چونکہ اہل علم ہیں اس لئے ان کی اطاعت ضروری ہے گویا کہ تقلید قرآن مجید سے ثابت ہوگئی۔ (واہ سبحان اللہ)

ہمارے شوق کی منزل نہ پوچھ اے ناصح
دل اپنا راہنما ہے یہ جدھر کو لے جائے!

جواب:۔

مقلدین کا یہ استدلال بالکل باطل ہے کیونکہ اولی الامر کے الفاظ سے اکثر مفسرین نے امراء (یعنی حکمرانوں) کو مراد لیا ہے اگرچہ بعض نے اہل علم کا بھی تذکرہ کیا ہے مگر دلائل سے امرأ ہی ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ احادیث میں اولی الامر کا لفظ اکثر امرأ کے لئے استعمال ہوا ہے اور پھر اس میں اولی الامر (خواہ وہ امرأ ہوں یا علماء کرام) کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے تابع کر دیا ہے یعنی جب تک اولی الامر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں اس وقت تک اولی الامر کے حکم کو تسلیم کرو اور اگر اولی الامر کی کتاب وسنت سے مخالفت ہو جائے تو ان کی اطاعت نہ کرو جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لا طاعة لمخلوق في معصية

الخالق. خالق (اللہ تعالیٰ) کی نافرمانی کرتے ہوئے مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے۔

اور اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ﴾ جب تمہارا کسی معاملے میں جھگڑا ہو جائے تو فیصلہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو۔

اب ظاہر ہے تنازعہ تو اولی الامر سے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کو تو بلا چوں وچراں قبول کرنا لازم ہے۔

مگر اولی الامر کے حکم کو کتاب وسنت کے ترازو میں تولا جائے گا اگر وہ حکم اس میزان میں پورا اترا تو واجب التسلیم ورنہ کتاب وسنت پر عمل کیا جائے گا۔ یہی اس آیت کا منشاء اور مفہوم ہے۔ تنازعہ کے وقت تو یہ آیت اولی الامر سے دلیل کے مطالبے کا درس دے رہی ہے اور دلیل طلب کرنا تو ویسے ہی تقلید کی فطرت کے خلاف ہے اور نہ ہی تقلید مقلد کو اپنے امام سے دلیل طلب کرنے کی اجازت دیتی ہے جب کہ اس آیت میں اولی الامر سے تنازعہ کے وقت کتاب وسنت کی طرف رجوع کا حکم ہے تو یہ آیت تقلید کے جواز کی دلیل نہ ہوئی بلکہ تقلید کے رد میں دلیل ہے۔

نہ نالے گرم پیدا کر نہ آہیں سرد پیدا کر
کھڑے ہوں جو حمایت میں تیری وہ مرد پیدا کر

دلیل نمبر۲

مقلدین یہ بھی تقلید کے جواز میں آیت پیش کرتے ہیں:۔

﴿فَسۡئَلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ [۱۶/النحل:۴۳]

''کہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں اہل ذکر (اہل علم) سے سوال کرلو اگر تم نہیں جانتے۔''

جواب:۔

پہلے اس آیت کے پس منظر کو جاننا چاہئے تا کہ جواب سمجھنے میں آسانی

رہے۔ مشرکین مکہ کا خیال تھا کہ پیغمبر بشر نہیں ہوسکتا بلکہ نبوت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی نوری مخلوق ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس سے پہلے بھی جتنے پیغمبر و رسول بھیجے ہیں وہ بھی تو سبھی بشر تھے چنانچہ ارشاد خداوندی ملاحظہ فرمائیں۔

﴿وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ فَسۡئَلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ [۱۶/النحل:۴۳]

''کہ پیغمبر تو سبھی بشر تھے اگر تمہیں اس بات کا علم نہیں (یعنی یقین نہیں آتا) تو اہل ذکر (اہل کتاب) والوں سے پوچھ کر معلوم کرلو (یعنی شبہ دور کرلو) کیونکہ اہل کتاب کی طرف بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء بھیجے گئے تھے اور جب یہ مشرکین مکہ اس بارے میں یہود و نصاریٰ سے دریافت کریں گے تو وہ انہیں بتادیں گے کہ پہلے انبیاء بھی بشر ہی تھے۔''

[تفسیر جلالین ص ۲۱۹]

تو مقلد بھائیو! اس آیت میں تو خاص ایک اعتراض کو دور کرنے کے لئے مشرکین کو اہل کتاب کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا جارہا ہے نہ کہ آپ کو امام ابوحنیفہ کی تقلید کا۔

اور اگر اس حکم کو عام بھی تسلیم کرلیا جائے تو یہ حکم ہر آدمی کے لئے ہے اگر کسی عالم کو بھی کسی بات کا علم نہیں تو اس کو بھی کسی دوسرے عالم کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ اگر اس آیت کو تقلید پر ہی محمول کرلیا جائے تو پھر امام ابوحنیفہ کو بھی تقلید کا حکم ہے اور آپ کے اصول کے تحت تقلید مقلد کی نہیں بلکہ مجتہد کی ہوتی ہے تو اس لحاظ سے یہ آیت بھی بطلان تقلید کا سبب بن رہی ہے۔

اے چشمِ اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا ہی گھر نہ ہو!

اور پھر ذرا غور کرو کہ کیا دنیا میں اہل ذکر سے مراد صرف ایک امام ابوحنیفہ ہی

ہیں اور کوئی نہیں۔ اور کیوں نہیں؟ اگر آپ جواب دیں کہ اہل ذکر چار ہیں تو پھر بھی اس آیت سے آپ کا استدلال غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اہل ذکر (چار ائمہ) سے مسئلہ پوچھنے کا حکم دیں اور آپ صرف ایک ہی امام (ابوحنیفہ) کی تقلید کریں اور حدیث کو صرف اس لئے ٹھکرا دیں کہ وہ آپ کے امام کے خلاف اور اہل ذکر میں سے ایک امام شافعی کے مذہب کے مطابق (تائید میں) کیوں ہے۔

ان کو اک حال پر رہتا ہی نہیں چین کبھی
کبھی آنے میں خفا ہیں اور کبھی جانے میں

اور پھر اس آیت میں سوال کرنے کا حکم ہے کہ جس سے مسئلہ پوچھ رہے ہو اور فتویٰ طلب کر رہے ہو اس عالم اور مفتی سے دلیل طلب کرنے کا بھی تم سائلین کو حق حاصل ہے۔ مگر تقلید یہ حق (دلیل معلوم کرنے کا) سلب کر (یعنی چھین) لیتی ہے۔ الغرض یہ آیت بھی مقلدین کی دلیل نہیں بن سکتی۔

دلیل نمبر ۳:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴾ [۹/التوبہ:۱۲۲]

اس آیت سے مقلدین یہ استدلال کرتے ہیں کہ جو لوگ علم حاصل کریں گے اور دوسروں کو دین کے احکام بتائیں گے تو جن کو بتایا جا رہا ہے ان پر (یعنی سننے والوں پر) ان احکام پر عمل کرنا ضروری ہے جو ان کو بتائے جا رہے ہیں۔

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آیت تقلید کے جواز میں پیش کرنے کا مقلدین کو کوئی

حق حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ اس آیت میں علم کی فضیلت واہمیت اور اس کے حصول کی ترغیب بیان کی جارہی ہے۔ جبکہ تقلید اور علم ایک دوسرے کے کھلم کھلا دشمن ہیں۔ جیسا کہ تفصیل سے عرض کیا جاچکا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت کو مقلدین تقلید شخصی کے جواز میں پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ ایک مسلمانوں کی جماعت کو علم حاصل کرنے کا حکم دے رہی ہے جو تقلید شخصی کے بالکل برعکس اور الگ ہے پھر اس میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو صرف فرد واحد کی تقلید کو واجب کرتا ہو۔

تیسری بات یہ ہے کہ یہ آیت تو الٹا تقلید کے خلاف دلیل بن رہی ہے کہ کسی شخص کے مرہون منت ہو کر نہ بیٹھے رہو بلکہ ہمت کرو اور علم حاصل کرو۔ یا تو ہمارے مقلد بھائیوں کو اس آیت کا مطلب ہی سمجھ نہیں آیا اور یا پھر یہ لوگ تقلید کے سمندر میں ایسے غرق ہو چکے ہیں کہ انہیں دلیل اور تحقیق کا ساحل نظر ہی نہیں آتا یا پھر عمداً دیکھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔

مقلد بھائیو! خدارا اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی لاریب کتاب قرآن مجید اور اس (قرآن مجید) کی تفسیر حدیث مبارکہ کو اپنی ہوس کا نشانہ نہ بناؤ۔

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری
غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری

دلیل نمبر ۴

جس طرح مقلدین نے قرآن مجید سے تقلید کے جواز میں استدلال کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اسی طرح مقلدین نے احادیث مصطفیٰ ﷺ پر بھی ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ ہو فرمان پیغمبر ﷺ۔

فاقتدوا بالذین من بعدی و اشار الی ابی بکر و عمر.

[جامع ترمذی، ابواب المناقب، ج۲، ص۲۰۷]

اس روایت سے لوگوں کو مقلدین نے یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ اس میں جو لفظ آیا ہے کہ اقتداء کرو اس کا مطلب ہے کہ تم تقلید کرو۔

جواب نمبرا:

واضح رہے کہ ذخیرہ احادیث میں کہیں بھی اقتداء کا معنی مروجہ تقلید نہیں کیا گیا اقتداء کا معنی لغت میں اسوہ (نمونہ) ضرور ہے اور اسوۂ کا لفظ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی استعمال کیا ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [۳۳/الاحزاب:۲۱]

''یعنی امام الانبیاء سرور کائنات امام اعظم جناب محمد رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔''

تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی زندگی کا ہر قول اور فعل منشاء خداوندی اور بطریق وحی ہوتا ہے اور دلیل سے اقتداء ہوتی ہے اور بغیر دلیل کے (جہالت سے) تقلید وجود میں آتی ہے۔ اب جو آپ ﷺ نے ابوبکر وعمر کی اقتداء کا حکم دیا ہے تو ظاہر ہے کہ دلیل سے ہوگی جیسا کہ امام کائنات ﷺ کی زندگی کے آخری دنوں سے متعلق مشہور حدیث ہے کہ جب آپ ﷺ پر مرض نے شدت اختیار کر لی تو آپ ﷺ نے بیٹھ کر نماز ادا کی اور۔

یقتدی ابوبکر بصلوٰۃ رسول اللہ ﷺ والناس مقتدون بصلوٰۃ ابی بکر . [بخاری ص۱/۹۹، کتاب الاذان باب الرجل یاتم بالامام ویاتم الناس بالماموم]

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی اور دوسرے لوگ (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز

پڑھ رہے تھے۔اس واقعہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام الانبیاء ﷺ کے فعل سے دلیل لے رہے تھے اور دوسرے صحابہ کرام دلیل سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء کررہے تھے اور اگر اقتداء سے تقلید مراد لی جائے تو اس سے جہاں اور بہت سی خامیاں سامنے آتی ہیں وہاں سب سے بڑھ کر ایک قباحت یہ بھی پیدا ہوجاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بھی مقلد ماننا پڑتا ہے (العیاذ باللہ) ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ نے اپنے کئی ایک پیغمبروں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا۔

﴿أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ [۶/الانعام:۹۰]

”کہ یہ لوگ (انبیاء کرام) وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے یعنی ان کو راہ دکھائی پس آپ بھی ان کی اقتداء کریں یعنی انہی کے راستہ پر چلیں۔“

بتایئے مقلدین اگر اقتداء کا معنی تقلید ہے تو آنحضرت ﷺ کس پیغمبر کے مقلد تھے؟ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

مقلد دوستو ہم تو کسی عام آدمی کو بھی مقلد ماننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن معتمر فرماتے ہیں:

﴿لا فرق بين بهيمة تنقاد و انسان يقلد﴾ [اعلام الموقعین،ج۲،ص۱۷۷]

”کہ مقلد آدمی اور جانور میں کوئی فرق نہیں۔“

اس لئے بھائی (مقلدو) ہمیں تو آپ کی فکر پڑی ہے اور تم

پڑی ہے فکر تجھے اے بُلبل اپنے گانے کی!
پڑی ہے فکر مجھے تیرے آشیانے کی

جواب نمبر۲:

اس استدلال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کوئی اپنی مرضی سے نہیں بلکہ یہ اقتداء تو آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ہمیں ابوبکر و عمر کی اقتداء کا حکم دیا ہے اگر امام اعظم ﷺ ہمیں ان (ابوبکر و عمر) کی تقلید کا حکم بھی دے جاتے' تو رب ارض و سماء کی قسم ہم تقلید کرنے سے بھی گریز نہ کرتے کیونکہ ہمارا تو سرمایہ ہی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔

نقاب الٹا صبا نے جبکہ اس کے روئے تاباں کا
جھک کر ابر کی چادر میں منہ خورشید نے ڈھانکا

اور ہم تو اپنی زندگی کا وہ ایک لمحہ بھی ضائع سمجھتے ہیں جو کتاب و سنت کے مطابق نہیں گزرتا کہ:

جب تک اس زلف کا سودا نہیں اعزاز نہیں
زیب سر نہیں جس پہ کوئی طرہ وہ ممتاز نہیں

مقلد دوستو! آؤ رائے و قیاس اور تقلید و جمود کے بوریے بستر کو سمیٹتے ہوئے کتاب و سنت پر عمل پیرا ہو جاؤ کہ اس میں ہی دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

مزہ برسات کا گر چاہو میری آنکھوں میں آ بیٹھو
سیاہی ہے' سفیدی ہے' شفق ہے ابر باراں ہے

اور مقلد بھائیو اس میں تو ابوبکر و عمر کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ نے ابوبکر و عمر کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہ۔ امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کو اس حکم کا مصداق کیونکر ٹھہرا لیا ہے؟

آؤ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں اور آپ کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ کوفی بغدادی قیاس و آراء کو چھوڑو اور غنچہ محمدی کے پھولوں کی مہک سے معطر ہو جاؤ۔ کسی نے بھی مسلک اہلحدیث کی خوب ترجمانی کی ہے۔ فرماتے ہیں:

نقد علیه سکة نبوية
ضرب بالمدينة اشرف البلدان

''وہ سکہ جس پر مہر نبوی ہے یہ مدینہ میں جو تمام شہروں سے بہتر ہے میں تیار ہوتا ہے۔''

دلیل نمبر ۵:

عجیب استدلال

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ مقلدین حضرات نے اپنے غلط مؤقف (جواز تقلید) کو ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث کو تختہ مشق بنانے سے بھی گریز نہیں کیا۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں اور حنفیت کی ایک نئی اور عجیب دلیل سے لطف اندوز ہوں۔ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ بمطابق مارچ ۱۹۹۱ء کا مہینہ تھا۔ راقم حنفیوں کے ایک مدرسے (دارالعلوم تعلیم القرآن والسنہ گوجرانوالہ) میں دورہ تفسیر القرآن الکریم کا سبق پڑھ رہا تھا[1]

تو سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کہ موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ پر اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کے لئے گئے تو پیچھے سے سامری نے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو کہا کہ تم اتنے متقی اور پرہیز گار بنے پھر رہے ہو اور سونا تم نے فرعونیوں کا پہن رکھا ہے اور اس کے مالک بنے بیٹھے ہو جبکہ یہ تمہارے لئے جائز نہیں ہے اور سب سے پہلے جو اس (سامری) کے پاس سونا تھا وہ اس نے پھینک دیا تو یہ دیکھ کر لوگوں نے بھی اپنا اپنا سونا نکال کر پھینک دیا۔[2] اور حضرت ہارون علیہ السلام سے مسئلہ دریافت کرنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ اگر وہ ہارون علیہ السلام سے مسئلہ پوچھ لیتے (یعنی ان کی تقلید کر لیتے) تو ان کا مال ضائع نہ ہوتا۔ اور وہ اپنی مرضی سے استدلال کر کے (اہلحدیث پر طعن) ایمان ضائع

---

[1] ویسے استاذ مکرم ومحترم مہتمم مدرسہ حافظ محمد صدیق صاحب حنفی نقشبندی مجددی دیوبندی نے سوال زیادہ کرنے کے جرم میں سورۃ جاثیہ پ۲۵ میں جا کر مدرسہ سے نکال دیا تھا۔ ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ''

[2] یہاں یہ بحث نہیں کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ صرف جواز تقلید کی دلیل پر قارئین کو آگاہ کرنا مقصود ہے۔

نہ کر بیٹھتے۔ تو گویا تقلید نہ کرنے سے جو فتنے برپا ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بعض اوقات آدمی بہت دور (گمراہی کے دھانے پر) چلا جاتا ہے۔

جب استاد مکرم یہ استدلال کر رہے تھے تو میں بیٹھا پریشان ہوتا جا رہا تھا کہ دلیل یہ نئی ہے جواب سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ دل سے بس یہ دعا نکلی کہ یا اللہ اس سے پہلے تو کوئی ایک مسئلہ بھی میری موجودگی میں ایسا نہیں گزرا جو قرآن و حدیث کے خلاف ہو اور میں نے اس کی تردید کر کے قرآن و حدیث کا دفاع نہ کیا ہو۔ بس پھر جونہی استاذ صاحب نے اپنی تقریر ختم کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق بخشی کہ میں نے جواب دیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے مجھ سے کتاب و سنت کی وکالت کا کام لے لیا۔

میں نے عرض کیا کہ استاد جی یہ سارا واقعہ تو تقلید کے خلاف (رد میں) دلیل بن رہا ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت ہارون علیہ السلام سے مسئلہ دریافت کر کے تحقیق نہ کی اور سامری کی تقلید کی۔ اگر وہ ہارون علیہ السلام کے پاس جا کر تحقیق کر لیتے اور سامری کی تقلید نہ کرتے تو ان کا مال بھی بچ جاتا اور ایمان بھی محفوظ رہ جاتا مگر یہ تقلید کا کرشمہ ہے کہ تقلید کر کے انہوں نے مال بھی ضائع کر لیا اور ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔

دلیل نمبر ۶:

مقلدین تقلید کے جواز میں یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں کہ ایک مزدور آدمی نے اپنے مالک کی بیوی سے زنا کر لیا جب اس کے متعلق اہل علم سے سوال کیا گیا تو انہوں نے (اہل علم) نے جواب دیا کہ تیرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال جلاوطن کیا جائے گا۔ اور اس عورت کو رجم (سنگسار) کیا جائے گا تو معلوم ہوا کہ تقلید جائز ہے۔ (سوال گندم جواب چنے)

جواب:۔

یہ ایک طویل حدیث کا اقتباس ہے۔ مکمل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

''فقہیہ امت محمد یہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ دو آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرما دیجئے اور دوسرے آدمی نے (جو کہ ساتھ ہی آیا تھا) کہا کہ ہاں (ضرور) اللہ کے پیغمبر آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرما دیجئے اور مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں بات کروں۔ تو آنحضرت ﷺ نے بات کرنے کی اجازت دی۔ تو وہ آدمی کہنے لگا کہ اللہ کے پیغمبر میرا بیٹا اس آدمی کے پاس ملازم (نوکر) تھا اور وہ (میرا بیٹا) اس آدمی کی بیوی سے زنا کر بیٹھا مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کو رجم (سنگسار) کیا جائے گا تو میں نے اپنے بیٹے کی طرف سے فدیہ کے طور پر اس آدمی کو ایک لونڈی اور سو بکریاں دے دیں۔

ثم انی سألت اهل العلم فاخبرونی ان علی ابنی جلد مائة و تغریب عام و انما الرجم علی امرأته.

پھر میں نے اہل علم سے سوال کیا تو انہوں نے (اہل علم) نے مجھے بتایا کہ تیرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے گا اور اس آدمی کی بیوی کو رجم کیا جائے گا۔

فقال رسول اللہ ﷺ اما والذی نفسی بیده لا قضین بینکما بکتاب اللہ.

تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس ذات (اللہ تعالیٰ) کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری (محمد ﷺ کی) جان ہے میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ پھر آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ:

اما غنمک و جاریتک فرد علیک و اما ابنک فعلیه جلد

مائة و تغريب عام و اما انت يا انيس فاغد الى امراة هذا فان اعترفت فارجمها فاعترفت فرجمها. [مشکوٰۃ، ج۲،ص۳۰۹، کتاب الحدود۔ بخاری ج۲ص۱۰۰۸، کتاب المحاربین۔ باب الاعتراف بالزنی۔ مسلم، ج۲،ص۶۹، باب حد الزنا]

''تیری لونڈی اور تیری بکریاں تجھے واپس کر دی جائیں گی۔ اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا جائے گا (اور آپ ﷺ نے فرمایا) اے انیس تو صبح (یعنی کل) اس عورت کے پاس جاؤ اگر وہ (زنا) کا اعتراف کر لے تو اسے رجم کر دینا تو اس عورت نے زنا کا اعتراف کر لیا اور صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے اسے رجم کر دیا۔''

اب بتاؤ مقلدین حضرات اس حدیث سے تقلید کا جواز کیسے ثابت ہوتا ہے اگر وہ آدمی مقلد ہوتا (**کما زعمتم یا معشر المقلدین**) تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں فیصلہ نہ لاتا بلکہ وہ تو ارشادِ باری تعالیٰ

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾[۴/ النسآء:۵۹]

پر عمل کرتا ہوا تقلید کی بدعت کو پاؤں کے نیچے مسلتا ہوا تقلیدی کیچڑ کو فرمانِ پیغمبر ﷺ کے پانی سے دھوتا ہوا (صاف کرتا ہوا) نظر آتا ہے۔

''کڑوا تھو''

کتنا افسوس ہے مقلدین پر کہ جس حدیث کو خبرِ واحد کہہ کر رد کرتے ہیں اسی روایت کو اپنے مقلد بننے کے لئے دلیل بنا لیتے ہیں۔ کیونکہ حنفی مقلد ذاتی مفاد کے لئے جلاوطنی اور کوڑوں کی اکٹھی سزا کے قائل نہیں۔ (ہدایہ)

سچ ہے:

میٹھا میٹھا ہڑپ کڑوا کڑوا تھو

دلیل نمبر ۷

مقلدین حضرات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کلالہ کے متعلق فرمان کو بھی دلیل بناتے ہیں کہ خلیفہ اول رفیقِ پیغمبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

اقضی فیها فان یکن صوابا فمن اللّٰه و ان یکن خطأ فمنی و من الشیطان و اللّٰه منه بریئ هو مادون الولد و الوالد فقال عمر بن الخطاب اِنّی لا ستحي من اللّٰه ان اخالف ابابکر وصح عنه انه قال له راینا لرأیک تبع.

[اعلام الموقعین ج ۲، ص ۱۸۳]

''کہ میں اس (کلالہ) کے بارے میں فیصلہ کرتا ہوں اگر یہ صحیح ہوا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا اور اگر یہ غلط ہوا تو میری طرف سے ہوگا اور شیطان کی طرف سے اللہ تعالیٰ اس سے بری ہیں (کلالہ اس میت کو کہا جاتا ہے جس کی اولاد نہ ہو اور نہ ہی والدین زندہ ہوں) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہوئے اللہ رب العزت سے حیا آتی ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کرتے تھے کہ میری رائے آپ کی رائے کے تابع ہے۔''

جواب:۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہوئے مجھے اللہ سے حیا آتی ہے اور یہ کہ میری رائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کے تابع ہے اس بناء پر نہیں تھا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے تھے۔ بلکہ یہ تو محض ایک امیر کی عظمت لوگوں کے ذہنوں میں اجاگر کرنے کے لئے تھا اور اگر معاملہ وہ ہے جو

مقلدین بیان کرتے ہیں تو پھر بھی یہ دلیل جواز تقلید میں کئی وجوہ سے باطل ہے۔

اولاً:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کئی مسائل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا ہے۔مثلاً

۱:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشرکین کے قیدیوں کے بارے میں اختلاف کیا تھا۔

۲:۔ مفتوحہ زمین میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر کہ اس مفتوحہ اراضی کو تقسیم نہ کیا جائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا ہے۔

۳:۔ اس طرح مفاضلت کا معاملہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ مسلمانوں میں مقام کے لحاظ سے وظائف دیئے جائیں مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مساوات کے حق میں تھے۔

۴:۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافت کے لئے مجلس شوریٰ مقرر کر کے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی تھی جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔

(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے الاحکام فی اصول الاحکام۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اختلاف کر کے یہ بتایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی بسا اوقات احکام میں خطا ہو جاتی تھی اور خطا زدہ امور کو تسلیم کرنے کی بجائے کتاب و سنت کی طرف رجوع کیا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اختلاف کر کے اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھنے کی طرف بھی رہنمائی کر کے تقلید شخصی کے بت کو پاش پاش کر دیا ہے۔مگر حنفی مقلد ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول کے متعلق یہ واویلا کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ:

فلعنة ربنا اعداد رمل۔

على من رد قول ابى حنيفة [درمختار، ج۱، ص۴۷]

اس شخص پر ریت کے ذروں کے برابر لعنتیں ہوں جو ابو حنیفہ کے ایک قول کو بھی رد کرتا ہے۔

ثالثاً اگر مقلدین کے نزدیک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مذکورہ قول تقلید کے حق میں جاتا ہے تو انہوں نے اپنی رائے کا اظہار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں کیا تھا تو آج کے مقلدین کو بھی چاہیے کہ امام ابو حنیفہ کی تقلید کی بجائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقلید کریں اور فی الفور نماز میں رفع یدین شروع کر دیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں رفع یدین کرتے تھے مگر یہ ناممکن اور محال ہے بلکہ بعض کے نزدیک تو صحابی کی تقلید جائز ہی نہیں۔ تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ فرمان ان کے اصول کے مطابق کیسے تقلید کی دلیل بن گیا۔

آپ ہی اپنے ''عدل و کرم'' پہ ذرا غور کرو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی!

دلیل نمبر ۸

مقلدین تقلید جیسی بدعت کو ثابت کرنے کے لئے ایک دلیل یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی مطابقت کی ہے جو کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید پر دلالت کرتی ہے۔

جواب:۔

اس روایت سے جواز تقلید کی دلیل اخذ کرنا باطل ہے کیونکہ صحابہ کرام اگر کسی کے قول کی موافقت کرتے تھے تو اس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ اس کے متعلق وہ کتاب و سنت سے دلیل جانتے تھے اور یا پھر ان کا اپنا اجتہاد دوسرے صحابی کے اجتہاد کے موافق ہوتا تھا۔ وہ آج کے مقلدین کی طرح کسی دوسرے کے قول پر عمل نہیں کرتے تھے کہ کسی آدمی (صحابی کے قول) کو پکڑ لیا اور کتاب وسنت کو پس پشت ڈال دیا بلکہ جب

ان کا اجتہاد کسی دوسرے صحابی کے اجتہاد کے خلاف ہوتا تھا تو وہ اس فعل میں دوسرے صحابی سے اختلاف بھی کر لیتے تھے۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ اہل علم ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سو کے لگ بھگ مسائل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا ہے۔ صرف چار مسئلے ایسے ہیں جن میں انہوں نے اتفاق کیا ہے۔

[القول المفید ص ۴۴]

اسی طرح امام ابن حزم نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہت سے مسائل میں اختلاف کیا ہے پھر امام صاحب نے بطور مثال چند ایک مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے احکام فی اصول الاحکام ج ۲، ص ۶۲۔ ۶۱۔)

دلیل نمبر ۹

تقلید کے قائلین کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ۔

کان ستة من اصحاب النبی ﷺ یفتون الناس ابن مسعود و عمر بن الخطاب و علی و زید بن ثابت و ابی بن کعب و ابو موسیٰ و کان ثلاثة منهم یدعون قولهم لقول ثلاثة کان عبداللہ یدع قوله لقول عمر و کان ابو موسیٰ یدع قوله لقول علی و کان زید بن ثابت یدع قوله لقول ابی بن کعب.

[اعلام الموقعین ج ۲، ص ۱۸۳]

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں چھ صحابہ کرام ایسے تھے جو فتویٰ جاری کیا کرتے تھے اور ان چھ میں سے تین صحابہ باقی تین کے لئے اپنے قول (رائے) کو ترک کر دیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عمر بن خطاب، حضرت علیؓ حضرت

زید بن ثابت' حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ان میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے لئے اپنے قول کو چھوڑ دیتے تھے۔

جواب :۔

اس کا جواب بھی تقریباً وہی ہے کہ جو کہ دلیل نمبر ۸ میں گزرا ہے۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتاب وسنت کی دلیل کے مقابلے میں کسی صحابی کے قول (رائے قیاس) کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ جیسا کہ ان صحابہ کرام کے طرز زندگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک عام صحابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی مخالفت بھی صرف اس بناء پر کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق تمہارا قول نہیں ہے۔ (تفصیل کے لئے الاحکام ابن حزم کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ملاحظہ ہو جلد نمبر ۲ باب نمبر ۳۶ ص ۹۲۔۹۱۔)

مقلدین حضرات یہ دلیل بھی تو سابقہ دلائل کی طرح الٹا بطلان تقلید کا موجب بن رہی ہے غور کرو اور ذرا سوچو کہ ان الٹی سیدھی تاویلات سے کبھی مسائل حل نہیں ہوا کرتے بلکہ کتاب وسنت کے دلائل اور واضح نصوص کے مقابلہ میں ان خام خیالیوں کو خیر باد کہنا ہی پڑتا ہے۔

آؤ! کتاب وسنت کو مشعل راہ بنا لو کہ یہی نجات کا راستہ ہے باقی سب شیطان کے راستے ہیں اگر صراط مستقیم کی شاہراہ اعظم پر گامزن ہونا چاہتے ہو تو پھر آؤ تقلید جیسی پگڈنڈیوں کو چھوڑ دو۔

ٹوٹیں گے اپنے ہاتھ یا کھولیں گے یہ نقاب
سلطان عشق کی یہی فتح و شکست ہے

دلیل نمبر ۱۰:

مقلدین تقلید کے جواز میں آنحضرت ﷺ سے منسوب یہ الفاظ بھی پیش کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم.

''کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔''

جواب:۔

اولاً یہ روایت آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے بلکہ موضوع اور من گھڑت ہے۔ یہ متعدد صحابہ کرام کے نام لے کر روایت کی جاتی ہے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں مگر اس روایت کی سند میں عبدالرحیم بن زید کذاب ہے۔[میزان الاعتدال] اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے اس کی سند میں جویبر بن سعید ہے جو کہ متروک الحدیث ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے اس کی سند میں سلام بن سلیم ہے جو کذاب ہے۔ نیز حارث بن غصین جو مجہول ہے۔

[سلسلہ احادیث ضعیفیہ ص ۷۸]

جب یہ روایت ہی من گھڑت ہے تو اس سے کسی قسم کے استدلال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ثانیا: اس روایت میں تو رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء کا حکم دے رہے ہیں اور آپ نے صحابہ کرام کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہ کی تقلید کیوں شروع کر دی؟ مقلد دوستو! وہ دلیل پیش کرو جو آپ کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو اور کچھ نہیں تو کم از کم تنکے کا کام تو دے سکے مگر تم تو (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) کا مصداق بھی نہیں بن سکے۔

یہ وہ دلائل تھے جو مقلدین کے خیال میں تقلید کا جواز پیش کرتے ہیں مگر آپ نے ان تمام کی حقیقت دیکھ لی ہے کہ ان میں کوئی ایک بھی دلیل تقلید کے

اثبات پر نہیں۔

تقلید کی شرعی حیثیت

عزیز قارئین! آپ تقلید کی حقیقت اور تاریخی حیثیت سے واقفیت حاصل کر چکے ہیں۔ اب ہم اس کی شرعی حیثیت آپ کے پیش خدمت کر رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ تقلید کے جواز پر قرآن وحدیث میں کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ قرآن وحدیث نے تو تقلید سے واضح منع کیا ہے اس لئے کہ تقلید میں شرک و بدعت کی آمیزش بھی ہے کیونکہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا یا اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے جاری نہیں کروایا وہ یا تو شرک ہوگا یا پھر بدعت۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَوُٓا شَرَعُوْا لَهُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَالَمْ يَاذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾

[۴۲/الشوریٰ:۲۱]

''یعنی کہ ان لوگوں نے (خدا کے) شریک بنا رکھے ہیں جو ان کو دین کا راستہ بتلاتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔ (اس سے مراد شرک اور گناہ کے کام ہیں۔ اشرف الحواشی ترجمہ قرآن مجید)''

تقلید شرک کی بستی میں

بہت سی قرآنی آیات اور احادیث نبوی ایسی تقلید (جس کی تعریف پہلے گزر چکی ہے) کے شرک ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ [۹/التوبۃ:۳۱]

''یعنی انہوں نے (یہود و نصاریٰ نے) اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ رب بنالیا۔''

اس آیت مبارکہ میں علماء اور درویشوں کو رب بنانے کا یہ مطلب ہرگز

نہیں ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے احبار و رھبان کو خالق سمجھتے تھے یا ان کو سجدہ کرتے تھے بلکہ وہ (یہود و نصاریٰ) اپنے احبار و رھبان کی حلال کردہ کو حلال اور حرام کردہ اشیاء کو حرام سمجھتے تھے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو امام محمد بن عبدالرحمٰن الحسن الشافعی اس آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہیں کہ۔

اتخذوا احبارھم علماء ھم و رھبانھم زھادھم والاحبار من الیھود والرھبان من النصاریٰ ارباباً من دون اللہ حرموا علیھم الحلال و حللوا لھم الحرام فاطاعوھم و ترکوا کتاب اللہ تعالیٰ.

[جامع البیان ج ۱ ص ۲۷۰]

”یعنی یہود و نصاریٰ نے حلت و حرمت میں اپنے علماء کی اطاعت کی اور کتاب اللہ (اللہ تعالیٰ کے حلت و حرمت کے متعلق حکم) کو انہوں نے چھوڑ دیا۔

اور اس بات کا نام تقلید ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر ائمہ اور فقہا کی اتباع کی جائے اور اسی کو (تقلید کو) اللہ تعالیٰ نے شرک کے نام سے پکارا ہے۔“

اس آیت کی تفسیر میں حذیفہ بن یمان اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

انھم اتبعوھم فیما حللوا و حرموا.

”یعنی ان (یہود و نصاریٰ) نے اس بات میں اپنے علماء اور درویشوں کی اطاعت کی تھی کہ جو انہوں نے (احبار و رھبان نے) حلال کر دیا اس کو حلال سمجھ لیا اور جو انہوں نے حرام کر دیا اس کو حرام سمجھ لیا (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی پرواہ نہ کی اور اسی کا نام تقلید اور شرک ہے)“

(فاعتبر یا مقلد)

اور اسی بات کو امام سُدّی نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے کہ:

استنصحوا الرجال و نبذوا کتاب الله وراء ظهورهم.

''یعنی یہود و نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور رجال (احبار رھبان) کی آراء اور قیاسات کو بغیر سوچے سمجھے (تقلید کرتے ہوئے) قبول کرلیا۔'' [تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۳۴۹]

اب ذرا صاحب تفسیر نیشاپوری صاحب کی بات بھی غور سے سن لیجئے شاید کہ آپ کے ضمیر کو جھنجھوڑنے میں اہم کردار ادا کر سکے وہ اسی آیت (اتخذوا احبارهم و رهبانهم...... الخ) کے تحت احبار و رھبان کا معنی بیان کرنے کے بعد بیان فرماتے ہیں کہ:۔

اختلفوا فی معنی اتخاذهم ایاهم ارباباً بعد الاتفاق علی انه لیس المراد أنهم جعلوهم الهة العالم فقال اکثر المفسرین المراد انهم اطاعوهم فی اوامرهم و نواهیهم نقل ان عدی بن حاتم کان نصرانیاً فانتهی الی النبی ﷺ و هو یقراء سورة برأة فلما و صل الی هذه الایة قال عدی انا لسنا نعبد هم فقال ألیس تحرمون ما احل الله و تحلون ما حرم الله فقلت بلیٰ فقال فتلک عبادتهم قال الربیع قلت لابی العالیة کیف کان تلک الربوبیة فی بنی اسرائیل فقال انهم ربما وجدوا فی کتاب الله ما یخالف قول الاحبار والرهبان فکانوا یاخذون باقوالهم و ما کانو یقبلون حکم الله قال العلماء انما لم یلزم تکفیر الفاسق بطاعة الشیطان خلاف ما علیه الخوارج لان الفاسق و ان کان یقبل دعوة الشیطان الا انه یلعنه و یستخف به بخلاف اولئک الاتباع المعظمین قال الامام فخر الدین الرازی رحمه الله تعالیٰ قد شاهدت جماعة من مقلدة الفقهاء

قرأت عليهم آيات كثيرة من كتاب الله في مسائل كانت تلك آيات مخالفة لمذهبهم فيها فلم يقبلوا تلك الآيات و لم يلتفتوا اليها و كانو ينظرون الى كالمتعجب يعني كيف يمكن العمل ظواهر تلك الايات مع ان الرواية عن سلفنا وردت بخالفها ولا تاملت حق التامل وجدت هذا ساريا في عرف الاكثرين.

[تفسیر غرائب القرآن المعروف تفسیر نیشا پوری، پ ۱۰، ج ۶، ص ۷۱]

علماء نے اس بات پر اتفاق کرنے کے بعد کہ ان یہود ونصاریٰ نے اپنے علماء (احبار و رھبان) کو رب تو نہیں بنایا تھا اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ پھر "اتخذوا احبارھم و رھبانھم ...... الخ" کا کیا معنی ہے؟

تو اکثر مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے علماء کی اوامر (حکم دینے) اور نواہی (منع کرنا کسی چیز سے) میں اپنے علماء کی اطاعت کی تھی (جیسا کہ) عدی بن حاتم کے بارے میں نقل کیا گیا ہے۔

کہ وہ نصرانی (عیسائی) تھے تو وہ اسی حالت میں یعنی نصرانیت کی حالت میں ہی آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تو آنحضرت ﷺ سورۃ براۃ (سورۃ توبہ) کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب اس آیت "اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ ...... الخ" پر پہنچے تو عدی کہنے لگے کہ ہم تو اپنے علماء کی عبادت نہیں کرتے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم (علماء کے کہنے پر) اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال نہیں جانتے ہو؟ تو عدی کہنے لگے کہ ہم ضرور ایسا ہی کرتے ہیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہی تو ان کی عبادت ہے۔ یعنی ان کی تقلید کرنا ہی تو ان کی عبادت کے مترادف ہے۔ جناب ربیع کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے کہا کہ بنی اسرائیل کے اپنے علماء کو رب ٹھہرانے کی کیا کیفیت تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ وہ (بنی اسرائیل) اکثر ایسے

مسائل جو کتاب اللہ کے ان کے علماء کے خلاف ہوتے تھے کو چھوڑ دیتے تھے اور اپنے علماء کے اقوال پر عمل کرتے تھے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ فاسق آدمی اگر (کسی کام میں) شیطان کی پیروی کرے گا تو کافر نہیں ہوتا بخلاف خوارج کے اس لئے کہ اگرچہ وہ (فاسق) شیطان کی اطاعت کرتا ہے مگر وہ اس کو برا بھلا بھی کہتا ہے یعنی لعن طعن کرتا ہے مگر یہ لوگ (مقلدین) ہیں کہ جن کی یہ تقلید کرتے ہیں ان کی تعظیم بھی کرتے ہیں (کما سیاتی ان شاء العزیز)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ میں مقلد فقہاء کی ایک جماعت کو ملا تو میں نے ان کے سامنے بہت سی ایسی آیات اللہ تعالیٰ کی کتاب سے پڑھیں جو ان (مقلدین) کے مذہب کے خلاف تھیں تو انہوں نے ان آیات کی طرف بالکل ہی توجہ نہ دی بلکہ وہ حیرانگی سے میری طرف تکتے رہ گئے کہ جو آیات ہمارے اسلاف کے خلاف ہیں ان پر عمل کرنا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ (امام صاحب فرماتے ہیں) اگر تو (اے متلاشی حق) اس بات پر اچھی طرح غور کرے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ یہ مرض (تقلید) اکثر لوگوں میں سرائیت کر چکا ہے۔

[تفسیر غرائب القرآن المعروف تفسیر نیشاپوری، ج ۶، ص ۷۱]

قارئین حضرات! غور فرمائیں کہ نیشاپوری صاحب کس قدر واضح الفاظ میں بتا رہے ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء کی تقلید کی اور قرآن مجید کی زبان میں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں (نزدیک) مشرک ٹھہرے۔

نتیجۃً تقلید کرنا ایسے ہی ہے گویا مخلوق میں سے کسی کو وہ اختیار سونپ دیئے جائیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔

اور پھر امام صاحب نے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ نقل کر کے مقلدین کے ضمیر کو جھنجھوڑا ہے کہ کم عقلو (مقلدو) ذرا غور کرو کہ اس تقلیدی تعصب کی

بناء پر قرآنی آیات کی طرف توجہ دینے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کرتے ہو بلکہ قرآنی آیات کا درس دینے والے کی طرف متحیر نگاہوں سے دیکھتے ہو۔

نہ دیکھ اے ظالم (مقلد) اتنی بیباکی سے کہیں افسانے نہ بن جائیں
نگاہوں کے تصادم میں بڑی بدنامی ہوتی ہے!!

اور اسی سے ملتی جلتی عبارت امام رازی رحمۃ اللہ نے بھی تفسیر کبیر میں نقل کی ہے۔

الاکثرون من المفسرین قالو لیس المراد من الارباب انهم اعتقدو افیهم انهم الهة العالم بل المراد انهم اطاعوهم فی اوامرهم و نواهیهم نقل ان عدی بن حاتم کان نصرانیا فانتهی الی رسول الله ﷺ و هو یقرأ سورة براة فوصل الی هذه الایة قال فقلنا لسنا نعبد هم فقال (الیس یحرمون ما احل الله فتحرمونه ویحلون ما حرم الله فتستحلونه) فقلت بلی قال (فتلک عبادتهم) و قال الربیع قلت لابی العالیة کیف کانت تلک الربوبیة فی بنی اسرائیل؟ فقال انهم ربما و جدوا فی کتاب الله ما یخالف اقوال الاحبار و الرهبان فکانوا یاخذون باقوالهم و ما کانوا یقبلون حکم کتاب الله تعالیٰ قال شیخنا و مولٰنا خاتمة المحدثین والمجتهدین رضی اللہ عنہ قد شاهدت جماعة من مقلدة الفقهاء قرأت علیهم آیات کثیرة من کتاب الله تعالیٰ فی بعض المسائل و کانت مذاهبهم بخالف تلک الایات فلم یقبلوا تلک الایات و لم یلتفتوا الیها و بقوا ینظرون إلی کالمتعجب یعنی کیف یمکن العمل بظواهر هذه الایات

مع ان الروایة عن سلفنا وردت علی خلافها و لو تأملت حق التامل وجدت هذا الداء ساریا فی عروق الاکثرین من اهل الدنیا.

اس کا معنی تفسیر نیشاپوری والی عبارت سے ملتا جلتا ہے اگرچہ چند ایک الفاظ مختلف ہیں مگر مفہوم ایک ہی ہے جس کی وجہ سے یہاں اختصار کے لئے ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ یہ بات نقل کرنے کے بعد مقلدین کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ اگر مقلدین کی طرف سے یہ اعتراض کیا جائے کہ یہود ونصاریٰ اپنے علماء (احبار ورھبان) کی اطاعت کر کے کافر کیوں؟ قرار دیئے گئے جبکہ فاسق آدمی جو شیطان کی اطاعت کرتا ہے اسے آپ کافر کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو امام صاحب جواب دیتے ہیں کہ:

ان الفاسق ان کان یقبل دعوة الشیطان الا انه لا یعظمه لکن یلعنه و یستخف به اما اولئک الاتباع کانوا یقبلون قول الاحبار والرهبان و یعظمونهم فظهر الفرق.

[تفسیر کبیر ج ۱۶ ص ۳۷]

''یعنی فرق ظاہر ہے کہ فاسق آدمی اگر شیطان کی اطاعت کرتا ہے تو وہ (فاسق) اس پر لعنت بھی کرتا ہے برا بھلا کہتا ہے (فاسق آدمی اطاعت کرنا نہیں چاہتا مگر بتقاضائے بشریت نفس کے نرغے میں آ کر کر گزرتا ہے۔ بخلاف مقلد کے کہ مقلد تو جان بوجھ کر تقلید کا پٹہ گلے میں ڈالتا ہے) جبکہ مقلد اپنے متبوع کی اطاعت کرنے کے ساتھ ساتھ تعظیم بھی کرتا ہے۔''

حنفیوں کے گھر کی شہادت

اس سے پہلے کہ تقلید کے شرک ہونے پر مزید دلائل بیان کیے جائیں پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ مقلدین کے اپنے متبوعین کی اطاعت اور تعظیم کو ہی اللہ تعالیٰ نے نشانہ بنایا ہے۔ چنانچہ مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی تفسیر مظہری میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۵ کے تحت بیان فرماتے ہیں۔

و من الناس من يتخذ من دون الله اندادًا ﴿ اصناما او رؤساء هم الذين كانوا يطيعونهم اوما هو اعم منها يعني كل ما كان مشغلا عن الله تعالىٰ مانعا عن امتثال اوامره يحبونهم يعظمونهم و يطيعونهم كحب الله كتعظيمهم لله اى يسوون بينه و بينهم فى المحبة و الطاعة. ﴾

[تفسیر مظہری ۲/البقرۃ:۱۶۵]

''یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ شریک بنانے کا مطلب ہے یا تو انہوں نے اصنام (بتوں) کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیا اور یا پھر اپنے ان سرداروں کو (علماء و مفتیان وغیرہ) جن کی وہ اطاعت کرتے تھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیا۔ آگے بیان فرماتے ہیں کہ ان شرکاء سے محبت کا معنی یہ ہے کہ وہ ان کی تعظیم کرتے تھے اور اطاعت کرتے تھے جیسا کہ مومن اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرتے ہیں تو ان (مقلدین) نے اللہ تعالیٰ اور ان شرکاء (اپنے متبوعین) کو اطاعت اور محبت میں برابر کر دیا۔''

امام الہند مولانا شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ ایسے مقلد کو جو قرآن وحدیث کی نص کے مقابلہ میں اپنے امام (متبوع) کے قول کو ترجیح دیتا ہے کہ متعلق فرمایا ہے کہ ایسا مقلد بھی اس آیت (اتخذوا احبارهم و رهبانهم ......الخ)

کے حکم میں داخل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

من یکون عامیا و یقلد رجلا من الفقھا ء بعینه یرٰی انه یمتنع من مثله الخطا و ان ماقاله ھوالصواب البتة واضمر فی قلبه ان لا یترک تقلیده و ان ظھر الدلیل علی خلافه و ذالک ماروه الترمذی عن عدی بن حاتم انه قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقراء اتخذوا احبارھم و رھبانھم ارباباً من دون اللہ قال انھم لم یکونو یعبدونھم ولکنھم کانوا اذااحلّوا لھم شیئًا استحلوه و اذا حرموا علیھم شیئًا حرموه. [عقدالجید ص ٦٧]

[حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ١٥٥]

”جو عامی (انجان) شخص فقہا میں سے کسی ایک کی تقلید کرتا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ اس جیسے فقیہہ سے غلطی ناممکن ہے اور جو اس (میرے امام متبوع) نے کہا وہی صحیح ہے اور دل میں اس نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اس (اپنے متبوع) کی تقلید کو ہرگز (کبھی بھی) نہیں چھوڑے گا اگرچہ دلیل (قرآن وحدیث) اس (امام کے قول) کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ وہ بھی اس حدیث کا مصداق ہے جو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عدی بن حاتم سے نقل کی ہے کہ عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ آیت (اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ ......الخ) پڑھتے سنا۔ فرمایا کہ وہ اپنے علماء کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ (یعنی ان کو سجدہ وغیرہ نہیں کرتے تھے) لیکن جس چیز (کام) کو وہ (علماء) حلال قرار دے دیتے حلال سمجھتے اور جس کو حرام کہہ دیتے (مقلدین) اس چیز کو حرام سمجھتے تھے۔

قارئین! غور فرمائیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح واضح الفاظ میں بات کو سمجھا دیا ہے کہ اندھی تقلید (جس طرح کی آج کے غالی مقلد

کرتے ہیں) شرک کے ضمن میں آتی ہے۔ اور بطور دلیل آنحضرت ﷺ کا مبارک فرمان بھی پیش کر دیا ہے۔

سمجھ میں آ تو سکتا ہے نقطہ توحید
تیرے دل میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

''یہیں پر ہی بس نہیں بلکہ حضرت شاہ صاحب مقلدین کے دروازہ پر مزید دستک دیتے ہیں اور بیدار کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

و منها تقليد غير المعصوم اى غير النبى ﷺ الذى ثبتت عصمتهٔ وحقيقتهٔ ان يجتهد واحد من علماء الامة فى مسئلة فيظن متبعوه انه على الاصابة قطعاً او غالباً فيردوا به حديثا صحيحا و هذا التقليد غير ما اتفق عليه الامة المرحومة فانهم اتفقوا على جواز التقليد للمجتهدين مع العلم بان المجتهد يخطى و يصيب و مع الاستشراف لنص النبى ﷺ فى المسئلة والعزم على انه اذاظهر حديث صحيح خلاف ماقلدفيه ترك التقليد واتبع الحديث قال رسول الله ﷺ فى قولهٖ تعالى اتخذوا احبارهم و رهبانهم ارباباً من دون الله انهم لم يكونوا يعبدونهم ولكنهم كانوا اذا احلوا لهم شيئا استحلوه و اذاحرموا عليهم شيئا حرموه.

اور اس میں سے تقلید ہے غیر معصوم کی یعنی غیر نبی کی (کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں) جن کی عصمت ثابت ہو چکی اور صورت اس تقلید کی یہ ہے کسی مسئلہ میں کسی عالم کی پیروی کرے اور یہ گمان بھی کرے کہ وہ (جس کی پیروی کر رہا ہے) یقیناً حق پر ہے اور یا پھر بظن غالب اور اس تقلید کی وجہ سے صحیح

حدیث کو رد کردے۔ تو یہ تقلید اس تقلید کے علاوہ ہے جس تقلید (کے جواز) پر امت مرحومہ نے اتفاق کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ تقلید صرف اس صورت میں جائز ہے کہ یہ خیال رکھا جائے کہ مجتہد سے غلطی اور صواب (درستگی) دونوں کا احتمال ہے اور یہ قصد (ارادہ) بھی رکھے کہ جب اس مسئلہ میں صحیح حدیث اس کے مذہب کے خلاف آ جائے گی تو وہ اپنے مذہب (تقلید) کو چھوڑ کر حدیث پیغمبر ﷺ پر عمل پیرا ہوگا۔[1] آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان (اتخذوا احبارھم...... الخ) کے متعلق فرمایا کہ وہ (یہود و نصاریٰ) ان (احبار و رھبان) کی بندگی نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا حال یہ تھا کہ جب وہ علماء درویش ان یہود و نصاریٰ کو کسی حرام چیز کو حلال بتا دیتے تو وہ حرام کو حلال سمجھ لیتے اور اگر وہ کسی حلال کو حرام کہہ دیتے تو وہ اس چیز کو حرام جان لیتے۔

قارئین! حضرت شاہ صاحبؒ نے کس قدر واضح الفاظ میں بتا دیا ہے کہ اندھی تقلید (جس میں قران و حدیث بھی داؤ پر لگ جائے) شرک کے زمرے میں آتی ہے۔

اسی کی تائید شہید بالاکوٹ سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جن کے متعلق حنفی دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ بھی حنفی تھے یہ بات ان کے فرمان سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ تقلید شرک ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

ولیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولة عن النبی ﷺ الصریحة الدالة خلاف قول الامام المقلد فان لم یترک قول امامه ففیه شائبة من الشرک کما یدل علیه حدیث الترمذی عن

---

[1] شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تقلید کا لفظ استعمال کیا ہے مگر حقیقت میں یہ تقلید نہیں ہے بلکہ یہ تو صاف تقلید کا انکار ہے جیسا کہ آپ تقلید کی تعریف میں پڑھ چکے ہیں۔

عدی بن حاتم انهٔ سأل رسول اللہ ﷺ عن قوله اتخذوا احبارهم و رهبا نهم ارباباً من دون الله والمسيح ابن مريم فقال يا رسول الله ﷺ انا لم نتخذ احبارنا ورهباننا ارباباً فقال انكم حللتم ما احلوا وحرمتم ما احرموا وليس المراد بالتقليد في العقائد على ما ينطق به لفظ حللتم و حرمتم فان التحليل والتحريم انما يستعملان في الافعال و ليس المراد به التقليد مطلقا والالزم تكليف كل عامی بالاجتهاد و ليس المرادبه ردالنصوص وانكار هافي مقابلة قول ائمتهم والا لم يكونوا نصارىٰ بل المراد هوتاويل الدلائل الشرعية الى قول ائمتهم.

''اور مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ اگر کسی شخص کو نبی ﷺ کی ایسی صریح مدلل روایات کی طرف رجوع کی قدرت ہو جائے۔ (یعنی حدیث اس مقلد تک پہنچ جائے۔)

جو روایات قول امام کے خلاف ہیں تو ایسے شخص کے لئے کسی معین شخص کی تقلید کا لازم پکڑنا۔ کیسے؟ جائز ہوسکتا ہے۔ پس اگر اپنے امام کے قول کو اس صورت میں (حدیث کیخلاف آنے کی صورت میں) نہیں چھوڑے گا تو اس میں شرک کا شائبہ ہے جیسا کہ اس پر امام ترمذی کی بیان کردہ عدی بن حاتم کی وہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿اتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ﴾ سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم اپنے احبار و رھبان کو رب تو نہیں بناتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ

بیشک تم ان کی حلال کردہ چیزوں کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھتے ہو (اسی کا نام تو رب بنانا ہے) اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اس سے مراد تقلید فی العقائد نہیں ہے کیونکہ تحلیل اور تحریم کے الفاظ تو افعال میں استعمال کئے جاتے ہیں اور نہ ہی یہاں تقلید مطلق مراد ہے ورنہ ہر عام شخص کو اجتہاد کا مکلّف ٹھہرانا لازم آئے گا۔ اور نہ ہی اپنے ائمہ کے اقوال کا مقابلہ کرتے ہوئے خدا اور رسول ﷺ کی بات کا رد اور انکار کرنا مراد ہے اور اگر ایسا ہوتا تو پھر نصاریٰ اس آیت کا مصداق ہی نہ ہوتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت کی ایسی تاویلات کرنا کہ کسی نہ کسی طرح وہ ان کے اماموں کے اقوال کے تابع ہو سکیں۔"

مزید وضاحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

فعلم من هذا ان اتباع شخص معين بحيث يتمسك بقوله و ان ثبت علٰى خلافه دلائل من السنة و الكتاب و ياول الى قوله شوب من النصرانية و حظ من الشرك و العجب من القوم لا يخافون من مثل هذا الاتباع بل يحيفون تاركه فما احق هذه الاية في جوابهم ﴿وَ كَيْفَ اَخَافُ مَا اَشْرَكْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَاَیُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَ مْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ فتدبروانصف و لا تكن من الممترين و نعوذ باالله من المتعصبين.

[تنویر العینین ص ۵۰۔۴۹]

اس حدیث (عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ) سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو کتاب و سنت کے دلائل معلوم ہو جائیں پھر بھی وہ کسی معین شخص کے قول سے چمٹا رہے اور ان دلائل کی ہی تاویل شروع کر دے اس شخص میں نصرانیت (عیسائیت) کا شائبہ ہے اور

خطرہ ہے کہ اس (غالی مقلد) کو شرک سے کچھ حصہ مل جائے اور ایسی قوم پر تعجب ہے جو ایسی تقلید سے ڈرنے کی بجائے اس (تقلید) کے تارک (اور کتاب وسنت کے عامل) پر ظلم روا رکھتے ہوں پس ان کے جواب کے لئے یہ آیت کس قدر مفید ہے۔﴿وَ كَيْفَ اَخَافُ مَا اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [۶/الانعام:۸۱]

اور کیسے ڈروں میں ان سے جن کو تم شریک بناتے ہو اور تم نہیں ڈرتے کہ بیشک تم اللہ کا شریک بناتے ہو۔ (یعنی شرک کرنے سے نہیں ڈرتے) ایسی چیز کو جس کی اللہ تعالیٰ نے تم پر کوئی دلیل نہیں اتاری پس دو جماعتوں میں سے امن کا کون زیادہ حق دار ہے اگر تم جانتے ہو۔

پس غور کیجئے (سوچئے) اور انصاف کیجئے (اے قارئین) اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو جایئے اور ہم بھی اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے ہیں کہ ہم تعصب کرنے والے نہ ہوں (یعنی مقلد نہ ہوں کیونکہ تعصب کی اصل وجہ ہی تقلید ہے کماسیأتی ان شاء اللہ تعالیٰ العزیز)

مقلد بھائیو! غور کرو حضرت شاہ صاحب نے کس طرح واضح الفاظ میں یہ بات سمجھا دی ہے کہ تقلید شرک کیوں؟ ہے۔

مقلدین کے اعتراض کا جواب

عزیز قارئین حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عبارت میں مقلدین کے اس اعتراض کا بھی جواب دے دیا ہے کہ یہود و نصاریٰ اس لئے مشرک ٹھہرے کہ انہوں نے حلال اور حرام میں اپنے علماء اور درویشوں کے اقوال کو معیار ٹھہرا لیا تھا اور یہ تو عقیدے میں شرک ہے آپ اس کو تقلید پر کیسے چسپاں کرتے ہیں؟

تو شاہ صاحب جواب دیتے ہیں کہ (کم عقلو) حلال اور حرام کا تو تعلق ہی

افعال سے ہے کیونکہ یہ دونوں لفظ افعال میں استعمال کیے جاتے ہیں۔

عزیز قارئین! تقلید کے رد میں تو حضرت شاہ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ایک طویل اقتباس ہی کافی ہی کہ:

عاقل نوں اک نقطہ ای کافی لوڑ نہیں دفتر دی
بے عقلاں نوں اثر نہ کر دی پند نبی سرور دی

اور پھر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قارئین کو دعوت فکر دے کر اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ کر تقلید سے بیزاری کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ کہو حنفی بھائیو کہ اب بھی تم دعویٰ کرو گے کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ حنفی تھے۔ ﴿مَالَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ﴾ ”کیا ہے تم کو تم کس طرح کے فیصلے کرتے ہو۔“)

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے فتح العزیز میں قرآن مجید کی آیت ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ کے تحت لکھا ہے کہ جو کوئی شخص کسی (غیر نبی) کی تقلید اپنے اوپر لازم قرار دے لے اور باوجود اس کے خلاف قرآن وحدیث کی دلیل کے معلوم ہو جانے کے اپنے متبوع (امام) کی تقلید نہ چھوڑے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ الخ﴾ کے مطابق اللہ تعالیٰ سے شرک کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

”دریں جا باید دانست چنانچہ عبادت غیر خدا مطلقاً شرک و کفر است اطاعت او غیر تعالیٰ نیز باستقلال کفر است و معنی اطاعت غیر بالاستقلال آنست کہ اورا مبلغ احکام ندانستہ ربقہ تقلید او در گردن انداز د و تقلید اورا لازم شمارد و باوجود ظہور مخالف حکم او با حکم او تعالیٰ دست از اتباع بر ندارد و ایں ہم نوعیت از اتخاذ انداد کہ در آیت کریمہ“ ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ﴾ ”نکوہش آں فرمودہ اند۔ [فتح العزیز]

یہ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنا قطعی طور پر شرک اور کفر ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی اطاعت بھی بالاستقلال کفر ہے اور معنی اطاعت غیر بالاستقلال کا یہ ہے کہ کسی کے احکام (اقوال) کی حقیقت معلوم کئے بغیر اس کی تقلید کا حلقہ (پٹہ) اپنے گلے میں ڈال لے اور اس کی تقلید کو لازم جان لے اور اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے خلاف (یعنی امام کے قول کے خلاف) ظاہر ہو جانے کے باوجود اس کی اتباع (تقلید) کو نہ چھوڑے اور یہ ہی ایک قسم کا شرک قبول کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ ...... الخ﴾ میں اس کی برائی ظاہر (بیان) فرمائی ہے۔

گھر کی شہادت

مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ آل عمران کی آیت ﴿قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ [۳ آل عمران:۶۴] کی تفسیر میں ''لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''لا يطيع بعض الناس بعضا'' کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی اطاعت نہ کرے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کو رب نہ بنائے۔ اور پھر مزید وضاحت فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

ومن ههنا يظهر اذا صح عند احد حديث موضوع من النبي صلى الله عليه وسلم سالما عن المعارضة و لم يظهر له ناسخ و كان فتوىٰ ابي حنيفة رحمة الله عليه مثلا خلافه و قد ذهب على وفق الحديث احد من الائمة الاربعة يجب عليه اتباع الحديث الثابت ولا يمنعه الجمود على مذهبه من

ذالک لئلا یلزم اتخاذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ۔

[تفسیر مظہری ج۲ ص۶۴]

اس سے یہ بات ظاہر (ثابت) ہوگئی ہے کہ جب کسی آدمی کے پاس صحیح مرفوع حدیث آنحضرت ﷺ کی پہنچ جائے جو کسی معارضہ سے سالم ہو اور اس کا نسخ بھی ثابت نہ ہو اور مثلاً امام ابوحنیفہ کا فتویٰ اس کے خلاف ہو اور ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کا قول اس حدیث کے موافق ہو تو واجب ہے اس حدیث کی پیروی کرنا اور اس آدمی کا اپنے مذہب پر جم جانا (یعنی تقلید) اس کو حدیث پر عمل کرنے سے نہ روکے ورنہ بعض کا بعض کو رب بنانا لازم آئے گا۔

حنفی بھائیو! اب تو غور کرو کہ آپ کے گھر سے میرے حق میں شہادت مل رہی ہے اور میں کہہ سکتا ہوں۔

ساری دنیا ہے میری سارا زمانہ میرا
جس کو سنتا ہوں وہ کہتا ہے فسانہ میرا

قارئین! اب تو آپ پر روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکا کہ تقلید صرف ایک قبیح بدعت ہی نہیں بلکہ شرک بھی ہے۔ اب بھی اگر میرا کوئی مقلد بھائی (حنفی ہو یا کوئی اور) نہ سمجھے تو اس میں میرا یا اکابرین اہل حدیث کا کیا قصور ہے۔

آنکھیں اگر ہوں بند تو دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور ہے کیا؟ آفتاب کا

تقلید کے لبادے میں بدعت

عزیز قارئین! جیسا کہ آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں کہ تقلید بھی شرک کی ایک قسم ہے تو اب میں آپ کو اس بات پر بھی مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ تقلید صرف شرک ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بدعت بھی ہے۔

بھائیو! تقلید کی کون کون سی قباحت بیان کروں کبھی یہ شرک بن جاتی ہے اور کبھی بدعت کبھی مسلمانوں میں افتراق وانتشار کا سبب بنتی ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلہ میں لا کھڑا کرتی ہے۔

میرے زخمِ جگر کو دیکھ کر جراح یوں بولے
لگائیں کس جگہ ٹانکا بھریں کس کس جگہ مرہم

اس لئے کہ تقلید کو اپنا کر آدمی شرک و بدعت جیسی آلودگیوں سے اپنے دامن کو بچا کر نہیں رکھ سکتا۔ شرک سے بچنے کی اگر کوشش کرے گا تو بدعت میں مبتلا نظر آئے گا اور اگر بدعت کی پگڈنڈی سے اترے گا تو شرک کی دلدل میں پھنس جائے گا۔

خرابی میں پڑا ہے سینے والا جیب و داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

اس سے پہلے کہ میں یہ ثابت کروں کہ تقلید بدعت ہے پہلے بدعت کا معنی اور مفہوم سمجھ لینا مفید رہے گا۔ (ان شاءاللہ) تاکہ بات آسانی سے سمجھ میں آ جائے۔

بدعت کی لغوی تعریف

عربی لغت میں بدعت اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کو بالکل نئے سرے سے وجود میں لایا جائے یعنی پہلے اس کا نام ونشان نہ ہو۔

چنانچہ عربی لغت کی مشہور کتاب ''المنجد'' میں لکھا ہے کہ بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو بغیر کسی سابق مثال کے بنائی جائے اور مذہب میں نئی رسم کو بدعت کہتے ہیں۔ [دیکھئے المنجد عربی اردو ص ۷۶]

اور پھر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾
[۲/البقرۃ:۱۱۷]

چنانچہ مولانا جلال الدین نے معنی کیا ہے ''موجدھما لا علی مثال

سبـــــق ''[تفسیر جلالین ص ۱۸] یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو بغیر کسی سابقہ مثال (نمونے) کے ایجاد کیا ہے۔

بدعت کی اصطلاحی تعریف

اصطلاحی طور پر ہر اس چیز کو بدعت کہا جاتا ہے جس کو نیکی اور ثواب سمجھ کر دین میں شامل کرلیا جائے (خواہ وہ کام اچھا ہو یا برا) اور اس کی دلیل (مثال) قرآن وحدیث اور آثار صحابہ سے نہ ملتی ہو۔

چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بدعت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

البدعة ما خالف كتاباً اوسنة او اجماعاً او اثرا عن بعض اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم.

''یعنی جو کتاب' سنت رسول اللہ ﷺ۔ اجماع امت اور آثار صحابہ کے خلاف ہو اسے بدعت کہا جاتا ہے۔ [مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۱۲۲]

بدعت گمراہی ہے

عزیز قارئین بعض لوگوں نے بدعت کو دو درجوں میں تقسیم کرلیا ہے۔ ایک درجے (قسم) کا نام بدعت حسنہ اور دوسرے کا نام بدعت سیئہ رکھ لیا ہے۔ حالانکہ بدعت کو اگر ہزار درجوں میں بھی تقسیم کرلیا جائے تب بھی بدعت، بدعت ہی ہے جو کہ گمراہی کا دوسرا نام ہے بدعت پر عمل کرنے سے آدمی کبھی بھی ہدایت نہیں پا سکتا خواہ اس بدعت کا نام حسنہ رکھ لے یا سیئہ۔ دلیل کے طور پر رسول اللہ ﷺ کا فرمان ملاحظہ فرمائیں۔ ناطق وحی پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((**كل بدعة ضلالة**)) [مسلم شریف، ج ۱، ص ۲۸۵، کتاب الجمعہ] ''یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔'' نسائی شریف کی روایت کے مطابق آپ ﷺ عید کے خطبہ میں یہ الفاظ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ **كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة.** [نسائی شریف، ج ۱، ص ۱۸۸ کتاب العیدین] ''یعنی

دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر قسم کی بدعت گمراہی ہے۔"

بدعت کا انجام

عزیز قارئین! جیسا کہ آپ جان چکے کہ بدعت ایک گمراہی ۔ اب ذرا بدعت کا انجام بھی ملاحظہ فرمائیں تا کہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ بدعتی کس قدر اللہ تعالیٰ کے عتاب کا نشانہ بنے گا۔ دلائل بھی قرآن و حدیث سے کہ اہل حدیث کے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ دیا ہے کہ ان (اہلحدیث) کا منبع و ماوٰی ہی قرآن و حدیث ہے۔ رائے اور قیاس کی ہمارے نزدیک ثانوی حیثیت ہے کیونکہ اہل حدیث کہلانے کا حقدار ہی وہ شخص ہے جو اپنی زندگی کو کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھالے۔

اسی لئے خطیب الہند مولانا حافظ محمد صاحب جونا گڑھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہم اہل حدیث ہیں برادر
ہے قول نبی ہمارا رہبر
ہر مکر سے پاک و دور ہیں ہم
اور کذب سے بھی نفور ہیں ہم
بھاتی نہیں ہم کو حیلہ بازی
آتی نہیں ہم کو جعل سازی

[طریق محمدی]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا﴾

[۴/النسآء:۱۱۵]

اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے بعد پھر رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنوں والے راستے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو ہم اس کو اس کی طرف پھیر دیں گے جس کی طرف وہ پھرا ہے اور ہم اس کو (آخرکار) جہنم میں ڈالیں گے اور وہ (جہنم) برا ٹھکانہ ہے۔

اب مقلدین حضرات غور کریں کہ کیا وہ تقلید کو اپنا کر (مقلدین کہلا کر) رسول اللہ ﷺ کی مخالفت تو نہیں کر رہے اور کیا وہ مومنوں کے راستہ کے علاوہ دوسرا راستہ تو نہیں اپنا رہے (کیونکہ تقلید نہ کرنے والے صحابہ تابعین و تبع تابعین بھی تو مومن تھے۔ بلکہ ان کے (صحابہ) کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے۔ ﴿اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا﴾ اگر معاملہ ایسا ہی ہے (اور یقیناً ایسا ہی ہے) تو مقلد بھائیو پھر جہنم کی ہولناکیوں کا تصور پیدا کرو اور سوچو کہ قرآن و حدیث پر عمل کرنا آسان ہے یا جہنم کا ایندھن بننا۔ اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ یا جماعة المقلدین.

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا
بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بدعت کو مردود قرار دیا چنانچہ فرمانِ پیغمبر ملاحظہ فرمائیں ۔ ام المومنین صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((من احدث فی امرنا هذا ما لیس منهٗ فهو رَدٌّ)) [بخاری کتاب الصلح، ج۱، ص ۳۷۱۔ مسلم ج۱، ص ۷۷، کتاب الاقضیہ باب نقض الاحکام الباطلہ ورد محدثات الامور]

یعنی جس شخص نے بھی ہمارے اس امر (دین) میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم موجود نہ ہو وہ مردود اور نامقبول ہے۔

بدعت کو حسنہ (اچھی) کہنے والو! غور کرو آنحضرت ﷺ تو فرمائیں کہ بدعت

مردود ہے اور آپ کہیں کہ اچھی ہے میں تو پھر اس کا مطلب یہ ہی سمجھا ہوں کہ بدعت اچھی مردود ہے یعنی بدعت کے مردود ہونے میں ذرا بھر بھی شک یا کمی نہیں ہے۔

اور پھر امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مطلع فرمایا کہ:

((کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار.))

[نسائی ج ا ص ۱۸۸ کتاب العیدین]

یعنی ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ (جہنم) میں ہے۔

یعنی کہ بدعتی (مقلد ہو یا اور کوئی) گمراہ ہے اور (دین مصطفیٰ ﷺ سے) گمراہ آدمی جہنم میں جائے گا۔ مقلدین حضرات! ذرا غور فرماؤ کہ کہاں گئی وہ حسنہ اور سیئہ کی تقسیم جب امام کائنات محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ تقسیم نہیں کی تو آپ کو اختیار کہاں سے مل گیا ہے کہ بدعت کی تقسیم کرتے پھریں۔

ہاں ضرورت ہے خدا کے لئے نادم ہو جا
کر رہا ہے تیرے اغماض کا شکوہ کوئی

بدعت سے بچنے کا نبوی حکم

جس طرح ناطق وحی ﷺ نے بدعت کی حقیقت اور انجام سے لوگوں کو مطلع فرمایا ہے اس طرح آنحضرت ﷺ نے اس سے بچنے کا بھی حکم دیا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ تو یہ نہیں چاہتے کہ کوئی آدمی (چہ جائیکہ کوئی کلمہ گو ہو) جہنم کی وادیوں میں دھکیلا جائے چنانچہ آپ نے اپنی پیاری سی زبان سے بڑے ہی پیارے الفاظ ارشاد فرمائے کہ:

((من یعیش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیراً فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها

بالنواجذ و ایاکم والمحدثات فان کل محدثة بدعة و قال ابو عاصم مرة و ایاکم و محدثات الامور فان کل بدعة ضلالة.))

[دارمی ج۱ص ۵۷، باب اتباع السنۃ' ابوداؤد ج۲ص ۶۳۵' ابن ماجہ ص ۵]

صبح کا وقت ہے فجر کی نماز ادا ہو چکی ہے۔ آنحضرت ﷺ اپنے رفقاء (صحابہ کرام) سے مخاطب ہیں اور فرمارہے ہیں کہ اے میرے صحابہ تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا تم نے میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا ہے اور اس کو اپنی داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لینا ہے (یعنی میری اور خلفاء راشدین کی سنت پر سختی سے عمل پیرا رہنا ہے) اور ہر نئے کام سے بچنا کہ نئے کام (دین میں) بدعت ہیں اور بدعت گمراہی ہے۔

قارئین! یہ تو آپ سمجھ چکے کہ بدعت ایسے کام کو کہتے ہیں جس کا وجود آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں نہ ہو اور نہ ہی صحابہ کرام نے وہ کام کیا ہو مگر بعد میں اسے دین میں شامل کر لیا جائے تو تقلید بھی جیسا کہ آپ جان چکے ہیں کہ اس نامرادمرض کا نام ونشان خیر القرون میں نہیں تھا اس لحاظ سے اس کے بدعت ہونے میں شک نہیں ہے مگر مقلدین کی مزید تسلی کے لئے چند ایک شہادتیں پیش کر دیتا ہوں کہ تقلید بدعت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ تاریخ تقلید کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ (تقلید) آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانے میں تو درکنار تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں بھی نہیں تھی۔ آگے فرماتے ہیں:

((و انما حدثت هذه البدعة فی القرن الرابع المذموم علی لسان رسول الله صلی الله علیه وسلم.))

"کہ یہ تقلید کی بدعت تو چوتھی صدی میں پیدا ہوئی جس کی مذمت

آنحضرت ﷺ نے فرمادی تھی۔" [اعلام الموقعین ج۲ ص۱۸۹]

امام صالح عمری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تقلید کو بدعت قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ تقلید سے علم حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ

و هو ایضافی نفسه بدعة محدثة لأنانعلم بالقطع ان الصحابة رضوان الله عليهم لم يكن في زمانهم و عصرهم مذهب لرجل معين يدرس و يقلد. [ایقاظ ص۷۴]

تقلید بذاتِ خود ایک بدعت ہے اس لئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں اس (تقلید) کا وجود نہیں تھا۔

اسی طرح امام الہند سید اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تقلید کو بدعت کی صف میں کھڑا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

وجوب تقليد شخصي معين از ائمة مجتهدين از قبيل بدعات حقيقة است.

[مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص۱۲۴]

"یعنی ائمہ مجتہدین میں سے کسی خاص آدمی کی تقلید بدعت حقیقی ہے یعنی اس کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں۔"

ردتقلید

تقلید کا رد قرآن مجید سے

عزیز قارئین! تقلید کی تاریخی اور شرعی حیثیت سے تو آپ واقفیت حاصل کر چکے کہ تقلید شرک و بدعت بھی ہے اور تاریخی لحاظ سے بھی یہ نامراد خیر القرون کے مبارک زمانہ کے بعد وجود میں آئی۔ عام طور پر مقلدین (خصوصاً حنفی حضرات) کے سامنے جب کوئی آیت کریمہ یا حدیث مبارکہ پڑھی جاتی ہے تو کہنا شروع کر دیتے

ہیں کہ یہ بتاؤ آنحضرت ﷺ نے یہ کام کیا بھی ہے اور اگر آنحضرت ﷺ کا فعل پیش کرو تو کہتے ہیں کہ کیا؟ اس کا حکم بھی آپ ﷺ نے دیا ہے۔ حنفیت کی فطرت کا خیال رکھتے ہوئے امید کی جاسکتی ہے کہ یہ لوگ یہ بات کہنا شروع کردیں گے کہ اچھا بھائی تقلید کا وجود خیر القرون میں نہیں تھا مگر یہ بتلاؤ کہ کہیں اس (تقلید) کی ممانعت بھی آئی ہے حنفیت کے اس سوال کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے ضروری جانا کہ تقلید کا رد قرآن مجید، احادیث نبوی ﷺ اور بطور تائید آثار صحابہ اقوال ائمہ اربعہ وعلماء امت و فقہائے ملت سے ثابت کردیا جائے تاکہ حنفیت کو اعتراض (سوال) کرنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بارہا دفعہ تقلید سے منع فرمایا ہے مگر اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے چند ایک آیات پر ہی اکتفا کروں گا۔

ملاحظہ ہوں ارشادات رب العلمین فی ابطال التقلید۔

ا: ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ. الخ﴾ [۵/المائدة:۴۸]

”اور ہم نے آپ کی طرف (اے پیغمبر ﷺ) حق کے ساتھ کتاب نازل کی جو پہلی کتابوں کی تصدیق بھی کرتی ہے اور ان کی نگہبان بھی ہے۔ تو آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حق کے ساتھ فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ میری طرف سے نازل کردہ وحی کی اتباع کرنا ہے لوگوں کی خواہشات رائے وقیاس کو نہیں اپنانا تو مقلدین حضرات غور کرو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو تقلید سے منع کیا ہے تو کیا میرے اور آپ کے لئے یہ قبیح بدعت جائز ہوگی؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ...الخ﴾ [۳۳/الاحزاب:۲۱]

”کہ میرے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمہارے لیئے بہترین (مکمل) نمونہ ہے“

اور پھر اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا:

﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ.﴾ [۵/المائدۃ:۴۹]

”یعنی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کیجئے ان کی خواہشات کو چھوڑ دیجئے اور اس بات سے بھی ڈرتے رہیئے کہ کہیں وہ تم کو اللہ تعالیٰ کے کسی حکم سے بہکا نہ دیں۔“

قارئین! غور کرو کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے میرے پیغمبر ﷺ اگر تو نے ان کی خواہشات کو تسلیم کر لیا (ان کی تقلید کر لی) تو ممکن ہے کہ وہ تجھ کو اللہ تعالیٰ کے کسی حکم سے اعراض کرنے کی پوزیشن میں لا کھڑا کریں۔ اور پھر تفسیر صاوی میں اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعض یہودی ایک سازش کے تحت آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ:

یا محمد قد عرفت انا احبار الیھو دواشرافھم وساداتھم و انا ان اتبعناک اتبعک الیھود و لم مخالفونا و ان بیننا و بین قومنا خصومة فنتحاکم الیک فاقض لنا علیھم نومن بک و نصدقک. [بحوالہ حاشیہ جلالین ص ۱۰۱]

”اے محمد ﷺ آپ جانتے ہیں کہ ہم یہودیوں کے علماء بزرگوں اور روسا میں شمار ہوتے ہیں (اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ) اگر ہم آپ کی پیروی

کرلیں تو باقی یہودی بھی آپ کی پیروی کرلیں گے ہماری مخالفت نہیں کریں گے (اور بات یہ ہے) کہ ہمارا اپنی قوم سے کسی معاملہ پر جھگڑا ہو گیا ہے اگر آپ ہماری قوم کے خلاف ہمارے حق میں فیصلہ کردیں گے (یعنی غلط فیصلہ ہماری تقلید کرتے ہوئے) تو ہم آپ کے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور آپ کی نبوت کی تصدیق کردیں گے۔"

یہ تھا معاملہ کہ یہودیوں نے پروگرام بنایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے اپنے حق میں غلط فیصلہ کرواتے ہیں تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کام کرگزریں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخر الزمان پیغمبر کو یہودی علماء واشراف کی تقلید سے منع فرما کر امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہمیشہ کے لئے یہ قانون بنادیا کہ اتباع وفرمانبرداری صرف قرآن وحدیث کی کرنی ہے لوگوں کی آراء اور قیاس کو خاطر میں بھی نہیں لانا۔

مقلد بھائیو! غور کرو کہ اللہ تعالیٰ تو آراء الرجال کی تقلید سے منع فرمائیں اور کیا آپ کسی آدمی کے قیاسات کو ہی دین سمجھ لیں گے؟

مزید سنیئے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

۲: ﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ.﴾

[۴۳/الزخرف:۴۳،۴۴]

"آپ (اے پیغمبر ﷺ) وحی الٰہی پر عمل کریں بیشک آپ سیدھی راہ پر ہیں اور وہ وحی (قرآن مجید) ذکر ہے آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے اور تم سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف وحی الٰہی کی اتباع کا مکلّف بنایا ہے (خواہ وہ قرآن کی شکل میں ہو یا حدیث کی صورت میں) کسی کی تقلید کا نہیں اور پھر سوال بھی اس کے متعلق ہی ہوگا کہ قرآن وحدیث پر عمل بھی کیا یا نہیں اور اگر کیا تو کیا بلا چون و

چراں قبول کیا یا اپنے امام کے قول کی کسوٹی پر پرکھتے رہے۔ مقلد بھائیو غور کرو اللہ نے اتباع کتاب وسنت کے متعلق سوال کرنا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ یہ پوچھیں گے کہ تو نے کسی امام کی تقلید بھی کی تھی کہ نہیں۔ ذرا گریبان میں جھانکو اگر اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا (اور وہ یقیناً ایسا کرے گا) تو کیا؟ ہم یہ کہہ کر بری ہو جائیں گے کہ ہم نے قرآن وحدیث کے صرف وہ احکام تسلیم کئے تھے جو ہمارے امام کی فقہ کے مطابق تھے۔

۳: اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ. [۷/الاعراف:۳]

”صرف اس چیز کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اور اس (اللہ تعالیٰ کے حکم کے علاوہ اولیاء (علماء وائمہ وغیرہ) کی اتباع نہ کرو۔“

اس آیت مبارکہ میں بھی صرف وحی الٰہی کی اتباع کا حکم ہو رہا ہے اور وحی الٰہی صرف دو چیزوں (قرآن وحدیث) کا نام ہے جیسا کہ امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔” الا انی اوتیت القران و مثلهٗ معهٗ.“ [مشکوۃ ج۱ص۳۰]
یعنی قرآن مجید کی طرح حدیث بھی وحی الٰہی ہے۔ تو مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح صاف الفاظ میں قرآن وحدیث کی اتباع کا حکم فرما کر تقلید کا رد کر دیا ہے۔

۴: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾
[۴/النساء:۵۹]

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے تنازع (جھگڑے) کی صورت میں معاملے کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹانے کا حکم دے کر تقلید کی نفی کر دی ہے۔

اسی بات کو امام ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

فمنعنا سبحانه من الرد الی غیره و غیر رسوله و هذا یبطل التقلید.

[اعلام الموقعین ج ۲ ص ۱۷۰]

''کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے اور اپنے رسول کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف معاملے (جھگڑے) کو لوٹانے سے منع کر کے تقلید کا رد کیا ہے۔''

قارئین امام صاحب نے کس طرح چند الفاظ میں تقلید کے باطل ہونے کی دلیل بیان فرما کر کوزے میں دریا کو بند کر دیا ہے۔ (فجزاہ اللہ خیراً)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف معاملے کو لوٹانے کا مقصد ہے کہ اپنے معاملات کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر پرکھو۔

چنانچہ امام ابن قیم اعلام الموقعین میں ہی فرماتے ہیں:۔

اجمع الناس ان الرد الی الله سبحانه هو الرد الی کتابه و الرد الی الرسول بعد موته هو الرد الی سنته.

''کہ اس بات پر لوگوں کا اجماع ہے (یعنی کسی کو بھی اختلاف نہیں) کہ اللہ تعالیٰ کی طرف معاملے کو لوٹانے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کی طرف لوٹایا جائے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹانے کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی سنت کی طرف رجوع کیا جائے۔''

قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنے کا نام اطاعت و اتباع ہے اور کتاب وسنت کو چھوڑ کر کسی کی رائے اور قیاس پر عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔ جو آدمی کتاب وسنت سے اپنے مسائل کا حل تلاش کرے گا وہ تو حق پر (ہدایت پر) ہوگا اور جو کوئی کتاب وسنت کے علاوہ کسی دوسرے (امام یا فقیہہ وغیرہ) کی تقلید کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔

جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

۵: ﴿فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَ هُمْ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ [۲۸/القصص:۵۰]

''پس اگر وہ آپ کی بات (حدیث) کو قبول نہ کریں (قول امام کے مقابلے میں) تو جان لیجئے کہ بیشک وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی اتباع (تقلید) کرتا ہے اس سے بڑا اور کوئی دوسرا گمراہ نہیں ہوسکتا بیشک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس ایت میں اللہ تعالیٰ نے مقلد کو دو القاب عطا کئے ہیں۔

۱: سب سے بڑا گمراہ۔ ۲: ظالم

۱:۔ گمراہ تو اس لئے کہا کہ فرمان پیغمبر ﷺ کو چھوڑ کر آراء الرجال کی تقلید کرنا کہاں کی ہدایت ہے؟ اور پھر رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی بات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما مسکتم بهما کتاب الله و سنة نبیه. [موطا امام مالک، ص ۴۶۱، باب النهی عن القول بالقدر]

''جب تک کتاب وسنت (وحی الٰہی) پر عمل کرو گے گمراہ نہیں ہو گے اور جب قرآن وحدیث کو چھوڑ کر آراء الرجال کی تقلید شروع کر دو گے گمراہ ہو جاؤ گے۔''

۲:۔ اللہ تعالیٰ نے مقلد کو ظالم اس لئے کہا ہے کہ اتباع حق تھا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا مگر مقلد نے یہ حق کسی امتی کے لئے تسلیم کر کے ظلم کیا کیونکہ ظالم کہتے

ہی ایسے شخص کو ہیں جو کسی ایک کے حق کو دوسرے کے لئے تسلیم کرے۔

ظلم کی تعریف

عربی لغت میں بھی ظلم کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔کسی چیز کا غلط استعمال کرنا۔کسی چیز کو غیر محل رکھنا۔ [بحوالہ المنجد ص ۶۲۲]

اور اللہ تعالیٰ کے فرمان مبارک سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے۔

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلاً.﴾ [۲۵/الفرقان:۲۷]

"اور قیامت کے دن ظالم یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا کہ کاش میں نے رسول اللہ ﷺ کے راستے (حکم) کی اتباع کی ہوتی۔(یعنی تقلید نہ کرتا کسی امتی کی)"

غور فرمائیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہ کرنے والے کو ظالم کہا ہے اور پھر آیت کے الفاظ بھی میرے دعوے کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ یہ ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا۔کیا؟ وہ جسم کے کسی اور حصے کو نہیں کاٹ سکتا تھا۔ ضرور کاٹ سکتا تھا مگر وہ ہاتھوں کو اس لئے کاٹے گا کہ یہ ہاتھ رکھنے تو تھے امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مگر رکھ دیئے کسی امتی (امام یا پیر) کے ہاتھ پر اس نے اپنے ہاتھوں کو غیر محل میں رکھا اس لئے مقلد کو اللہ تعالیٰ نے ظالم جیسے لقب سے نواز دیا۔

(اعاذ نا اللہ منہ' آمین).

۶ : ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا.﴾ [۳۳/الاحزاب:۳۶]

"اور کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کے لئے یہ لائق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ

اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو ان کے لئے اپنے کام (معاملے) میں کوئی اختیار ہو اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرے گا تو وہ کھلم کھلا گمراہ ہو گیا۔"

عزیز قارئین! غور فرمائیں یہ آیت کس قدر تقلید کے رد میں واضح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا ایک فیصلہ (قرآن و حدیث کی نص) موجود ہو تو پھر اس میں کمی بیشی کا کسی کو بھی اختیار نہیں۔ مگر یہ حکم صرف مومنوں (ایمان داروں) کے لئے ہے وہ خواہ عالم ہوں یا جاہل متبع سنت ہوں یا سنت کے دشمن مقلد کوئی مجتہد ہو یا عامی شخص اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی یہ اختیار نہیں دیا البتہ کافر اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے۔"نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ" کہ کافر دنیا میں جو جی چاہے کرتا پھرے قیامت کے دن ہم اس کو جہنم کا ایندھن بنادیں گے۔

قارئین! اب غور فرمائیں ایک آدمی (جو بھی مسلمان کہلائے بھی محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی) اور پھر یہ کہہ کر حدیث مصطفیٰ ﷺ کو ترک کر دے۔ نحن مقلدون یجب علینا تقلید امامنا ابی حنیفة.

[تقریر ترمذی ص ۳۶ تلبیس ابلیس ص ۹۴]

کہ ہم تو امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں اس لئے ہم ان کی ہی تقلید کریں گے خواہ ان کا قول حدیث پیغمبر کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے آدمی کے متعلق تو پھر مقلدین حضرات ہی کچھ بتا سکتے ہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

بھائیو! یہ سب شیطانی پھندے ہیں ان سے بچ جاؤ۔ کبھی حدیث کو ٹھکرانے کے لئے منسوخ تصور کیا جاتا ہے اور کبھی اس کے معارض (مقابلہ میں) دوسری

روایت ہونے کا درس دیا جاتا ہے اور کبھی حدیث کی تاویل کرنے کو اصول کا نام دیا جاتا ہے اور شیطان بھی تو اسی طرح آدمی کو اپنے جال میں پھنساتا ہے۔ چنانچہ امام ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

فان ابلیس زین للمقلدین ان الا دلة قد تشتبه والصواب قد یخفی والتقلید سلیم و قد ضل فی هذا الطریق خلق کثیر و به هلاک عامة الناس. [بحوالہ تلبیس ابلیس، ص ۹۴]

بیشک شیطان نے مقلدین کے لئے اس بات کو مزین کیا ہے کہ دلیلیں کبھی تو مشتبہ ہوتی ہیں (کوئی حدیث صحیح ہے اور کوئی ضعیف) تو اس طرح راہ صواب (ہدائت) مخفی ہو جاتی ہے تو پھر تقلید کر لینا ہی سلامت راہ ہے اس راہ تقلید میں بہت سی مخلوق گمراہ ہوئی اور لوگوں پر تباہی بھی عموماً اسی وجہ سے آئی۔

امام صاحب کے اس تجزیئے کو حنفی مقلدین نے حرف بحرف پورا کر دکھایا ہے۔ چنانچہ مولانا تقی عثمانی صاحب حنفی فرماتے ہیں کہ عامی مقلد ایسا نہیں ہوتا جو دلائل کے راجح و مرجوح ہونے کا فیصلہ کر سکے بلکہ ایسے شخص کو اگر اتفاقاً کوئی حدیث ایسی نظر آ جائے جو بظاہر اس کے امام مجتہد کے مسلک کے خلاف معلوم ہوتی ہو تب بھی اس کا فریضہ یہ ہے کہ وہ (عامی) اپنے امام و مجتہد کے مسلک پر عمل کرے اور حدیث کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ اس کا صحیح مطلب میں نہیں سمجھ سکا یا یہ کہ امام مجتہد کے پاس اس کے معارض (خلاف) کوئی قوی دلیل ہوگی۔

آگے چل کر مزید بیان کرتے ہیں کہ:

اگر ایسے مقلد کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ کوئی حدیث اپنے امام کے مسلک کے خلاف پا کر اپنے امام کے مسلک کو چھوڑ سکتا ہے تو اس کا نتیجہ شدید افراتفری اور سنگین گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

[تقلید کی شرعی حیثیت ص ۸۷]

قارئین! غور کرو حدیث پر عمل کرنے کو حنفی مصنف گمراہی قرار دے رہا ہے جناب عثمانی صاحب خدا کے لئے غور کرو! اگر حدیث پر عمل کرنا گمراہی ہے اور اس سے افراتفری پیدا ہوتی ہے تو پھر ہدائت کا جام کہاں سے لاؤ گے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کرو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

ویسے حدیث پر عمل کرنے سے حنفیت کے ایوانوں میں موجود حنفیوں میں ضرور افراتفری پھیل جاتی ہے کیونکہ جب کوئی آدمی حدیث مصطفیٰ ﷺ پر عمل کرتا ہے تو ان مقلدین کو حنفیت کی بنیادیں ہلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

مقلدین کی ذہنیت کا اندازہ لگا کر امام ابن قیم نے درست فرمایا تھا کہ:

فان ابلیس لما تمکن من الاغبیاء فورطهم فی التقلید وساقهم سوق البهائم.

[تلبیس ابلیس ص۹۵]

''کہ شیطان نے احمقوں (بیوقوفوں) کو اپنے قابو میں لا کر تقلید کے گرداب میں ڈبو دیا اور جانوروں کی طرح ان (مقلدین) کو امام (متبوع) کے پیچھے ہانک دیا۔''

کیوں قارئین! امام صاحب کا تجزیہ درست ہے یا نہیں؟ اگر سمجھ نہیں آئی تو مولانا تقی عثمانی کے الفاظ کو دوبارہ پڑھ لو۔ ان شاء اللہ العزیز فیصلہ خود بخود ہو جائے گا۔

۷: وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ.

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کی پیروی کرو تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو ان افعال کی پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا تھا اگرچہ ان کے آباء واجداد عقل نہ رکھتے

ہوں اور نہ ہی ہدائت بھی۔'' [۲/البقرۃ:۱۷۰]

یعنی اگرچہ ان کے بزرگ (اسلاف) عقل اور ہدایت (کتاب وسنت) کے خلاف ہی فعل کیوں نہ کرتے ہوں انہیں کتاب وسنت کو چھوڑنا تو آسان تھا مگر اپنے بزرگوں کے افعال و اقوال کو چھوڑنا محال تھا۔ اس آیت کو بھی پڑھو اور مولانا تقی عثمانی حنفی کی مذکورہ بالا عبارت کو دوبارہ پڑھ کر آج کے مقلدین کے متعلق غور کرو کہ ان کی کڑیاں کہاں ملتی ہیں میں نے تو صرف نشاندہی کی ہے۔

یہ درھم ہونے والی محفل خود ہی درہم ہونے والی تھی
ہم کہہ کے ہوئے بدنام کہ ساقی رات گزرنے والی ہے

مزید سنئے ارشادِ خداوندی

۸: وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَا اٰبَآءَ نَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَاقُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ.

[۷/الاعراف:۲۸]

''اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے کہہ دیجئے (اے پیغمبر ﷺ) کہ بیشک اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا کیا؟ اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔''

مقلدین حضرات! غور کرو کہیں تم بھی تو اس آیت کی زد میں نہیں آرہے۔ ایک تو اپنے ائمہ کے کتاب وسنت کے خلاف احکامات کو بجالاتے ہو اور دوسرا تقلید جیسی بدعت کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کا سہارا تلاش کرتے ہو۔

آیئے! ذرا بحر العلوم امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ بھی سن لیجئے فرماتے ہیں کہ:

و ان فی ھذہ الایة الشریفة لاعظم زاجر و ابلغ واعظ

للمقلده الذين يتبعون اباء هم في المذاهب المخالفة للحق فان ذلک من الاقتداء باهل الكفر لا باهل الحق فانهم القائلون انا وجدنا اباء نا على امة و انا على اثارهم مقتدون.

[فتح القدیر ج ۲ ص ۱۹۸]

''اور اس آیت میں مقلدین کے لئے ڈانٹ اور درس پند و موعظت ہے جو حق کے خلاف مذاہب میں اپنے آباء کی پیروی کرتے ہیں تو یہ اہل کفر (کفار) کی پیروی ہے اہل حق کی نہیں تو بیشک وہ (اہل کفر) یہی کہتے تھے (آج کے مقلدین کی طرح) کہ ہم نے اپنے باپوں کو ایک مذہب پر پایا ہے اور ہم بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔''

آگے امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہی ایک فریب ہے جس میں مقلد مبتلا ہے کہ ہمارے اکابر یہ کام کرتے رہے ہیں اور اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہی دیا ہے اگر مقلد اس فریب میں مبتلا نہ ہوتا تو تقلید پر کبھی بھی قائم نہ رہتا اور یہی ایک دھوکہ ہے جس کی وجہ سے یہودی یہودیت' عیسائی عیسائیت اور بدعتی بدعت پر قائم ہے کیونکہ انہوں نے اپنے بڑوں کو یہودیت' عیسائیت اور بدعت پر عمل کرتے دیکھا ہے۔ آگے چل کر امام صاحب فرماتے ہیں کہ:

وان من اعجب الغفلة واعظم الذهول عن الحق اختيار المقلدة لآراء الرجال مع وجود كتاب الله و وجود سنة رسوله و وجود من ياخذونهما عنه و الة الفهم ولديهم و ملكة العقل عندهم.

''اس سے بڑھ کر حق سے بُعد اور دوری کیا ہو سکتی ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں آراء الرجال (ائمہ کے اقوال) پر عمل کیا جائے (اور یہی طریقہ کار مقلدین کا ہے کہ وہ کتاب وسنت کی پروانہ کرتے ہوئے ائمہ کے اقوال کو قبول کرتے ہیں) حالانکہ ان کے پاس قرآن و

حدیث اوران کے اندر ایسے علماء موجود ہوتے ہیں جن سے وہ (ہر دور میں) کتاب وسنت کے دلائل معلوم کر کے عقل وشعور اور فہم وادراک کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں"

۹: ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا اُمِرُوا اِلَّالِيَعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ.﴾ [۹/التوبہ:۳۱]

"انہوں نے اپنے علماء ودرویشوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ رب بنالیا اور مسیح بن مریم کو بھی اور حالانکہ انہیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرنا جس کے علاوہ الہ کوئی نہیں اور وہ پاک ہے اس چیز سے جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔"

اس آیت پر مکمل بحث (تقلید شرک ہے کے ضمن میں) گزر چکی ہے صرف یاددہانی کے لئے نقل کر رہا ہوں اب لگے ہاتھ اس کے متعلق امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق بھی ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

فان طاعة المتمذهب لمن يقتدى بقوله يستن بسنته من علماء هذه الامة مع مخالفة لما جاء ت به النصوص و قامت به حجج الله و براهينه و نطقت به كتبه و انبياء ه هو كا تخاذ اليهود و النصارىٰ للاحبار والرهبان اربابًا من دون الله للقطع بانهم لم يعبدوهم بل اطاعوهم و حرموا ما حرموا و حللوا ما حللوا و هذا هو ضيع المقلدين من هذه الامة و هو اشبه به من شبه البيضة بالبيضة والتمرة بالتمرة والماء بالماء فيا عباد الله و يا اتباع محمد بن عبدالله ما بالكم تركتم الكتاب

والسنة جانبا و عمدتم الی رجال هم مثلكم فی تعبدالله لهم بهما و طلبه منهم للعمل بما و لا علیه و افادهٔ فعلتم ما جاء وا به من الآراء التی لم تعمد بعماذ الحق و لم تعضد بعضدالدین و نصوص الکتاب و السنة. [فتح القدیر ج ۲ ص ۳۵۳]

یہ آیت ہر عقل وبصیرت والے انسان کو تقلید سے باز رکھتی ہے اور ائمہ کے اقوال کو کتاب وسنت کے مقابلہ میں ترجیح دینے سے روکتی ہے جو لوگ نصوص و دلائل (کتاب وسنت) کی مخالفت کر کے علماء وائمہ کی آراء کی تعمیل کرتے ہیں ان کا طرزِ عمل یہود ونصاریٰ سے ملتا جلتا ہے۔ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنا لیا تھا حالانکہ یہ بات بڑی پختہ ہے کہ یہود ونصاریٰ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ وہ ان کی اطاعت کرتے تھے یعنی جس چیز کو وہ حلال کہتے تھے حلال سمجھتے اور جس چیز کو وہ حرام قرار دے دیتے حرام جان لیتے (بغیر دلیل معلوم کئے) موجودہ مقلدین کا بھی یہی طریقہ کار ہے جیسے انڈہ دوسرے انڈے کے اور کھجور دوسری کھجور کے اور پانی پانی کے مشابہ ہے (اس طرح آج کے مقلدین کا طریقہ بھی یہود ونصاریٰ سے ملتا جلتا ہے) تو لوگو بہت افسوس ہے کہ تم نے کتاب وسنت کو چھوڑ کر اپنے جیسے آدمیوں کی عبادت شروع کر دی ان کے افکار (آراء وقیاس) کو تم نے اپنا لیا خواہ کتاب وسنت سے اس کی تائید نہ بھی ہوتی ہو حالانکہ کتاب وسنت کے دلائل صریحاً اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

عزیز قارئین کس قدر واشگاف الفاظ میں امام صاحب نے قرآن مجید کی اس آیت کو تقلید کے رد میں بطور استدلال بیان کر کے امت مسلمہ کی راہنمائی فرمائی ہے۔ مقلدین اگر اب بھی نہ سمجھیں تو پھر یہی کہنا بہتر ہوگا۔

آنکھیں اگر ہوں بند تو دن کو بھی رات ہے

اس میں بھلا قصور ہے کیا؟ آفتاب کا

طوالت کے خوف سے چند ایک آیات کے صرف اشارات دیتا ہوں جن

سے تقلید کا رد ہوتا ہے۔

۱۰: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾

[۳۱/لقمٰن:۲۱]

۱۱: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا.﴾ [۵/المآئدۃ:۳]

۱۲: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. [۸/التوبۃ:۱۶]

۱۳: ﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا.﴾ [۳۳/الاحزاب:۶۷،۶۶]

۱۴: ﴿هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ [۲/البقرۃ:۱۱۱]

۱۵: ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ. وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾ [۲/البقرۃ:۱۶۷]

۱۶: ﴿اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ

مِنۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ [۴۵/الجاثیہ:۲۳]

۱۷ : ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾
[۳۹/الزمر:۱۸،۱۷]

۱۸ : ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا
شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ
يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ [۴/النسآء:۶۵]

تقلید کے رد میں قرآن مجید میں آیات تو بے شمار ہیں مگر جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں طوالت کے ڈر کی وجہ سے ان چند آیات پر ہی اکتفاء کرتا ہوں کہ سمجھنے کے لئے تو ایک آیت ہی کافی ہے۔

عاقل نوں اک نقطہ ای کافی لوڑ نہیں دفتر دی
بے عقلاں نوں اثر نہ کردی پند نبی سرور دی

تقلید کی تردید احادیثِ امامِ اعظم ﷺ سے

جس طرح قرآن مجید سے تقلید کی تردید میں بہت سی آیات ملتی ہیں اسی طرح ذخیرہ احادیث میں بھی بے شمار ایسی روایات ہیں جو بڑے ہی زوردار الفاظ میں تقلید کا رد کرتی ہیں۔ ان میں کچھ تو مقلدین کے دلائل کے جواب کے باب میں گزر چکی ہیں چند ایک یہاں نقل کرتا ہوں کیونکہ صرف بات سمجھانا مقصود ہے اور پھر یہ کتاب تفصیل کی متحمل بھی نہیں ہے۔

اسلام کے ماخذ دو ہی ہیں ایک کتاب اللہ (قرآن مجید) اور دوسری احادیثِ مصطفیٰ ﷺ اس بات سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث پر عمل کرنا بھی فرض ہے اور پھر امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الا انی اوتیت القران و مثله معه. [مشکوۃ ص ا۔۲۹]

''جس طرح مجھے قرآن مجید وحی کیا گیا ہے اسی طرح مجھے اس کی مثل (حدیث) بھی عطا کی گئی ہے۔''

چنانچہ مرعاۃ المفاتیح میں ابوالحسن علامہ عبیداللہ صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ نے نقل کیا ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مثل سے مراد حدیث پیغمبر ﷺ ہے۔

اوراسی طرح سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما مسکتم بهما کتاب الله و سنة نبيه. [موطا امام مالک، ص ۵۶۱۔ باب النھی عن القول بالقدر]

الغرض جس طرح قرآن مجید حجت (دلیل) ہے اسی طرح حدیث خیر الانام بھی حجت ہے تو آیئے حدیث مبارک سے تقلید نامراد کا رد ملاحظہ فرمائیں:

ا:۔ فقیہہ امت مسلمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

كل امتي يدخلون الجنة الا من ابىٰ قالو و من يأبىٰ قال من اطاعني دخل الجنة و من عصاني فقد ابىٰ.

[بخاری، ج۲، ص۱۸۱]

''میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس نے جنت میں داخل ہونے سے انکار کردیا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ کون (کمبخت) ہوگا جو جنت میں داخل ہونے سے انکار کرے گا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ تو جنت میں داخل ہوجائے گا اور جس نے نافرمانی کی تو گویا اس نے جنت میں جانے سے انکار کردیا۔''

قارئین! غور فرمائیں کس پیارے انداز میں آنحضرت ﷺ نے اپنی اطاعت (اتباع) کی اہمیت کو بیان فرما کر بطلان تقلید کیا ہے کہ نجات صرف میری اطاعت کرنے سے ہی ہوگی اور اگر تم میری اطاعت نہیں کرو گے بلکہ نافرمانی کرو گے (غیر کی تقلید کر کے یا اور کسی طریقہ سے بھی) تو پھر نجات (جنت میں داخلہ) کی امید نہ رکھنا کیونکہ تم خود ہی میری اطاعت سے منہ موڑ کر جنت کے ٹکٹ کو حاصل کرنے سے انکار کر رہے ہو۔ اور یہ بات تو گزشتہ اوراق میں آپ پر واضح ہو چکی ہے کہ اطاعت اور تقلید کا آپس میں زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ اطاعت کا تعلق ہے امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ سے اور تقلید کا تعلق ہے غیر نبی (امتی) سے تو گویا دوسرے الفاظ میں اس حدیث مبارک میں آنحضرت ﷺ نے تقلید کو جنت سے محرومی کا سبب فرمایا ہے۔

۲ : عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعالما جئت بہ.

[اربعین للنووی، ص ۹۷۔ مشکوۃ ج ۱، ص ۳۰]

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی آدمی بھی اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی تمام خواہشات کو میری نبوت و رسالت کے تابع نہ کر دے۔"

یہ روایت کس طرح واشگاف الفاظ میں تقلید کی تردید کر رہی ہے کیونکہ تقلید نام ہی خواہشات کے پلندے کا ہے تقلید میں نبوت و رسالت کے احکام کو کوئی دخل نہیں جبکہ ایمان دار ہونے کے لئے شرط ہے کہ آدمی امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے احکام کو من و عن تسلیم کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

"فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا

فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ ''کہ مجھے اپنے رب ہونے کی قسم آدمی مومن (کامل ایماندار) ہوگا ہی اس وقت جب آنحضرت ﷺ کے احکام کو تسلیم کرے گا اور پھر چونکہ چنانچہ سے کام نہیں لے گا بلکہ آنحضرت ﷺ کے فیصلے (حکم) پر عمل کرے گا اور ساتھ ہی زبان حال سے کہے گا۔

جو آ گیا زبان پہ سخن ناز ہو گیا
تل جو پڑا جبین پہ وہ انداز ہو گیا

کہ جب امام الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کا حکم مبارک آ گیا تو پھر کسی دوسرے کے اقوال کو دیکھنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کہ:

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

اور پھر حق بھی یہی ہے کہ:

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و کردار

۳: عن انس ان رسول اللہ ﷺ کان یقول لا تشدد و اعلی انفسکم فیشدد اللہ علیکم فان قومًا شددوا علی انفسم فشدداللہ علیهم فتلک بقایا هم فی الصوامع والدیار رهبانیة ابتدعوها ماکتبنها علیهم.

[ابوداؤد۔ بحوالہ مشکوۃ ص ۱۳۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (امام اعظم) حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (اے لوگو) تم اپنے آپ پر سختی نہ کرو۔ (اعمال وغیرہ میں) اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ بھی تم پر ایسا ہی کرے گا۔ (یعنی وہ اعمال تم پر فرض کر دے گا جن کا بجالانا تمہارے لئے مشکل ہوگا) ایک قوم (بنی اسرائیل) نے (اس سے

پہلے) اپنے نفسوں پر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کر دی۔ (جس کی وجہ سے) ان میں سے بعض ابھی تک گرجوں میں باقی ہیں ہم نے ان پر اس قسم کی عبادت (چلہ کشی وغیرہ) فرض نہیں کی تھی۔

قارئین یہ حدیث کس طرح واضح الفاظ میں تقلید سے منع کر رہی ہے کیونکہ تقلید ایک تکلف ہے اور ان تکلفات سے باز رہنے کا محسنِ انسانیت ﷺ حکم دے رہے ہیں اور پھر بطور مثال سابقہ قوم بنی اسرائیل کا حوالہ دیا جا رہا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو تکلفات میں ڈالا عبادت کے نئے نئے طریقے نکالے بعض حلال کو حرام کہہ بیٹھے جس کی سزا وہ آج تک بھگت رہے ہیں۔

ایک مثال

جس طرح بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف خود کو تکلف میں ڈالا تھا اسی طرح مقلدین نے بھی تقلید کو اپنے اوپر لازم قرار دے کر تکلفات کی دنیا میں قدم رکھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ (بنی اسرائیل کی طرح) ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

کہ حنفی مذہب میں ایک ہی دفعہ (اکٹھی) تین طلاقیں کہنے سے تینوں ہی واقع ہو جاتی ہیں (حالانکہ یہ حدیث کے خلاف ہے تفصیل آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ العزیز) اب جب تینوں ہی طلاقیں ہو گئیں تو رجوع کا حق (جو مرد کے لئے اسلام نے رکھا تھا) وہ ختم ہو گیا۔ اب حنفیت کو فکر لاحق ہوئی کہ رجوع کس طرح ہو سکتا ہے تو اس کیلئے انہوں نے حلالہ نامی ایک لعنت جاری کر لی (تفصیل آگے آئے گی ان شاء اللہ العزیز) مگر اب کوئی بھی غیرت مند شخص حلالہ کرانے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ تو اب دو ہی صورتیں ہیں۔

ا:۔ یا تو آدمی مقلد رہے اور تقلید کے دائرے میں رہتے ہوئے حلالہ کرائے مگر

ایسا کرنے سے بے غیرتی کی چھاپ لگ جاتی ہے۔

۲:۔ اور یا پھر آدمی غیرت کا مظاہرہ کرے اور تقلیدی بندشوں کو خیر باد کہہ دے۔ (آج کل حنفی اس پر عمل کر رہے ہیں اِلّا قلیل) مگر ایسا کرنے سے تقلید نہیں رہتی۔ تو ہے نا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سختی کی صورت میں عذاب؟

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

تو خیر مقصد صرف اتنا کہنا ہے کہ ایسے تکلفات (جو تقلید میں بھی بدرجہ اتم موجود ہیں) کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا بلکہ یہ مقلدین کی اپنی ذہنی اختراع ہے۔ جس سے ہر حال میں بچنا ہی بہتر ہے۔

۴: عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ یا بنی ان قدرت ان تصبح و تمس و لیس فی قلبک غش لا حد فافعل ثم قال یا بنی و ذلک من سنتی و من احب سنتی فقد احبنی و من احبنی کان معی فی الجنة. [ترمذی۔ بحوالہ مشکوٰۃ ص ا۔۳۰]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے بیٹا اگر تو اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ تو صبح یا شام کرے (اس حالت میں کہ) اور تیرے دل میں کسی کے لئے کینہ نہ ہو تو ایسا ضرور کر (یعنی ایسا کرنے کی حتی الوسع کوشش کر) اور پھر آپ نے فرمایا (بیٹا یاد رکھو) یہ بات میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔"

اس حدیث سے دو باتیں روزِ روشن کی طرح واضح ہو رہی ہیں۔

۱:۔ کہ کسی کے بارے میں دل میں کینہ نہیں ہونا چاہئے اور یہ اس وقت

حاصل ہو گا جب سنتِ رسول اللہ ﷺ پر عمل کیا جائے گا۔ ورنہ بصورت دیگر (تقلید) آدمی کا دل کینہ سے صاف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو بھی آدمی مقلد ہو گا اور تو اور وہ حدیث مصطفیٰ ﷺ سے بھی اپنے دل میں کینہ رکھے گا جیسا کہ مقلدین کا وطیرہ ہے کہ بڑی ڈھٹائی (بے شرمی) سے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہم تو اپنے امام کی تقلید کریں گے کیونکہ امام کی تقلید ہم پر واجب ہے۔ اور حدیث کو چھوڑ دیں گے (کیونکہ اس کا ماننا واجب تو نہیں ہے حالانکہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ "وَ مَا اٰتَا کُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَانَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا" اور پھر یہ کہتے بھی سنائی دیتے ہیں کہ جب حدیث قول امام کے خلاف آ جائے تو حدیث ماننے کو دل ہی نہیں چاہتا۔ (مزید تفصیل کے لئے تقلید کی نامرادیوں کے باب میں چلیں)۔

احمدِ مرسل کی باتوں کی کہاں توقیر ہے
اب تو ہر جا قولِ مرشد یا طریق پیر ہے

۲:۔ دوسری بات اس حدیث سے یہ ثابت ہوئی کہ جنت میں داخلے کا سبب صرف سنت رسول ﷺ سے محبت ہے رائے اور قیاس نہیں کیونکہ جب بھی آدمی رائے اور قیاس کو اپنا کر تقلید کرے گا تو اس کے دل سے سنت کی محبت نکل جائے گی جیسا کہ ابھی آپ نے اوپر پڑھا ہے۔ اور پھر مولانا تقی عثمانی صاحب کی زبانی اس طرح کہہ لیجئے کہ حدیث پر عمل کرنے سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے (کیا یہ سنت سے محبت کی علامت ہے؟ فیاللمقلد) اور یہ ذہن (خلاف سنت) اس وقت بنا جب تقی صاحب سنت کے بحر بیکراں سے نکل کر تقلید کے اندھے کنویں میں جا گرے۔

مقلد بھائیو! جنت میں جانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے جیسا کہ مدنی امام امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ (لوگوں کی رائے اور قیاس کو چھوڑ

کر) صرف سنت رسول اللہ ﷺ کو اپنا لو۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمادیں گے۔ (اللّٰھم اجعلنا منھم. آمین)

اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی کا
پہن لو گلے میں کرتہ محمد ﷺ کی غلامی کا
قرآن و حدیث کو صرف اپنا رہبر بناؤ
دور پھینکو فتویٰ ہدایہ، عالمگیری اور شامی کا

۵: عن عبداللہ بن عمرو بن العاص ان رسول اللہ ﷺ قال العلم ثلثة و ما سویٰ ذلک فھو فضل آیة محکمة او سنة قائمة او فریضة عادلة.

[ابوداؤد ج۲ ص۳۹۹، کتاب الفرائض]

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا کہ علم صرف تین چیزوں کا نام ہے۔"

۱:۔ محکم آیات

۲:۔ سنت ثابتہ

۳:۔ فریضہ عادلہ

اس کے علاوہ باقی سب کچھ فضول ہے۔

اس روائت میں دو وجہ سے تقلید کی تردید پائی جاتی ہے۔

۱:۔ اس حدیث میں سید الانبیاء ﷺ نے علم کی صرف تین قسمیں بتائی ہیں کہ علم یا تو حاصل ہوگا محکم آیات سے (جو متشابہ نہ ہو) یا حاصل ہوگا صحیح سنت سے (جس کی سند درست ہو) اور یا پھر حاصل ہوگا فریضہ عادلہ (اجتہاد) سے۔

یعنی دین کے ماخذ جو ہیں ان سے علم کا تعلق ہے اور تقلید بے علمی (جہالت)

کا نام ہے۔ (کما تقدم) اس لحاظ سے بھی تقلید کا رد ہے کہ تقلید علم نہیں ہے اور جب یہ علم نہیں ہے تو اس کا تعلق کتاب وسنت سے نہیں ہوسکتا۔

ایک مغالطے کا ردّ

بعض مقلدین حضرات فریضہ عادلہ سے لوگوں کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ اس سے مراد رائے اور قیاس ہے جو کہ سراسر ہی غلط ہے اس لئے کہ فریضہ عادلہ کے معنی کسی لحاظ سے بھی رائے اور قیاس نہیں ہوسکتا البتہ اگر اس کا معنی اجتہاد کیا جائے تو درست ہے۔ کیونکہ امام ابوداؤد نے اس روائت کو کتاب الفرائض میں نقل فرما کر اہل الرائے (مقلدین) کے اس مغالطے کو رد کر دیا ہے اور پھر امام ابن ماجہ نے اپنی مایہ ناز تالیف ابن ماجہ میں اس حدیث کو باب اجتناب الرائ والقیاس (قیاس اور رائے سے بچنے کا باب) میں نقل کر کے مقلدین کے اس مفروضے (خام خیالی) کو خس وخاشاک کی طرح بہا دیا ہے۔

اعتراض:۔

کوئی مقلد اعتراض کرسکتا ہے کہ تم نے خود ہی فریضہ عادلہ کا معنی اجتہاد کیا ہے اور خود ہی رائے اور قیاس کا رد کر رہے ہو؟

جواب:۔

قارئین اس بے بنیاد اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اجتہاد اور چیز ہے اور رائے وقیاس اور چیز اس لئے کہ اجتہاد آدمی کرے گا کتاب وسنت سے اور یہ کتاب و سنت کے علم کے بغیر ممکن نہیں جبکہ رائے اور قیاس (تقلید) کا تعلق علم سے نہیں بلکہ ذہنی اختراع (اٹکل پچو) سے ہے اس لئے یہ اعتراض کسی صورت میں بھی درست نہیں ہوسکتا۔ (مزید تفصیل کے لئے تقلید اور اتباع کے فرق کو ملاحظہ فرمائیں) فریضہ عادلہ

کے متعلق بہت سی تفصیل ملتی ہے مگر طوالت کے خوف سے صرف اس پر ہی اکتفا کرتا ہوں (تفصیل مقصود ہو تو بڑی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔)

۲:۔ دوسرا اس حدیث سے تقلید کا رد اس لحاظ سے بھی ہوتا ہے کہ ان تین چیزوں (محکم آیات' سنت ثابتہ' فریضہ عادلہ) کے علاوہ (غیر) کو آنحضرت ﷺ نے فضول چیز بتایا ہے اور تقلید ان تینوں چیزوں کے علاوہ ہے اسی لئے یہ بزبان پیغمبر آخرالزمان ﷺ فضول چیز ہے۔ بتاؤ مقلد بھائیو جس چیز کو آنحضرت ﷺ فضول (بے کار) بتائیں وہ بھی عمل کرنے (اپنانے) کے قابل ہے کچھ تو غور کرو۔

نہ تم سمجھے نہ ہم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبین سے

قارئین یہ بات ذہن نشین رہے کہ فریضہ عادلہ کا تعلق کتاب وسنت کے تابع اجتہاد سے ہے اس لئے تو اس کو تیسرے مقام پر بیان کیا گیا ہے۔ نہ کہ یہ کتاب وسنت کے مقام پر کیونکہ اجتہاد پر بوقت ضرورت عمل کیا جاتا ہے اور اگر اجتہاد کے خلاف کتاب وسنت کی کوئی نص (دلیل) مل جائے تو اجتہاد ساقط ہو جاتا ہے اور کتاب و سنت پر عمل کرنا فرض اور یہی بات اہل حدیث کا امتیازی نشان اور تقلید کی فطرت کے خلاف ہے کہ تقلید کا ایک تو دلیل سے تعلق نہیں ہوتا اور دوسرا اگر دلیل مل جائے تو مقلد یہ کہہ کر کتاب وسنت کو ٹھکرا دیتا ہے کہ میں مقلد ہوں (کما تقدم و کما سیأتی)

۶ : عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ ان الاسلام بدأغریباً و سیعود غریبًا کما بدأ فطوبیٰ للغرباء.

[ترمذی ج ۲، ص ۹۱، ابواب الایمان باب ماجاء ان الاسلام بداء غریبا وسیعو د غریبا]

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بیشک اسلام شروع میں غریب تھا اور آخر میں بھی یہ غریب ہو جائے گا۔ پس غرباء کے لئے خوشخبری ہے۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی دو حالتیں بتائی ہیں کہ اسلام جس طرح شروع میں غریب (کمزور) تھا اس طرح آخر زمانہ میں بھی ہو جائے گا۔ اور پھر غرباً کے لئے خوشخبری بھی سنائی ہے تو غرباء کے متعلق محدثین نے بہت سی توضیحات بیان کی ہیں مگر جو سب سے بہتر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ غربا وہ لوگ ہیں جو اسلام کے احکام پر پختہ رہیں گے اور اس میں (رائے قیاس تقلید وغیرہ کی) ملاوٹ نہیں ہونے دیں گے۔ جیسا کہ ترمذی شریف کی روائت سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت عمرو بن عون رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الدین بدأ غریبًا و یرجع غریبا فطوبی للغربأ الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی من سنتی.

[ترمذی ج ۲ ص ۹۱، ابواب الایمان باب ماجاء ان الاسلام بدأ غریبا وسیعود غریبا]

''بیشک دین شروع میں غریب تھا اور آخر میں بھی یہ غریب رہ جائے گا پس غربا کے لئے خوشخبری ہے (اور غربا وہ لوگ ہیں) جو لوگوں کی اصلاح کریں گے کیونکہ میرے بعد کچھ لوگوں نے میری سنت میں فساد برپا کر دیا ہوگا۔''

قارئین کس قدر وضاحت فرما دی ہے زبان نبوت نے اور یہ بات تو آج قرائن ہی نہیں بلکہ دلائل سے ثابت ہو چکی ہے کہ سنت میں (دین میں) سب سے زیادہ فساد تقلید کی وجہ سے ہوا۔ حرم مکی میں چار مصلے قائم کئے گئے اپنے امام کے غیر کے مقلدین پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔ قتل کیا گیا اور یہاں تک کہہ دیا گیا کہ اگر ہمارے اختیار میں ہوتا تو ہم شوافع سے جزیہ وصول کرتے۔ اور ان خرابیوں کی اصلاح کرنے والوں (تقلید کا انکار کرنے والوں) کے لئے آنحضرت ﷺ نے بشارت سنائی ہے۔

اور اس طرح کی بشارت امام ابن حزم رحمہ اللہ علیہ نے بھی الاحکام میں نقل کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ تقلید سے توبہ کر لو۔ (رائے اور قیاس کو خیر باد کہہ دو) اور

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے فرمان کو قبول کرتے ہیں۔ ان کو خوشخبری سنا دو۔

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰئِكَ هُمْ اُولُو الْاَلْبَابِ.﴾

''کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو قبول کرنے والوں کو ہدائت اور عقلمندی کی خوشخبری سنا دو۔'' [۳۹/الزمر:۱۸]

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو قبول نہ کیا (اور تقلید کی) تو وہ اس خوشخبری سے نکل گیا اور صفات محمودہ سے محروم ہو گیا۔

۷: و عن عبدالله بن مسعود قال خط لنا رسول الله ﷺ خطا ثم قال هذا سبيل الله ثم خط خطوطا عن يمينه و عن شماله و قال هذا سبل على كل سبيل منها شيطان يدعوا اليه و قرأو ان هذا صراطى مستقيما فاتبعوه. ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبله

[مسند احمد، ج ۱، ص ۴۳۵، مشکوۃ ج ۱ ص ۳۰]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچ کر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا رستہ ہے پھر آپ نے دائیں اور بائیں چند لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ بہت سے رستے جو ہیں ان میں سے ہر ایک رستے پر شیطان بیٹھا ہے جو اپنی طرف دعوت دیتا ہے اور آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (و ان هذا صراطى مستقيما) کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی ہی پیروی کرو (اور شیطان کے رستوں کی پیروی نہ کرو)''

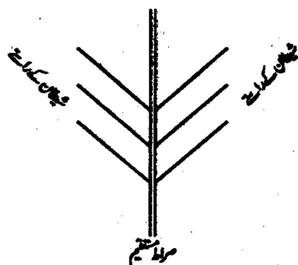
اس حدیث مبارکہ میں آنحضرت ﷺ نے کس قدر واضح الفاظ میں اس بات کی نشاندہی کر دی ہے ہدائت کا رستہ صرف سبیل اللہ (اللہ کا رستہ) ہی ہے باقی تو سب شیطان کی راہیں ہیں جو ہدائت کے رستے نہیں کہلا سکتے کیونکہ شیطان نے اللہ

تعالیٰ کو اس دن کہہ دیا تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم نہ ماننے اور قیاس کرنے کے جرم میں لعنت سے نواز کر اپنے دربار سے نکال دیا تھا۔

﴿قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِي لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ ...... الخ﴾ [۷/الاعراف:۱۶،۱۷]

''کہ (اے اللہ) تو نے مجھے گمراہ تو کر دیا ہے (اپنے کرتوت نہیں دیکھ رہا) مگر مجھے قسم ہے اب میں ان کے لئے تیرے سیدھے رستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں ان کے دائیں بائیں۔ آگے پیچھے سے آؤں گا اور ان کو بھی گمراہ کردوں گا۔''

اب ملاحظہ فرمائیں نقشے کی صورت میں:



قارئین ذرا غور سے دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ کیا آنحضرت ﷺ کا فرمان سچ ثابت نہیں ہو رہا کہ شیطان نے کس انداز سے جال بچھایا ہے کہ بڑے بڑے علماء ومفتیان کرام اور شیوخ الحدیث بھی شیطانی راہوں پر چل نکلے کہ یہ بھی تو صراط مستقیم سے ہی نکلتی ہیں جس راہ پر جی چاہے چلو منزل (جنت) پر پہنچ جاؤ گے۔

قارئین یہ محض تخیل نہیں بلکہ حقیقت ہے آج کسی بھی مقلد سے پوچھ لو وہ کہے گا جس امام کی جی چاہے تقلید کر لو جائز ہے (اگرچہ اس دعوے کو مقلدین نے اپنے کردار سے غلط ثابت کیا ہے یا پھر اپنے ہی بنائے ہوئے اصول کی پرواہ نہیں کی۔

تفصیل آگے آئے گی ان شاء اللہ)۔

بھائیو! غور کرو اللہ تعالیٰ تو حکم فرمائیں کہ:

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ. ﴾ [٦/الانعام:١٥٣]

''سیدھا رستہ میرا ہے اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ (شیطان) تمہیں سیدھے رستے سے بھٹکا دیں گے۔''

اللہ تعالیٰ تو صراط مستقیم کے علاوہ دوسرے راستوں کی اتباع سے روکیں مگر مقلدین حضرات ہیں کہ سبیل اللہ (صراط مستقیم) کے علاوہ راستوں کی اتباع کی دعوت دے رہے ہیں (فیاللعجب) اور یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ تقلید نے آ کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے رستے (صراط مستقیم) سے دور کر دیا اب (تقلید کے بعد) مقلد یہ کہتا ہوا ذرا برابر بھی عار محسوس نہیں کرتا کہ میں اس حدیث کو اس لئے نہیں مانتا کہ یہ میرے امام کے قول کے خلاف ہے بلکہ اس حدیث کو ٹھکرانے کے لئے قانون وضع کر دیتا ہے کہ جو بھی قرآن مجید کی آیت یا حدیث پیغمبر ﷺ ہمارے اصحاب (آئمہ) کے مذہب کے خلاف آئے گی اسے ٹھکرا دیا جائے گا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تقلید کی نامرادیاں)

مقلدین حضرات غور کریں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اگر تم شیطانی راستوں کی اتباع کرو گے تو وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے رستے سے ہٹا کر تفرقہ بازی کی دلدل میں پھنسا دیں گی۔ بتاؤ مقلدین حضرات کیا تقلید نے امت مسلمہ کو کئی فرقوں (صرف چار ہی نہیں) میں تقسیم نہیں کر دیا؟ جواب دینے سے پہلے قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی (مقلد) کی تفسیر مظہری کا مطالعہ کر لینا قاضی صاحب نے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ تقلید نے اہلسنت کو چار فرقوں (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) میں تقسیم کر دیا ہے

(تفصیل گزر چکی ہے) اور دوسری روائت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے سیدھی لکیر کے دائیں بائیں دو لکیریں کھینچیں اور سیدھی لکیر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ "ھذا سبیل اللہ" یہ اللہ تعالیٰ کی راہ ہے یعنی باقی چار شیطان کی راہیں اللہ کی راہ صرف ایک ہی ہے۔

ایک مغالطے کا جواب

آج کے دور میں حنفی (مقلدین) قوم کو یہ مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ امام چاروں ہی برحق ہیں جس امام کی بھی تقلید کرلو جائز ہے۔

حالانکہ یہ بات بالکل اس کے برعکس ہے کیونکہ حنفی حضرات نے تو دوسرے آئمہ کو مسلمان بھی تسلیم نہیں کیا اور پھر امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کی مخالفت میں اس قدر آگے جا چکے ہیں کہ اگر صحیح حدیث بھی امام شافعی کی تائید کرے تو پھر بھی تقلید کا سہارا لے کر حدیث کو ہی ٹھکرا دیتے ہیں۔ اس پر ہی معاملہ ختم نہیں بلکہ امام شافعی کے مسائل کو غلط ثابت کرنے کے لئے (دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ حدیث کو ٹھکرانے کے لئے) کتابیں لکھ ڈالیں اور خود ساختہ قوانین وضع کر لئے (مثلاً نور الانوار۔ اصول شاشی وغیرہ)

تو آؤ مقلد بھائیو تقلید کی دلدل سے نکل کر کتاب و سنت کے چشمہ صافی سے اپنے کو سیراب کرلو کہ شرک و بدعت (تقلید) کے بیماروں کے لئے ایک اکسیر ہے۔

۸: عن جابر عن النبی ﷺ حین اتاہٗ عمر فقال انا نسمع احادیث من یھود تعجبنا افتری ان نکتب بعضھا فقال افتھوکون انتم کما تھوکت الیھود والنصاریٰ لقدجئتکم بھا بیضاء نقیة و لو کان موسیٰ حیا ماوسعہ الا اتباعی.

[مشکوۃ ص ۱۔۳۰]

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ آنحضرت ﷺ سے بیان کرتے

ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو کہنے لگے کہ بیشک ہم یہودیوں کی باتیں سنتے ہیں تو وہ (باتیں) ہم کو اچھی لگتی ہیں تو کیا؟ آپ اجازت دیتے ہیں کہ ہم ان میں سے بعض باتیں لکھ لیا کریں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا؟ تم بھی یہود ونصاریٰ کی طرح حیران ہوتے ہو البتہ میں تمہارے پاس صاف روشن شریعت لایا ہوں اور اگر (آج) موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میری اتباع کے علاوہ انہیں کوئی چارہ نہ ہوتا۔"

۹: عن جابر ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اتی رسول اللہ ﷺ بنسخة التورته فقال یا رسول اللہ ﷺ هذه نسخة من التورته فسکت فجعل یقرء و وجه رسول اللہ ﷺ یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ماتریٰ مَا بوجه رسول الله ﷺ فنظر عمر الی وجه رسول الله ﷺ فقال اعوذ بالله من غضب الله ومن غضب رسوله رضینا بالله ربًا و بالاسلام دینا و بمحمد نبینا فقال رسول الله ﷺ والذی نفس محمد بیده لو بدالکم موسیٰ فاتبعتموهُ و ترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل و لو کان حیا و ادرک نبوتی لا تبعنی.

[دارمی ج ۱ ص ۱۲۵، باب ماینقی من تفسیر حدیث النبی ﷺ وقول غیرہ عند قولہ ﷺ مشکوۃ ج ۱ ص ۳۲]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس توراۃ کا ایک نسخہ لائے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ یہ تورات کا ایک نسخہ ہے تو آنحضرت ﷺ خاموش رہے تو حضرت عمر نے توراۃ کو پڑھنا شروع کیا اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہونا (رنگ بدلنا) شروع ہو گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا (اے عمر) تجھے گم پائیں گم پانے والیاں کیا؟ تو آنحضرت ﷺ کے چہرۂ مبارک کو نہیں دیکھتا تو حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی طرف

دیکھا (کہ متغیر ہوگیا ہے) یعنی آپ غصے میں ہیں اور کہنے لگے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے غضب (غصے) سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اسلام کے دین اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوں تو (یہ سن کر) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تمہارے لئے ظاہر (زندہ) ہو جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے لگ جاؤ تو تم گمراہ ہو جاؤ (اور سنو) اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے اور میری نبوت کے زمانے کو پاتے تو البتہ ضرور میری اتباع کرتے۔

اس روائت میں تین وجہ سے تقلید کا رد موجود ہے۔

۱:۔ اگر ایک آسمانی کتاب توراۃ کو پڑھنا رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کا سبب بن سکتا ہے تو ہدایہ، کنز، وقایہ، عالمگیری، شامی، قدوری وغیرہ (جن میں کتاب وسنت کے خلاف مسائل بھی موجود ہیں) پر کتاب وسنت کو چھوڑ کر عمل کرنا کیا؟ قیامت کے دن ذلت ورسوائی کا سبب نہیں بنے گا۔

۲:۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں اگر موسیٰ علیہ السلام جو ایک جلیل القدر پیغمبر بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کلیم بھی ہیں کی اتباع کرنا تو گمراہی کا سبب بن جائے مگر آج رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر آراء الرجال اور اقوال آئمہ وفقہا کی اتباع کی جائے تو عین ہدائت؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ جس طرح آنحضرت ﷺ کو چھوڑ کر آدمی کسی سابقہ نبی کی اتباع کرے تو گمراہ ہو جاتا ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کے حکم کے خلاف کسی امام یا مفتی کی تقلید کرنے والا بھی گمراہی کے راستے پر چل نکلتا ہے۔

۳:۔ اور پھر اس لحاظ سے بھی مذکورہ بالا روایات بطلان تقلید پر دلالت کرتی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جیسا پیغمبر بھی اگر دور نبوت مصطفیٰ ﷺ میں موجود ہو تو اس پر بھی اتباع پیغمبر ﷺ ضروری ہے۔ ایک سابقہ نبی پر تو آنحضرت ﷺ کی اتباع ضروری اور کیا؟

ہمارے لئے امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کی تقلید ضروری ہے۔ نہیں بلکہ ہم بھی اگر آئمہ وفقہا کی تقلید کو چھوڑ کر امام الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کی اتباع وفرمانبرداری کریں گے تو جنت کے حق دار ٹھہریں گے۔

تسیں آپے ای فیصلہ کر لینا اے مجلس خاصاں عاماں دی
جتھے نیویں پائی نبیاں نیں اوتھے گل کی رہ گئی اماماں دی

۱۰ : عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال النبی ﷺ سيكون فی امتی رجال يدعون الناس الی اقوال امامهم و رهبانهم و يعملون بها و يحسدون المسلمين علی التامين خلف الامام الا انهم يهود هذه الامة ثلاثا رواه ابن القطان و صححه ابن السكن. [جمع الجوامع۔ بحوالہ طریق محمدی ص ۶۱]

''فقیہہ امت محمد یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جو لوگوں کو اپنے امام اور درویشوں کے اقوال کو ماننے کی دعوت دیں گے اور خود بھی وہ اس پر عمل کریں گے (اور ان کی ایک نشانی یہ ہوگی کہ) وہ ان مسلمانوں سے حسد رکھیں گے جو امام کے پیچھے آمین کہتے ہیں خبردار (لوگو یاد رکھو) یہ لوگ میری امت کے یہودی ہیں اور یہ الفاظ آپ نے تین بار دھرائے اس روائت کو ابن قطان نے روائت کیا ہے اور امام ابن سکن نے صحیح کہا ہے۔''

عزیز قارئین! غور فرمائیں کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ائمہ اور درویشوں کی تقلید کرنے والے کو یہودیت سے مشابہ قرار دے کر کس طرح اس امت کو واضح طور پر تقلید کی چاردیواری میں جانے سے منع کر دیا ہے۔ تو مقلد بھائیو آؤ ائمہ کے اقوال کی طرف بلانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ کہ فرمان خداوندی ہے

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ الخ﴾ کہ اس شخص کی بات سے اچھی بات کس شخص کی ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ یعنی داعی الی اللہ کی بات کو اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی باتوں سے بہتر قرار دیا ہے تو اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ سب سے اچھی بات کو قبول کرنا ہے یا اس سے کم تر بات کو یعنی کیا اس کی بات ماننے کے قابل ہے جو اللہ تعالیٰ اور ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف بلائے یا اس کی جو ان کے خلاف ائمہ کے اقوال کی دعوت دے۔

روز سنتے ہو جھگڑے غیروں کے

آج میری بھی التجا سن لو!

۱۱: و قال ﷺ وجئی بکتاب فی کتف کفی بقوم حمقا او قال ضلالاً ان یرغبوا عما جاء به نبیهم الی غیر نبیهم او کتاب غیر کتابهم فنزلت اولم یکفهم انا انزلنا علیک الکتٰب یتلی علیهم الآیه.

[الشفاء قاضی عیاض ج ۲ ص ۱۴]

ایک دفعہ لوگ ایک ہڈی کے شانے پر کچھ لکھا ہوا لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں کی حماقت یا (آپ نے فرمایا کہ) گمراہی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ (لوگ) اپنے نبی کی لائی ہوئی وحی کو چھوڑ کر ایسی باتوں کی طرف توجہ کریں جو ان کا نبی نہیں لایا (یا آپ نے یہ فرمایا کہ) ایسی کتاب کی طرف رغبت کریں جو اس نبی کی نہیں ہے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ کیا؟ ان کو وہ (کتاب) کافی نہیں ہے جو ہم نے آپ پر نازل کی (اور پھر) اس کی آیات ان (لوگوں) پر پڑھی بھی جاتی ہیں۔

قارئین! غور فرمائیں آنحضرت ﷺ نے کتاب و سنت کے علاوہ کسی اور چیز (آراء الرجال وغیرہ) پر عمل کرنے والے کو بیوقوف اور گمراہ جیسے الفاظ سے یاد کر

کے ہم سب کے لئے یہ فرمان جاری کر دیا کہ عمل صرف کتاب وسنت پر کرنا اور یاد رکھو اگر کتاب وسنت کو چھوڑ کر لوگوں کی رائے قیاس کو اپناؤ گے یعنی کسی غیر نبی کی تقلید کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور یہ بدترین حماقت (بیوقوفی) ہے کہ آدمی کلمہ تو کسی اور کا پڑھے امتی ہونے کا دعویٰ تو کسی اور کی نسبت سے کرے مگر جب بات ماننے کا موقع آئے تو تقلید کسی امام یا پیر کی کرے (فیاللعجب)

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری
غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری

۱۲: عن عوف بن مالک عن النبی ﷺ قال تفترق امتی علی بضع و سبعین فرقة اعظمها فتنة علی امتی قوم یقیسون الامور برأیهم فیحلون الحرام و یحرمون الحلال.

[رواہ الطبرانی فی الکبیر بحوالہ مجمع الزوائد ج ا ص ۱۷۹]

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے (اور سنو) ان تمام فرقوں میں سے سب سے بڑا فتنہ پھیلانے والا وہ فرقہ ہے جو دینی امور میں بھی رائے اور قیاس سے کام لیں گے حتی کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیں گے۔

قارئین دیکھا امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رائے اور قیاس کرنے والوں کو امت کے لئے سب سے بڑا فتنہ قرار دیا ہے (فتنہ تو اور اکہتر اے فرقے بھی ہیں مگر اہل الرائے کی مثال نہیں) اور جب بھی آدمی کتاب وسنت کو چھوڑ کر قیاس اور رائے کی پیروی (تقلید) کرتا ہے تو پھر حلت وحرمت کا معیار بھی رائے اور قیاس ہی ہوتی ہے۔ (جیسا کہ آپ آگے چل کر تفصیل سے پڑھیں گے ان شاء اللہ العزیز)

تو آؤ مقلد بھائیو تقلیدی فتنے کو خیر باد کہتے ہوئے کتاب وسنت کو مشعل راہ

بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی صرف کتاب وسنت پر عمل کرنے سے ہے اور اس فتنے (جس کی اطلاع زبان نبوت نے دی تھی) سے بچنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ''ایاکم والرائ فان اصحٰب الرای اعداء السنن'' [اعلام الموقعین ج ا ص ۵۵] کہ اصحاب الرائے سے بچنا کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کی سنتوں کے دشمن ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس تجزیے کو آج کے مقلدین نے حرف بحرف پورا کر دکھایا ہے۔

اَعَاذَ نَااللّٰہُ مِنۡہُ آمِیۡنَ یَا اِلٰہَ الۡعَالَمِیۡنِ



تقلید کا رد

خلفائے راشدین و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے

قارئین تقلید کے رد میں احادیث تو اور بھی بہت سی ہیں مگر طوالت کے خوف کی وجہ سے انہی چند احادیث پر اکتفا کرتا ہوں کہ ماننے کے لئے تو ایک حدیث ہی کافی ہے۔

اب خلفائے راشدین اور دیگر اصحاب پیغمبر ﷺ کے اقوال سے تقلید کا رد پیش کرتا ہوں کہ تفصیل مقصود نہیں صرف بات سمجھانا مقصود ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تقلید کا رد

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب خلافت کے منصب پر فائز ہوئے تو آپ نے خلافت کے سب سے پہلے خطبہ کے موقع پر ارشاد فرمایا:

فان احسنت فاعینونی و ان اساء ت فقوّ مونی.

”کہ اگر میں کوئی اچھائی (نیکی کا کام) کروں تو پھر آپ (اے صحابہ کرام کی جماعت) میری امداد فرمائیں اور اگر میں کوئی برا کام کروں تو پھر آپ مجھے سیدھا کر دیں۔“

آگے چل کر فرماتے ہیں:

اطیعونی ما اطعت اللہ و رسولہٗ فاذا عصیت اللہ و رسولہٗ فلا طاعۃ لی علیکم.

”کہ اے لوگو۔ جب تک میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کروں تو آپ بھی میری اطاعت کریں اور جب میں اللہ اور اس کے

رسول ﷺ کی نافرمانی کر بیٹھوں تو اس وقت آپ پر میری اطاعت لازم نہیں ہے۔"

[تاریخ الخلفاء ص ۵۸' مختصر سیرت الرسول ﷺ ص ۴۶۸]

قارئین غور فرمائیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کس قدر واضح الفاظ میں اپنی تقلید سے منع فرمایا ہے اور اگر کائنات میں رفیقِ مصطفیٰ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقلید نہیں ہو سکتی تو امام ابوحنیفہ و شافعی وغیرہ کی تقلید چہ معنی دارد؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تقلید کا رد

و کان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یقول والذی نفس عمر بیدہ ما قبض اللہ تعالیٰ روح نبیہ ﷺ و لا رفع الوحی عنہ حتی اغنی امتۃ کلھم عن الرای.

[میزان شعرانی ص ۱-۵۱]

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک اپنے نبی کی روح کو قبض نہیں کیا اور نہ ہی وحی کا سلسلہ منقطع کیا ہے جب تک کہ آپ کی تمام امت کو رائے سے بے پرواہ نہیں کر دیا۔"

یعنی دین تو مکمل ہو چکا ہے رائے اور قیاس کی ضرورت ہی باقی نہیں ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی موجود ہے کہ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ" کہ دین تو مکمل ہو چکا ہے۔

جناب عمر رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:۔

السنة ما سنه اللہ و رسوله ﷺ لا تجعلو خطأ الرأی سنة للامة

[اعلام الموقعین ص ۱-۵۴]

''کہ سنت وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے سنت قرار دیا ہے تم (لوگوں کی) غلط رائے کو امت کے لئے سنت نہ بناؤ۔''

مزید تقلید (رائے و قیاس) کی قباحت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

ایاکم و اصحاب الرأی فانهم اعداء السنن اعتیهم الاحادیث ان یحفظوها فقالوا بالرأی فضلوا و اضلوا.

[اعلام الموقعین ص ۱/۵۵]

''رائے اور قیاس کرنے والوں سے بچو کہ بیشک وہ سنت کے دشمن ہیں جب احادیث کو یاد کرنے سے عاجز آ جاتے ہیں تو رائے اور قیاس سے فتویٰ دینا شروع کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہی کے گڑھے میں پھینک دیتے ہیں۔ سچ ہے۔''

اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا
طائروں پہ ہے سحر صیاد کے اقبال کا

قارئین! غور فرمائیں خلیفہ ثانی مرادِ رسول اللہ ﷺ کس طرح لوگوں کو تقلید سے بچنے کا درس دے رہے ہیں اور یہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں کہ بارہا جن کی رائے کے مطابق قرآن مجید نازل ہوا۔ آپ خود فرماتے ہیں ''**وافقت ربی ثلاث**'' کہ میں نے تین کاموں میں اپنے پروردگار کی موافقت کی ہے۔

خلیفہ ثالث شہید مدینہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور تقلید کی بیخ کنی

حضرت عبید اللہ بن زبیر فرماتے ہیں:

انا واللہ مع عثمان بن عفان بالجحفة اذ قال عثمان و ذکر له التمتع بالعمرة الی الحج اتموا الحج واخلصوہ فی اشهر

الحج فلواخرتم هذه العمرة حتى تزوروا هذا البيت زورتين كان افضل فان الله قداوسع فى الخير فقال له على عمدت الى سنة رسول الله ﷺ و رخصة رخص الله للعباد بها فى كتابه تضيق عليهم فيها و تنهٰى عنها و كانت لذى الحاجة و لنائى الدارثم اهلّ على بعمرة و حج معاً فاقبل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ على الناس فقال انهيت عنها؟ انى لم انه عنها انما كان رايا اشرت به فمن شاء اخذه و من شاء تركه.

[اعلام الموقعین ص ۱/ ۵۸]

''کہ ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے لوگو۔ اگر تم حج کے مہینے میں صرف حج ہی کرلو (یعنی حج وعمرہ اکٹھا نہ کرو) اور عمرہ بعد میں ادا کر لینا تو یہ آپ کے لئے افضل ہوگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اے عثمان جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی رخصت دی ہے اور آنحضرت ﷺ کی سنت بھی ہے تو آپ لوگوں کو تنگی میں کیوں؟ ڈالنا چاہتے ہیں اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ کا اکٹھا ہی احرام باندھا (یعنی حج تمتع کا) تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ اے لوگو کیا؟ میں نے حج اور عمرہ اکٹھا کرنے سے منع کیا ہے۔ نہیں میں آپ کو منع نہیں کرتا بلکہ میں نے تو رائے (مشورہ) پیش کی ہے جس کا جی چاہتا ہے قبول کر لے۔ جس کا جی چاہے میری رائے کو چھوڑ دے۔''

مقلدین حضرات مذکورہ بالا عبارت کو بار بار پڑھو اور اپنے کردار پر بھی غور کرو۔

خلیفہ چہارم داماد پیغمبر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تقلید کی تردید

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

لو کان الدین بالرأی لکان اسفل الخف اولٰی بالمسح من اعلاہ وقدرأیت رسول اللہ ﷺ یمسح علی ظاھر خفیه.

[بلوغ المرام ص۲۲، باب المسح علی الخفین]

''اگر دین رائے اور قیاس کا نام ہوتا تو موزوں کے اوپر کی بجائے نیچے مسح کرنا زیادہ بہتر تھا۔ (یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ مسح موزوں کے نیچے کیا جاتا مگر) میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ نے اپنے موزوں کے اوپر کی جانب مسح کیا۔''

قارئین! غور فرمائیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کس قدر واضح الفاظ میں رائے اور قیاس کو دین سے الگ کر کے بے دینی سے تعبیر کیا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ عقل چاہے تسلیم کرے یا نہ کرے مگر جو پیغمبر آخر الزماں ﷺ نے فرمایا ہے عمل اس پر (سنت پر) ہی کیا جائے گا۔

صحابی رسول حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تقلید کا رّد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لایاتی علیکم زمان الاوھو شر من الذی قبله اما انی لا اقول امیر خیرو لا عام اخصب من عام ولکن فقھاؤکم یذھبون ثم لا تجدون منھم خلفأ و یجئی قوم یقیسون الامور برأیھم.

[جامع العلم ص۲/۱۳۵]

اے لوگو تم پر جو بھی سال آئے گا وہ گزشتہ سال سے برا ہو گا میں یہ نہیں کہتا کہ پہلے سال بارش زیادہ ہو گی یا فصل عمدہ ہو گی اور دوسرے سال نہیں ہو گی یا پہلے سال امیر اچھا ہو گا۔ نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ علماء فوت ہو جائیں گے اور تم ان علماء کے جانشین حاصل نہیں کر سکو گے اور پھر ایک ایسی قوم آئے گی جو دینی امور میں رائے زنی کرے گی (اور یہی لوگوں کی بدتری کی وجہ ہے کہ کتاب وسنت کو چھوڑ کر رائے قیاس پر عمل کیا جائے)

مزید فرماتے ہیں:۔

ولكن ذهاب خياركم و علماء كم ثم يحدث قوم يقيسون الامور برايهم فينهدم الاسلام ويثلم.

[اعلام الموقعین ج اص ۵۷]

''یعنی تمہارے بہترین لوگ اور علماء حضرات فوت ہو جائیں گے پھر ایک قوم پیدا ہو گی (یعنی جاہل) جو معاملات کو رائے اور قیاس سے طے کرے گی جس کی وجہ سے اسلام منہدم ہو جائے گا اور اسلام عیب دار ہو جائے گا۔''

آج کے دور میں بھی جب رائے اور قیاس کو اپنایا گیا تو اسلام کی عمارت کو شدید ترین نقصان پہنچا وہ مسلمان جو کبھی غیروں کے مقابلہ میں صف آراء تھے اس تقلید (رائے اور قیاس) کو اپنانے کے بعد آپس میں ہی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے جس کی وجہ سے غیر مسلم اقوام کو مسلمانوں کے خون عزت اور مال سے کھیلنے کا موقع مل گیا۔

اور جب قرآن وسنت کو چھوڑ کر تقلید کی گئی تو اس سے اسلام میں عیب بھی نظر آنے لگے کیا پہلے اسلام نامکمل تھا اب تقلید نے اس کی تکمیل کی ہے؟ جبکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ:۔

لا يقلدن رجل رجلاً دينه ان اٰمن اٰمن و ان كفر كفر يعني في

نفس الامر وانظروا فی دینکم.

[میزان شعرانی ص ۱/۵۰]

''یعنی کوئی آدمی دین میں کسی دوسرے آدمی کی تقلید نہ کرے کیونکہ اگر تو اس کا متبوع ایمان دار ہوا تو وہ بھی ایمان دار ہوگا اور اگر اسکا متبوع کافر ہوا تو مقلد بھی کافر ہوگا یعنی نفس امر میں تم اپنے دین میں غور کرو۔''

مزید فرماتے ہیں کہ:۔

اتبعوا ولا تبتدعوا فقد کفیتم.

''کہ (کتاب وسنت کی) پیروی کرو نئی بات مت نکالو تم کو وہی (کتاب و سنت) کافی ہے۔'' [دارمی ص ۱/۶۱]

غور فرمایئے! حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کبھی تقلید کو بدعت کا نام دیتے ہیں اور کبھی اسلام کو گرانے اور عیب دار کرنے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں مگر ہم ہیں کہ امتِ محمدیہ ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں صحابہ کرام سے محبت کے دعویدار بھی ہیں مگر فرمان ماننے کے لئے تیار نہیں۔ (فیاللعجب)

مولانا تقی عثمانی صاحب سے ایک سوال

حضرت ابن مسعود کے اقوال سے آپ کو بخوبی معلوم ہو گیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کس قدر تقلید کے خلاف ہیں کہ تقلید کرنا تو اسلام کی عمارت کو گرانے کے مترادف ہے مگر مولانا تقی عثمانی صاحب نے حضرت ابن مسعود پر بھی تقلید کا الزام لگا دیا چنانچہ فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود کے الفاظ (لا یقلدن رجل رجلاً دینه ان امن امن و ان کفر کفر) صاف بتا رہے ہیں کہ وہ ایمانیات میں کسی کی تقلید کو جائز قرار نہیں دے رہے اور یہ ہم بار بار عرض کر چکے ہیں کہ ایمانیات میں تقلید ہمارے نزدیک بھی درست نہیں۔ [تقلید کی شرعی حیثیت، ص ۱۲۶]

اس اقتباس میں مولانا صاحب نے تقلید کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور ایک وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تقلید کا داعی ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی ہے۔

ا:۔ ایک تو یہ ہے کہ کسی کی ایمانیات میں تقلید کرنا اور یہ جائز نہیں۔

۲:۔ دوسرا احکامِ شریعت میں اسلاف کی تقلید کرنا اور اس کا درس ابن مسعود نے بھی دیا ہے (تقی صاحب کے خیال کے مطابق) حالانکہ ابن مسعود اور دیگر صحابہ کرام احکام کو ایمان کے ترازو سے ہی تولتے تھے کیونکہ وہ اعمال کو ایمان میں داخل سمجھتے تھے۔ بھلا جو آدمی تقلید کو اسلام کے گرانے سے تعبیر کرے اور تقلید پر اسلام کو عیب دار ظاہر کرنے کا حکم صادر کرے وہ ایمانیات اور احکام شریعت کی تقسیم کر کے تقلید کا جواز کیسے مہیا کر سکتا ہے؟ مگر افسوس عثمانی صاحب پر کہ تقلید کو بدعت کہنے والا بھی انہیں تقلید کا داعی نظر آتا ہے۔

الٹی ہی چال چلتے ہیں دیو انگان عشق
انہیں مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

اور تقلید کا رَدّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی تقلید کے سخت خلاف اور سنت پر سختی سے پابند تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک شامی آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا؟ حج تمتع جائز ہے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ جائز ہے تو وہ شامی آدمی کہنے لگا کہ آپ اس کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں جبکہ آپ کے والدِ ماجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا ہے تو آپ نے فرمایا میرے باپ نے تو منع کیا ہے مگر آنحضرت رضی اللہ عنہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

آگے جو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا وہ مقلدین کے لئے سامان عبرت ہے

فرماتے ہیں۔

امر ابی یتبع ام امر رسول اللہ ﷺ

''کیا اتباع میرے باپ کے حکم کی ہوگی یا امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے حکم کی۔'' [ترمذی ص ۱/۱۶۹]

قارئین ! توجہ فرمائیں اگر رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مقابلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے عشرہ مبشرہ سے تعلق رکھنے والے اور ملهم من اللہ صحابی کے قول پر عمل نہیں کیا جا سکتا تو کیا ایسے آدمی کا قول واجب العمل ہو سکتا ہے جو صحابی تو درکنار ایک تابعی بھی نہ ہو؟

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دوسروں کو بھی صرف کتاب وسنت کی موافقت کا حکم دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے جابر بن زید کو فرمایا:۔

انک من فقهاء البصرة فلاتفت الابقران ناطق اوسنة ماضية فانک ان فعلت غير ذالک هلکت اهلکت. [دارمی ا/ص ۵۴]

''کہ اے جابر آپ فقہاء بصرہ میں سے ہیں (دیکھو) جب بھی فتویٰ دینا کتاب وسنت کے مطابق ہی دینا اگر آپ نے اس کے علاوہ (رائے اور قیاس سے) فتویٰ دیا تو تم خود بھی ہلاک ہوگے اور دوسروں کو (جن کو فتویٰ دوگے) بھی ہلاک کروگے۔''

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور تقلید کی بیخ کنی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی دوسرے صحابہ کرام کی طرح کتاب و سنت پر سختی سے عمل پیرا ہوتے۔ رائے اور قیاس سے منع فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ رائے اور قیاس پر ہی تقلید کی بنیاد ہے۔ چنانچہ ابوالعالیہ الریاحی فرماتے ہیں کہ میں نے

عبداللہ بن عباس کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

ویل للاتباع من عثرات العالم قیل کیف ذالک قال یقول العالم شیئًا برآیه ثم یجد من هواعلم برسول الله ﷺ منه فیترک قوله ذالک ثم تمض الاتباع. [ابن عبدالبر ص ۲/۱۱۲]

''ہلاکت ہے علماء کے اقوال کی اتباع کرنے والوں کے لئے آپ سے سوال کیا گیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ (کہ علماء کی اتباع سے آدمی ہلاک ہو جائے) تو آپ نے فرمایا کہ (بعض اوقات) ایک عالم دین اپنی رائے سے کوئی بات کہہ دیتا ہے پھر حدیثِ رسول ﷺ کا علم ہو جانے کے بعد اپنے قول کو چھوڑ دیتا ہے اور سنت کی اتباع کرتا ہے مگر اس کی تقلید کرنے والا تو حدیث کے مخالف قول پر ہی عمل کرتا رہتا ہے۔ (حالانکہ اسے تقلید کی بجائے تحقیق کر کے اس کی دلیل معلوم کرنی چاہئے تھی۔) مزید فرماتے ہیں

من احدث رأیا لیس فی کتاب الله و لم تمض به سنة من رسول الله ﷺ لم یدر علی ما هو منه اذا لقی الله عز و جل.

[اعلام الموقعین ص ۱/ ۵۸]

''جس شخص نے کتاب اللہ (قرآن مجید) اور سنت رسول اللہ ﷺ (حدیث) کے خلاف اپنی رائے ایجاد کرلی تو اس آدمی کے بارے میں کوئی علم نہیں کہ جب وہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو کس حالت میں ہوگا۔؟''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے تقلید اور اس کی بنیاد رائے اور قیاس کے متعلق کس قدر واضح الفاظ میں اپنا فیصلہ سنایا ہے کہ مقلد کو ہلاکت کے گڑھے سے بچ جانا چاہئے اور اس بات سے بھی ڈرنا چاہئے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے اگر پوچھ لیا کہ قرآن و حدیث پر عمل کیا تھا یا کہ آراء الرجال کی تقلید تو پھر نہ جانے انجام کیا

ہوگا؟ اسی پر اکتفا نہیں بلکہ آپ نے صاف صاف فرمادیا:۔

ما من احد الا وهو ماخوذ من كلامه و مردود عليه الا رسول الله ﷺ

''کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے علاوہ ہر کسی کے قول کو رد کیا جاسکتا ہے۔''

یعنی غیر نبی کی بات کو آنکھیں بند کر کے تسلیم نہیں کیا جاسکتا بلکہ دیکھا جائے گا اگر فرمان پیغمبر ﷺ کے مطابق ہے تو امنا ورنہ ٹھکرا دیا جائے گا۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو بغیر حیل و حجت کے قبول کیا جائے گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تقلید کا ردّ

شہسوار میدانِ سیاست آبروئے ملت اسلامیہ سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بھی تقلید کا رد اس انداز سے فرماتے ہیں۔ حضرت محمد بن جبیر بن مطعم بیان فرماتے ہیں کہ قریش کے ایک وفد کے ہمراہ میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے) کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اس کے بعد فرمایا:

اما بعد فانه قد بلغني ان رجالا فيكم يتحدثون باحاديث ليست في كتاب الله و لا توثر عن رسول الله ﷺ فاولئكم جهالكم.

[اعلام الموقعین ص ۱/۶۰]

''اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد (اے قوم قریش کے لوگو) مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ تم میں سے ایسی باتیں کرتے ہیں جن کا حکم نہ تو کتاب اللہ میں ہے اور نہ ہی وہ سنت سے ثابت ہیں تو (سن لو) تمہارے یہ لوگ جاہل ہیں۔''

قارئین غور فرمائیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کس قدر واضح الفاظ میں رائے اور قیاس کی بنیاد پر کتاب و سنت کی مخالفت کرنے والوں کو جاہل قرار دیا ہے۔

اور لوگوں کو اس بات پر مطلع کیا ہے کہ اس جہالت سے بچنا کہیں تم بھی تقلیدی جہالت کے جال میں نہ پھنس جانا۔

اور پھر مقلد کہتے بھی اسے ہی ہیں جو جاہل ہو عالم نہ ہو کیونکہ عالم کے لیے تقلید تو خود مقلدین کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے اور جو تقلید کرتا ہو عالم نہیں ہو سکتا اگر چہ وہ اپنے کو جامع المعقول والمنقول ہی کیوں نہ کہلائے اس لئے کہ تقلید نام ہی جہالت کا ہے علم سے تو اسکا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ (کما تقدم)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

سے تقلید کا رد

امام ابورجاء العطاردی کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

من کان عندہ علم فلیعلمه الناس و ان لم یعلم فلا یقولن ما لیس له به علم فیکون من المتکلفین و یمرق من الدین.

[اعلام الموقعین ص ۱/۶۰]

''کہ جس شخص کے پاس علم ہے وہ دوسروں کو بھی سکھائے اور جس کے پاس علم نہیں ہے وہ علم کے بغیر کوئی بات نہ کرے کیونکہ اگر وہ ایسا کرے گا تو وہ متکلفین سے ہو جائے گا اور دین سے بھی خارج ہو جائے گا۔''

مقلد بھائیو! توجہ کرو کہ صحابی رسول نے فرمایا ہے کہ جو شخص رائے اور قیاس کے مطابق فتویٰ دیتا ہے وہ متکلف اور دین سے خارج ہے یہی وجہ ہے کہ خود ائمہ اربعہ قیاس اور رائے سے منع کرتے تھے۔

اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ رائے اور قیاس کو ضروری قرار دے کر صحابی رسول ﷺ کی مخالفت کر لیں یا رائے اور قیاس کو خیر باد کہہ کر سنت کے دامن سے وابستہ ہو جائیں۔

لایا تو ہے نصیب ہمیں کوئے یار تک
دیکھیں گزر ہو یا نہ ہو اس گل عزار تک

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے تقلید کی تردید

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بڑے زوردار الفاظ میں تقلید کی قباحتوں کو بیان فرمایا اور ساتھ ہی اس سے بچنے کا حکم دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

تکون فتن فیکثر فیها المال و یفتح القران حتی یقراه الرجل و المراة و الصغیر و الکبیر و المنافق و المومن فیقراه الرجل فلا یتبع فیقول والله لا قرانه علانیة فیقراه علانیة فلا یتبع فیتخذ مسجد او یبتدع کلامًا لیس من کتاب الله و لا من سنة رسول الله ﷺ فایا کم و ایاه فانه بدعة و ضلالة قاله معاذ ثلاث مرات.

[اعلام الموقعین ص ۱/۶۰]

''یعنی فتنے بہت ہوں گے مال کی کثرت ہوگی قرآن کی تعلیم عام ہوگی۔ حتیٰ کہ مرد عورت' چھوٹے بڑے' منافق اور مومن سبھی قرآن کو پڑھیں گے لیکن اس پر عمل نہیں کریں گے مسجدیں بہت زیادہ ہوں گی مگر ان میں (بجائے کتاب وسنت کے درس وتدریس کے) بدعت کا کلام کیا جائے گا جس کا تعلق قرآن مجید اور احادیث پیغمبر ﷺ سے نہیں ہوگا تو تم اس سے بچو کیونکہ یہ بدعت اور گمراہی ہے حضرت معاذ نے یہ کلمات تین مرتبہ دھرائے۔''

قارئین! حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کو بغور پڑھو اور غور کرو کہ کیا تقلید کی ابتداء کے ساتھ ہی امت مسلمہ فتنوں کی لپیٹ میں نہیں آ گئی تھی۔؟

اور ان میں سب سے بڑا فتنہ اہل اسلام کا مختلف فرقوں میں تقسیم ہو جانا۔

تھا (جیسا کہ قاضی ثناء اللہ حنفی نے بھی اقرار کیا ہے) اور یہ ایک ایسا فتنہ ہے کہ امت مسلمہ آج تک اتفاق واتحاد کی نعمت سے محروم ہے۔

سچ ہے کہ:۔

وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا
اب عطر بھی ملیں تو محبت کی بُو نہیں

اور پھر آج قرآن مجید کی تعلیم کے لئے جگہ جگہ مدارس قائم ہیں مگر عمل کرنے والے خال خال نظر آتے ہیں۔ تبلیغی جماعت والے گلی گلی پھر رہے ہیں نام قرآن کا لیتے ہیں مگر لوگوں کو حکایات سنانے میں مصروف ہیں اور وہ بھی مسجدوں میں۔ پھر یہیں پر بس نہیں بلکہ قرآن مجید سے لوگوں کو دور رکھنے کے لئے قانون وضع کر دیئے کہ عام آدمی کو قرآن کے ظاہر پر عمل نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

پاکستان کی شرعی عدالت کے جسٹس مولانا تقی عثمانی فرماتے ہیں:

''جس شخص نے علم دین با قاعدہ حاصل نہ کیا ہوا سے قرآن و حدیث کا مطالعہ ماہر استاد کی مدد کے بغیر نہیں کرنا چاہئے۔''

[تقلید کی شرعی حیثیت ص ۹۱]

یعنی اگر کوئی آدمی جو کاروباری معاملات میں مصروف ہے یا محنت مزدوری کے میدان میں سرگرم ہے تو اسے اگر وقت مل بھی جائے تو وہ قرآن و حدیث کا مطالعہ نہ کرے (کوئی ناول وغیرہ پڑھ لے اس کے لئے اولین فرصت میں تبلیغی نصاب. ارواح ثلاثہ' تذکرۃ الرشید' بہشتی زیور وغیرہ بڑے مفید رہیں گے کیونکہ ان میں حکایات کے علاوہ جنسی تسکین کا بھی سامان مہیا ہوگا اگر مزید خواہش ہوتو فقہ حنفی کی بڑی کتابوں سے فائدہ اٹھائے) ہاں اگر شوق ہوتو پھر کاروبار کو خیر باد کہے اور کسی ماہر استاد کی تلاش کرے اگر مل جائے تو اس مدرسہ میں داخلہ لے

لے (اس کے لئے دارالعلوم کراچی کو بھی یاد رکھیں) ورنہ قرآن وحدیث کے مطالعہ کی جرأت نہ کرے۔

قارئین حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کس قدر وضاحت کے ساتھ تین مرتبہ فرمایا کہ یاد رکھو رائے اور قیاس (تقلید) پر عمل بدعت اور گمراہی ہے اس سے بچنا۔

ایک صحابی رسول ﷺ تو امت کو تقلید سے بچنے کا مشورہ دے مگر آج کے بہی خواہ امت کو تقلیدی دلدل میں پھنسانے کے لئے کتابیں تک لکھ ماریں اور گھر گھر بستر اٹھائے پھریں اور امت کی خیر خواہی کا دم بھرتے ہوئے امت کو قرآن وحدیث کے خلاف صف آراء کریں۔

آپ خود ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

یہ چند ایک صحابہ کرام کے اقوال تھے جن سے واضح طور پر تقلید کا رد ہوتا ہے۔ اختصار کی وجہ سے انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ اگر صحابہ کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے تو آپ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت کی اتباع کا حکم اور تقلید کی بیخ کنی کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

تقلید کا رد تابعین عظام سے

جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تقلید کے سخت خلاف تھے یہاں تک کہ تقلید کو اسلام کے گرانے اور عیب دار کرنے کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح تابعین عظام رحمھم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ بھی تقلید کے سخت خلاف تھے۔ اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے چند ایک کبار تابعین کے اقوال پر ہی اکتفا کروں گا۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کبار تابعین میں سے ہیں۔ حافظ ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے ایک سو بیس صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے اس قدر جلیل القدر تابعی تقلید کی بیخ کنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

و کان الشعبی یقول سیجئی قوم یقیسون الامور برأیھم فینھدم الاسلام بذالک ویثلم. [میزان شعرانی ص ۱/۵۱]

امام شعبی فرمایا کرتے تھے عنقریب ایسی قوم پیدا ہوگی جو دینی امور میں بھی رائے اور قیاس سے کام لے گی تو (اس رائے قیاس کی وجہ سے) اسلام منہدم ہو جائے گا۔ (اسلام ڈھ جائے گا) اور اسلام عیب دار ہو جائے گا۔ مزید فرماتے ہیں کہ:

واللہ لئن اخذتم بالمقاییس لتحرمن الحلال لتحلن الحرام.

[دارمی ص ۱/۵۹]

''اللہ کی قسم اگر تم قیاس کو اختیار کرو گے تو تم حلال کو حرام کرو گے اور حرام کو حلال قرار دے دو گے۔''

یعنی کتاب وسنت کو چھوڑ کر کسی آدمی کے قیاسی مسائل کو اپناؤ گے تو وہ کتاب وسنت کے برخلاف قیاس سے بعض ان چیزوں کو جو حلال ہوں گی حرام کہہ دیں گے اور بعض حرام کو حلال قرار دے دیں گے۔

مقلد بھائیو! غور کرو کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ تقلید کرنے سے کس انداز سے منع فرما رہے ہیں کہ اس سے آدمی کو حلال اور حرام میں اختیار حاصل ہو جاتا ہے اور آج بھی جب ہم فقہ حنفیہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں شراب (جو کہ اسلام نے حرام کی ہے) حلال نظر آتی ہے۔ اسی طرح نکاح میں ولی کی شرط کو غیر مؤثر قرار دے کر کتنی ہی مسلمان بیٹیوں کی عزت کو خودسری اور خواہش پرستی یا یوں کہہ لیجئے کہ حنفیت کی بھینٹ چڑھا دیا گیا ہے۔ (کما سیأتی ان شاء اللہ العزیز)

اسی لئے تو کسی نے نقشہ کشی کی ہے۔

کـم مـن فـرج مـحـصـنـة
احـلـت حـرامـه بـابـی حـنـيـفـة

مزید سنیئے امام صاحب دوسروں کو منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لا تجالس اصحاب القیاس فتحل حراماً اور تحرم حلالاً

[اعلام الموقعین ص ۱/ ۲۵۷]

"کہ اصحاب قیاس (قیاس والوں) کے پاس نہ بیٹھنا ورنہ تو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے گا۔"

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ رائے اور قیاس (جو کہ تقلید کی بنیاد ہے) کے سخت خلاف تھے چنانچہ آپ اس سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مـا حـدثـوک هولاءِ عن رسول الله ﷺ فـخـذبـه و مـا قـالـوهُ برآیهم فالقه فی الحش.

[دارمی ص ۱/ ۶۰]

"(اے مالک بن مغول) لوگ جو بات تم کو آنحضرت ﷺ سے بیان کریں (یعنی اگر حدیث سنائیں) تو اس پر عمل کرو اور اگر وہ تم کو اپنی رائے سے کوئی بات بیان کریں تو اس کو کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دے۔ یعنی عمل حدیث پر ہی کرنا رائے اور قیاس کو کوڑا کرکٹ (گندگی) کے ڈھیر پر پھینک دینا۔ (کہ خلاف حدیث قول اسی لائق ہے)"

مزید سنیئے۔ امام صالح بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شعبی سے نکاح کے متعلق ایک مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔

ان اخبر تک بر آی فبل علیه

[اعلام الموقعین ص ۱/ ۷۳]

"اگر میں اپنی رائے سے تجھ کو یہ مسئلہ بتاؤں تو اس پر (میری رائے پر) پیشاب کر دینا۔"

قارئین غور کرو جو آدمی ایک سو بیس (۱۲۰) صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف

حاصل کر چکا ہو اگر وہ اپنی رائے سے بات کرے تو اس کی رائے پر پیشاب کیا جا سکتا ہے اور اگر کوئی آدمی ایک صحابی کی ملاقات کا بھی شرف حاصل نہ کر سکا ہو تو اس کی رائے کو قرآن و حدیث کے مقابلہ میں تسلیم کرنا کیا عین ایمان ہے؟

نہ تم سمجھے نہ ہم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

قاضی شریح کندی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ شخص ہیں جن کو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قضا کے منصب پر مقرر کیا تھا۔ سنت پر عمل کرنے کے شدت سے داعی تھے جن سے تقلید کا رداز خود ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

ان السنة سبقت قیاسکم فاتبعوا و لا تبتدعوا فانکم لن تضلوا ما اخذتم بالاثر.

[ایقاظ ص ۱۴]

بیشک سنت تمہارے قیاس سے پہلے وجود میں آ چکی ہے تم اس سنت کی پیروی کرو اور بدعت (قیاس) کے پیچھے مت بھاگو پس جب تک تم سنت پر عمل کرو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ (اور جب سنت کو چھوڑ کر آراء الرجال کی تقلید کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔) مزید فرماتے ہیں:

ان السنة هی سیف قیاسکم. [حقیقۃ الفقہ ص ۴۷]

"کہ بیشک سنت تمہارے قیاس کے لئے ایک تلوار کی حیثیت رکھتی ہے۔ سنت کی تلوار کے آگے مقلد کے قیاس کا بت نہیں ٹھہر سکتا۔ (ان شاء اللہ)

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

یہ مشہور تابعین میں سے ہیں آپ قیاس یعنی تقلید کی بیخ کنی ان الفاظ میں

فرماتے ہیں:۔

القیاس شؤم اوّل من قاس ابلیس فھلک و انما عبدت الشمس و القمر بالمقاییس۔ [اعلام الموقعین ص ۲۵۴/۱]

"قیاس منحوس چیز ہے سب سے پہلے قیاس کرنے والا شیطان تھا اور وہ قیاس کرنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوا اور (یادرکھو) اس منحوس قیاس ہی کی وجہ سے سورج اور چاند کی عبادت کی گئی۔"

مزید تقلید کی بیخ کنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کانوا یرون انہ علی الطریق مادام علی الاثر۔

[ایقاظ ص ۱۴]

"کہ لوگ اس وقت تک سیدھے راستے پر رہیں گے جب تک حدیث پر عمل کریں گے (اور جب حدیث کو چھوڑ کر رائے اور قیاس والوں کی تقلید کریں گے تو گمراہ ہو جائیں گے۔)"

قارئین غور فرمائیں' امام ابن سیرین نے کس طرح صاف الفاظ میں تقلید کی قباحتوں کو بیان فرمایا ہے اور ساتھ ہی بطور مثال تقلید کی بنیاد رکھنے (پہلے قیاس کرنے) والے شیطان کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ بھی تو اس نامراد قیاس (جو تقلید کی اصل جڑ ہے) کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوا ہے۔

لوگو! آؤ کتاب وسنت کی ضیا پاشیوں سے اپنے کو منور کر لو کہ صراطِ مستقیم انہی کرنوں سے نظر آئے گا اور یاد رکھو اگر تقلید کے اندھیروں میں پھنس گئے تو کبھی بھی منزل (صراط مستقیم) کو حاصل نہیں کر سکو گے۔

سمجھ کر چھیڑ اے مشاطہ اس کی زلف پرخم کو
خدا کے واسطے برہم نہ کر اسباب عالم کو

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں کہ آپ اہل علم میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں خصوصاً تقویٰ و پرہیز گاری میں آپ کا مقام کسی سے مخفی نہیں ہے آپ تقلید کی قباحتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

انما هلك من كان قبلكم حين تشعبت بهم السبل وحادوا عن الطريق فتركوا الاثار و قالوا في الدين برايهم فضلوا واضلوا.

''بیشک پہلے لوگ صرف اس لئے گمراہ ہوئے کہ انہوں نے مختلف رستوں کو اپنایا (جیسے آج کل حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، جعفری، قادری وغیرہ وغیرہ ہیں) اور صراط مستقیم سے ہٹ گئے اور آثار کو چھوڑ دیا اور دین میں رائے زنی کی (جس کی وجہ سے) خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔''

[ایقاظ ص ۱۴]

حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں اور مدینہ منورہ کے مفتی بھی رہے ہیں آپ نے بھی تقلید کو گمراہی کا سبب قرار دیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

ما زال امر بني اسرائيل معتدلاً حتى نشافيهم المولدون ابنا سبايا الامم فاخذوا فيهم بالراى فاضلوهم.

[اعلام الموقعین ص ۱/۷۴]

''بنی اسرائیل اس وقت تک سیدھے رستے (ہدایت) پر رہے جب تک کہ ان میں قیدیوں کی اولاد لوگ پیدا نہ ہوئے (مگر جب قیدیوں کی اولاد پیدا ہوئی) تو انہوں نے (آسمانی کتاب توراۃ کو چھوڑ کر) قیاس سے کام لیا جس کی وجہ سے انہوں نے ان (بنی اسرائیل) کو گمراہ کر دیا۔''

حضرت عروہ نے بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب ہی یہ بیان کیا کہ انہوں نے توراۃ کو چھوڑ کر رائے اور قیاس والوں کی تقلید کی تو وہ گمراہ ہو گئے۔

آج بھی جب ہم غور کرتے ہیں تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں میں گمراہی کا بیج تقلید نے بویا ہے جب تک نامراد تقلید نے جنم نہیں لیا تھا اس وقت تک لوگ کتاب وسنت پر ہی عمل کرتے تھے مگر جب تقلید کا منحوس چہرہ سامنے آیا تو لوگوں نے بڑی دیدۂ دلیری سے تقلید کا سہارا لے کر قرآن وحدیث کو ٹھکرانا شروع کر دیا اور آنحضرت ﷺ کے اس فرمان (کہ تم ضرور بنی اسرائیل کے نقشِ قدم پر چلو گے) کی عملی تصویر پیش کر دی (ما قال الرسول ﷺ صدق).

محمد بن مسلم بن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ

امام زہری نے بھی سنت کو چھوڑ کر رائے کو اپنانے کی قباحتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ان الیھود والنصاری انما انسلخوا من العلم الذی بایدیھم حین اتبعو الرأی واخذ وافیه. [اعلام الموقعین ص ۱/۴۷]

''بیشک یہود ونصاریٰ علم سے خالی ہو گئے جو ان کے پاس تھا جب انہوں نے رائے کی پیروی کی اور اسی وجہ سے ان کو اللہ تعالیٰ نے عذاب سے دوچار کر دیا۔''

قارئین یہودیوں نے قیاس یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنے سے منع فرمایا ہے اگر ہم حیلہ سازی سے کام لیتے ہوئے شکار کا طریقہ تبدیل کر لیں تو درست ہے مگر اللہ تعالیٰ کا حکم اس وجہ سے بھی پامال ہو گیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو غصہ آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بندر بنا دیا جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے (حنفی حضرات کے لئے مقام فکر ہے جنہوں نے حیلہ سازی کی دکان ہی نہیں بلکہ

مارکیٹ کھول رکھی ہے۔)

حضرت مسروق بن اجدع رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص ہیں آپ بھی اپنے استاد محترم کی طرح تقلید سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایاکم والقیاس والرأی فان الرأی قدیزل

"کہ رائے اور قیاس سے بچو اس لئے کہ ان کو اپنانے سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے۔"

[اعلام الموقعین ص ۱/ ۲۵۷]

ایک دفعہ آپ سے مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا "لا ادری" میں نہیں جانتا تو آپ سے کہا گیا آپ اپنی رائے سے قیاس کر کے بتائیں تو آپ نے فرمایا "**اخاف اتزل قدمی**" میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میرا قدم نہ پھسل جائے (یعنی میں گمراہ نہ ہو جاؤں۔)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ سنا آپ فرما رہے تھے " **لااقیس شیئا بشیٍٔ**" میں کسی چیز کو دوسری چیز پر قیاس نہیں کروں گا۔ آپ سے کہا گیا کہ کیوں آپ ایسا کیوں نہیں کریں گے؟ تو آپ نے فرمایا" **اخشی ان تنزل قدمی**" میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میرا قدم نہ پھسل جائے۔

حضرت ابو وائل شفیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی مشہور تابعی ہیں آپ اس قدر تقلید کے خلاف تھے کہ آپ نے ایسے لوگوں کی مجلس سے بھی منع فرمایا ہے جو کتاب وسنت کے مقابلہ میں رائے اور قیاس کو اہمیت دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

ایاک و مجالسة من یقول ارأیت ارأیت.

[اعلام الموقعین ص ۱/ ۷۴]

''تم ایسے لوگوں کی مجلسوں سے خود کو بچاؤ جو یہ کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے''

قارئین! غور فرمائیں یہ تقلید کتنی نامراد چیز ہے کہ جس کی تردید قرآن مجید نے کی خود ناطق وحی ﷺ کی زبان مبارک سے بھی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ پھر صحابہ کرام نے اس کا رد کیا تابعین نے بھی اس کی قباحتوں کا ذکر کیا۔ خود ان ائمہ عظام نے تقلید کی تردید کی جن ائمہ کی تقلید آج معاشرے میں رائج ہے۔ قرآنی آیات' احادیث اور اقوال صحابہ کی طرح ردِ تقلید میں اور بھی بہت سے تابعین کے اقوال تھے مگر اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ مقصود صرف بات سمجھانا ہے ورنہ جب میں تقلید کے خلاف آیات و احادیث اور اسلاف و اخلاف کے اقوال کو دیکھتا ہوں تو نقشہ کچھ اس طرح بنتا ہے۔

ساری دنیا ہے میری سارا زمانہ میرا
جس کو سنتا ہوں وہ کہتا ہے فسانہ میرا

رَدِّ تقلید

پر اجماع اور مقلدین کی بددیانتی

قارئین! آپ نے بالتفصیل ملاحظہ فرمایا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کس قدر تقلید کے خلاف تھے اور پھر تبع تابعین وفقہائے امت سے بھی تقلید کی تردید وارد ہے۔ خود ائمہ اربعہ کہ جن کی تقلید آج رائج ہے نے بھی تقلید کی تردید کی ہے (کما سیاتی ان شاء اللہ العزیز)

شاہ ولی اللہ صاحب ناقل ہیں کہ:

قد صح اجماع الصحابة كلهم اولهم عن اخرهم و اجماع التابعين اولهم عن اخرهم على الامتناع والمنع من ان يقصد

احد الی قول انسان منهم او ممن قبلهم فیاخذه کله.

[عقد الجید ص ۶۰]

''کہ تمام صحابہ کرام اور تمام تابعین کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ ہر انسان تقلید سے خود بھی باز رہے اور دوسروں کو بھی منع کرے کہ اپنے دور یا گزشتہ زمانہ کے کسی آدمی کی تقلید نہ کی جائے۔''

مگر مقلدین نے لوگوں کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کر کے تاریخ سے بددیانتی کی ہے کہ صحابہ کرام و تابعین بھی مقلد تھے یا انہوں نے تقلید کا حکم دیا ہے حالانکہ مولانا اشرف علی تھانوی حنفی (اور یہ ایسے حنفی تھے کہتے ہیں کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر صحیح صریح حدیث پر عمل کرنے کو جی نہیں چاہتا) فرماتے ہیں کہ۔تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا۔ [تذکرۃ الرشید ص ۱/۱۳۱]

مزید سنیئے امام العصر حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الاجماع علی النهی عن التقلید [ارشاد الفحول ص ۲۴۹]

''کہ تقلید کے خلاف اجماع ہو چکا ہے۔''

تقلید کا رَدّ

ائمہ عظام اور علمائے امت سے

قارئین آیئے اب آپ کی ملاقات ان ائمہ عظام سے کراؤں کہ جن کی تقلید کا دم آج کے مقلدین دن رات بھرتے رہتے ہیں اور پھر اس کے ساتھ ساتھ دیگر علمائے کرام کے اقوال بھی نقل کروں گا تاکہ آپ پر یہ حقیقت آشکارا ہو جائے کہ تقلید کو خیر القرون میں پسند نہیں کیا گیا اور اگر تقلید کرنا جائز ہوتی تو خیر القرون کے مسلمان ضرور تقلید کرتے حالانکہ اور لوگ تو درکنار خود ان لوگوں نے تقلید کی تردید کی ہے جنہیں آج مقلد ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی جاتی ہے اور جن لوگوں پر فقہ کا

دارومدار ہے یا وہ فقہی مذہب میں منبع و ماؤی ہیں ۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں۔
عبدالوہاب شعرانی صاحب نقل فرماتے ہیں:

و قد كان الائمة المجتهدون كلهم يحثون اصحابهم على العمل بظاهر الكتاب والسنة و يقولون اذ رأيتم كلامنا يخالف ظاهر الكتاب والسنة فاعملوا بالكتاب والسنة واضربوا بكلامنا الحائط. [میزان شعرانی ص ۱/۴۹]

''کہ بیشک تمام ائمہ مجتہدین اپنے اصحاب کو کتاب وسنت کے ظاہر پر عمل کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے جب تم ہمارے کلام کو کتاب وسنت کے ظاہر کے خلاف پاؤ تو کتاب وسنت پر عمل کرنا اور ہمارے کلام کو دیوار پر دے مارنا۔''

ائمہ مجتہدین (بشمول امام ابوحنیفہؒ) کا یہ قول کس قدر تقلید کی بیخ کنی کرتا ہے کہ کتاب وسنت کے ظاہر پر عمل کیا جائے گا رائے اور قیاس پر نہیں ۔مگر آج حنفی مقلدین ہیں کہ اس بات کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ کتاب وسنت کے ظاہر پر عمل نہیں ہو سکتا۔میری ایسے حنفی حضرات سے درخواست ہے کہ درمختار کا یہ شعر بھی یاد رکھنا۔

فلعنة ربنا اعداد رمل
على من ردقول ابى حنيفة

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نقل فرماتے ہیں۔

فان هولاء الفقهاء كلهم قد نهوا عن تقليد هم و تقليد غير هم [عقدالجید ص ۶۱]

''بیشک تمام فقہاء نے اپنی اور اپنے غیر کی تقلید سے منع فرمایا ہے۔''

اسی طرح فتاوی ابن تیمیہ میں مرقوم ہے کہ:

قدثبت عنهم (عن الفقهاء الاربعة) رضی اللہ عنہم انهم نهوا الناس عن

تقلیدهم وامروا اذا راؤ قولاً فی الکتاب والسنة اقوٰی من قولهم ان یاخذوا بمادل علیه الکتاب والسنة ویدعوا اقوالهم

[بحوالہ حقیقۃ الفقہ ص ۵۰]

''ائمہ اربعہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو اپنی تقلید سے منع کیا ہے اور ان (لوگوں) کو یہی حکم دیا ہے کہ جب ان کو کتاب وسنت سے کوئی بات ہمارے اقوال سے قوی نظر آئے تو کتاب وسنت پر عمل کرنا اور ہمارے اقوال کو چھوڑ دینا۔''

قارئین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ائمہ اربعہ بھی تقلید کے حق میں نہیں بلکہ خلاف ہی تھے۔اب آیئے ائمہ کرام کی زبانی تقلید کی تردید سنیئے۔

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب ہدایہ (ہدایہ کے مصنف) نے روضۃ العلماء میں نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ سے سوال کیا گیا کہ جب آپ کا قول کتاب وسنت کے خلاف ہو تو کیا کیا جائے؟ (کتاب وسنت پر عمل کیا جائے یا آپ کے قول پر؟) تو آپ نے فرمایا میرے قول کو چھوڑ کر کتاب وسنت پر عمل کیا جائے چنانچہ ملاحظہ فرمائیں فرماتے ہیں:

اذقلت قولا و کتاب الله یخالفه قال اترکوا قولی بکتاب الله فقیل اذا کان خبر الرسول ﷺ یخالفه قال اترکوا قولی بخبر رسول الله ﷺ فقیل اذا کان قول الصحابة یخالفه قال اترکوا قولی بقول الصحابة. [عقدالجید ص ۹۴]

''کہ جب آپ کا قول کتاب اللہ (قرآن مجید) کے خلاف ہو تو۔آپ نے فرمایا میرے قول کو کتاب اللہ کے مقابلہ میں چھوڑ دو۔(پھر دوسرا سوال

کیا گیا کہ) جب آپ کا قول حدیث پیغمبر ﷺ کے خلاف ہو تو۔ آپ نے فرمایا حدیث کے مقابلہ میں میرے قول کو چھوڑ دو (پھر تیسرا سوال کیا گیا کہ) جب آپ کا قول کسی صحابی رسول ﷺ کے قول کے خلاف ہو تو۔ آپ نے جواب دیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقابلہ میں میرے قول کو رد کر دو۔"

امام صاحب نے کتاب و سنت اور آثارِ صحابہ کے مقابلہ میں اپنے قول کو چھوڑنے کا حکم دے کر کس طرح تقلید کی بیخ کنی کی ہے۔ [فجزاہ اللہ احسن الجزاء]

مگر آج کے دور کے مقلدین بڑی دیدہ دلیری سے کہتے ہیں:

نحن المقلدون يجب علينا تقليد امامنا ابی حنيفة.

"کہ ہم تقلید کی وجہ سے حدیث پر عمل نہیں کریں گے کیونکہ ہم پر امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے جس کا معنی یہ ہوا کہ حدیث پر عمل کرنا واجب نہیں۔"

بلاشبہ یہ لوگ امام ابوحنیفہ کی صراحتاً مخالفت کرتے ہیں اور شاید انہیں اپنا ہی بنایا ہوا قانون یاد نہیں رہا کہ:

فلعنة ربنا اعداد رمل
على من رد قول ابی حنيفة

اور یا پھر خود ہی اپنے بنائے ہوئے اصول کو بوقتِ ضرورت توڑ ڈالتے ہیں۔ ویسے مؤخر الذکر بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ فقہ حنفی کی کتب میں بھی ایسی کئی مثالیں ہیں کہ کسی بات کو بطور اصول تسلیم کر لیا مگر جب کسی دوسرے مقام پر وہی اصول ان کے خلاف ہو گیا تو اسے چھوڑ کر اس کی جگہ نیا اصول وضع کر لیا۔

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اٹھا کے ہاتھ
دیکھا مجھے تو چھوڑ دیئے مسکرا کے ہاتھ

امام صاحب مزید فرماتے ہیں:

ماجاء عن رسول اللہ ﷺ فعلی الراس و العین و ماجاء عن اصحابه اخترنا و ما کان من غیر ذالک فنحن رجال و هم رجال.

[المختصر المؤمل ص ۳۹]

''کہ حدیث تو سر آنکھوں پر اور اقوال صحابہ میں ہم کو اختیار ہے اور جوان کے بعد والے (تابعین) ہیں تو وہ بھی ہماری طرح کے آدمی ہیں اگر ہم چاہیں گے تو ان کی بات کو قبول کرلیں گے اور اگر چاہیں گے تو رد کردیں گے۔''

اس بات کو امام صاحب کی زبانی مزید وضاحت سے سنیئے آپ فرماتے ہیں کہ:

اخذ بکتاب اللہ فان لم اجد بسنة رسول اللہ ﷺ فان لم اجد فی کتاب اللہ و لا فی سنة رسول اللہ ﷺ اخذ بقول اصحابه ثم اخذ بقول من شئت منهم و ادع قول من شئت منهم و لا اخرج من قولهم الی قول غیر هم فاما اذانتهیٰ الامر الی ابراهیم والشعبی و ابن سیرین والحسن و عطاءٍ و سعید بن المسیب وعدّ رجالا من التابعین فقوم اجتهدوا و انا اجتهد کما اجتهدوا.

''(سب سے پہلے) میں کتاب اللہ سے مسئلہ لوں گا پھر حدیثِ مصطفیٰ ﷺ سے پھر صحابہ کرام کا متفقہ فتویٰ بھی قابل قبول ہے۔ اختلاف کی صورت میں کبھی بھی میں جماعت صحابہ سے خارج نہ ہوں گا ترجیح اپنی پسند کے مسئلہ کو دوں گا۔ مگر ہاں جب ابراہیم نخعیؒ، امام شعبیؒ، محمد بن سیرینؒ، حسن بصریؒ، سعید بن میسّب اور عطاء وغیرہ تابعین کی بات ہوگی تو پھر میں بھی انہی لوگوں (تابعین) کی طرح اجتہاد کروں گا جیسا کہ انہوں نے اجتہاد کیا کیونکہ یہ (تابعین) بھی بنفسہٖ مجتہد تھے مقلد نہ تھے۔

امام صاحب نے دوسروں کو بھی اپنی تقلید سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے

ہیں کہ:

لا یحل لا حد ان یاخذ بقول ما لم یعلم من این قلتہ و نہی عن التقلید. [مقدمہ عمدۃ الرعایہ ص ۹]

''کہ کسی آدمی کے لئے یہ حلال نہیں کہ میرے کسی ایسے قول کو دلیل بنائے جس کے بارے میں اسے علم ہی نہیں کہ میں نے کہاں سے کہا ہے؟ اور تقلید سے بھی منع فرمایا''

امام صاحب کے الفاظ کس قدر واضح ہیں کہ جس آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ میں نے کون سی قرآنی آیت یا حدیث پیغمبر ﷺ سے یہ فتویٰ دیا ہے تو وہ آدمی میرے قول (فتویٰ) کو ہرگز دلیل نہ بنائے۔

بھائیو! امام صاحب نے تو تقلید سے منع فرما دیا ہے مگر آپ ہیں کہ امام صاحب کی نافرمانی کرتے ہوئے ان کی تقلید پر جمے ہوئے ہو۔

ذرا اور آگے چلیئے اور امام صاحب کا ایک اور قول ملاحظہ فرمائیں جس نے تقلید کی دھجیاں بکھیر کر مقلدین کے مذہب کو زمین بوس کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ایاکم و القول فی دین اللہ تعالیٰ بالرأی و علیکم باتباع السنۃ فمن خرج عنہا ضل. [میزان شعرانی ص ۱/۵۱]

''کہ اے لوگو! دین الٰہی میں رائے سے بات کرنے سے بچو اور سنت (رسول اللہ ﷺ) کی اتباع کرو کیونکہ جو آدمی سنت سے نکل گیا (یعنی جس نے سنت کو چھوڑ دیا) وہ گمراہ ہو گیا۔''

بتاؤ مقلد بھائیو اب بھی اس بات میں کوئی شک ہے کہ امام صاحب نے خود تقلید سے منع فرمایا ہے۔ مزید سنیئے ''تحفۃ الاخیار فی بیان سنت سید الابرار'' میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

لا تقلدني و لا تقلدن مالكا و لا غيره و خذ الاحكام من حيث اخذوا من الكتاب و السنة. [بحوالہ حقیقۃ الفقہ ص ۵۳]

"کہ نہ تم میری تقلید کرنا اور نہ ہی امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) کی اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی دوسرے مجتہد کی (بلکہ) کتاب وسنت سے احکام کو لینا جہاں سے (ان مجتہدین) نے لئے ہیں۔"

امام صاحب کے رد تقلید میں اقوال تو بہت ہیں مگر اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

امام مدینہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

جبل عزم واستقلال امام مدینہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تقلید کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انما انا بشر اخطي و اصيب فانظر وافي رأي فكل ما وافق الكتاب والسنة فخذ وابه و ما لم يوافق الكتاب والسنة فاتر كوهُ. [المختصر المؤمل ص ۳۹]

"بیشک میں ایک بشر ہوں میں درست بھی کہتا ہوں اور کبھی (بتقاضائے بشریت) مجھ سے غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ پس تم میرے قول کو کتاب وسنت پر پرکھو اور اگر میرا قول کتاب وسنت کے مطابق ہو تو قبول کر لینا ورنہ چھوڑ دینا۔"

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے واضح الفاظ میں لوگوں کو اپنی تقلید سے منع فرمایا ہے مگر افسوس ان مقلدین پر جو امام صاحب کو برحق بھی جانتے ہیں مگر ان کے قول کو مشعلِ راہ نہیں بناتے۔ سچ ہے جب تحقیق کی روح دل سے نکل جائے اور تقلید کا مردہ ضمیر باقی رہ جائے تو پھر بقول عبداللہ بن معتمر " لا فرق بين بهيمة تنقاد و انسان يقلد"۔ "چوپائے اور مقلد انسان میں فرق باقی نہیں رہتا۔"

[اعلام الموقعین ص ۱/۷۷]

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دفعہ امام قعنبی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے جاتے ہیں اس وقت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی کے آخری سانس مکمل کر رہے تھے اور رو رہے تھے امام قعنبی نے سوال کیا کہ امام صاحب کیوں رو رہے ہو؟ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حسرت بھرے الفاظ میں جواب دیا کہ قعنبی مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ میں رو کیوں رہا ہوں؟ مجھے بتاؤ مجھ سے بڑھ کر بھی رونے کا کوئی حقدار ہے؟

واللہ لوددت انی ضربت بکل مسألة أفتيت فيها بالرای سوطًا وقد كانت لی السعة فيما قد سبقت اليه و ليتنی لم افت بالرای. [اعلام الموقعین ص ۱/۷۶]

''اللہ تعالیٰ کی قسم میں یہ پسند کرتا ہوں کہ مجھے ہر اس فتویٰ کے بدلے میں جو میں نے اپنی رائے سے دیا ہے ایک ایک کوڑا مارا جاتا اور یہ میرے لئے رائے سے فتویٰ دینے سے آسان تر تھا۔

ہائے کاش! کہ میں رائے سے فتویٰ بازی نہ کرتا۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سنت کی اہمیت اور تقلید کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ما من احد الا وماخوذ من كلامه و مردود عليه الا رسول الله ﷺ. [عقد الجید ص ۱۲۲]

''کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ہر کسی کے قول پر عمل بھی کیا جا سکتا ہے اور اس کو رد بھی کیا جا سکتا ہے۔ مگر ایک آنحضرت ﷺ کا قول ایسا ہے کہ جس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔''

امام الاتقیاءٔ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان نابغہ روزگار شخصیات میں سے ایک ہیں جو اپنی ذات میں ایک ادارہ اور انجمن کی حیثیت رکھتی ہیں آپ بہت سے علوم پر دسترس رکھنے کے ساتھ ساتھ منکرین حدیث اور اہل الرائے کے بارے میں سخت ترین مؤقف رکھتے تھے۔

ایک دفعہ کسی آدمی نے آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے جواب میں حدیث بیان فرمائی تو اس شخص (سائل) نے کہا کہ اے ابوعبداللہ (امام شافعی کی کنیت) اس میں آپ کی رائے کیا ہے تو آپ نے جواباً فرمایا:

اترانی مشرکا اوتری فی وسطی زنارا اوترانی خارجًا من کنیسةٍ نعم اخذبہٖ اخذبہٖ اخذبہٖ و ذالک الفرض علٰی کل مسلم. [المختصر المؤمل ص ۳۵]

''کہ کیا تو مجھے مشرکین سے خیال کرتا ہے یا تیرا خیال یہ ہے کہ میں کوئی خارجیوں میں سے ہوں (جو حدیث چھوڑ کر رائے کا اظہار کروں) ہاں میں اس حدیث پر فتویٰ دیتا ہوں ہاں میں حدیث پر ہی فتویٰ دیتا ہوں ہاں میں امام الانبیاء ﷺ کے فرمان پر ہی فتویٰ دیتا ہوں اور ہر مسلمان پر بھی یہی فرض ہے کہ وہ رائے اور قیاس (تقلید) کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرے''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اذصح الحدیث فھو مذھبی و اذا رأیتم کلامی یخالف الحدیث واضربوا بکلامی الحائط.

[عقد الجید ص ۱۲۲]

''کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے اور جب تم میرے قول کو حدیث کے خلاف

پاؤ میرے قول کو (اٹھا کر) دیوار پر دے مارو۔ (اور حدیث پر عمل کرلو)

اذا وجدتم فی کتابی خلاف سنة رسول اللہ ﷺ فقولوا ودعوا ما قلت. [حقیقۃ الفقہ ص ۵۵]

''کہ جب تم میری کتاب میں میرا کوئی قول خلاف سنت دیکھو تو میرے قول کو چھوڑ دو اور کتاب وسنت کے موافق بات کہو۔''

ایک دفعہ آپ نے امام ابراہیم المزنی کو فرمایا:

یا ابراهیم لا تقلدنی فی کل ما اقول وانظر فی ذالک لنفسک و کان یقول رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا حجة فی قول احدٍ دون رسول اللہ ﷺ و ان کثروا ولا فی قیاس و لا فی شیٍٔ و ما ثم الاطاعة اللہ و رسولہٖ بالتسلیم.

[حجۃ اللہ البالغہ ص ۱/ ۱۵۷]

''کہ اے ابراہیم ہر بات میں میری تقلید نہ کرنا اور اپنی نجات کی بھی فکر کرنا یہ دین ہے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کا قول حجت نہیں ہوسکتا اگر چہ کہنے والے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔ نہ قیاس میں نہ کسی اور چیز میں بلکہ واجب صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری ہے۔ (کسی کی تقلید نہیں)

فاشهدوا علی انی راجع عن قولی الی حدیث رسول اللہ ﷺ و ان کنت قد بلیت فی قبری. [المختصر المؤمل ص ۳۸]

''لوگو اس بات پر گواہ بن جاؤ کہ میں اپنے قول کو چھوڑ کر حدیث رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنے والا ہوں اگر چہ قبر میں میری ہڈیاں بھی بوسیدہ کیوں نہ ہو جائیں۔''

امام اہل حق احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں کہ جو حدیث مصطفیٰ ﷺ کے مطابق ہر ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہہ کر افضل ترین جہاد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اس کے لئے اگرچہ تشدد سمیت قید و بند کی صعوبتیں ہی برداشت کیوں نہ کرنا پڑیں حتی کہ جنازہ بھی آپ کا جیل کی کوٹھڑی سے اٹھایا گیا۔ آپ تقلید کے بڑے سخت مخالفین میں سے ایک ہیں آپ فرماتے ہیں:

لا تکاد تری احدًا نظر فی الرأی الا و فی قلبہٖ وغل

[اعلام الموقعین ص ۱/۷۶]

''کہ جب بھی کوئی آدمی کتاب وسنت کو چھوڑ کر رائے کو اپناتا ہے تو اس کے دل میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔''

امام ابوبکر مروزی فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو سنا۔

علی اصحاب القیاس و یتکلم فیہ بکلام شدید.

[اعلام الموقعین ص ۲۵۷]

''آپ قیاس والوں کو برا کہتے تھے اور ان کے بارے میں بڑی سخت کلام فرماتے تھے۔''

ایک دفعہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی کو فرمایا:

لا تقلدنی ولا تقلدن مالکا و لا الاوزاعی و لا النخعی ولا غیرھم و خذ الاحکام من حیث اخذوا من الکتاب والسنۃ.

[عقد الجید ص ۱۴۴]

''کہ نہ تم میری تقلید کرو اور نہ ہی مالک' اوزاعی اور نخعی وغیرہ کی بلکہ مسائل کو کتاب وسنت سے حاصل کرو جہاں سے ان (ائمہ مجتہدین) نے حاصل کئے۔''

قارئین آپ نے غور فرمایا کہ ائمہ اربعہ نے صاف صاف لوگوں کو اپنی یا اپنے غیر کی تقلید سے منع فرمایا ہے اور تقلید سے سخت نفرت کا اظہار کیا ہے۔ اب مقلدین حضرات کے لئے لمحہ فکر یہ ہے کہ جن ائمہ کی ہم تقلید کرتے ہیں وہ تو خود ہی تقلید کی بیخ کنی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہیں قیامت کے دن اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرمندگی نہ اٹھانا پڑے کہ جب یہ تمام ائمہ مجتہدین ان کے تقلیدی مذہب کا انکار کردیں گے۔

زنداں سے دیکھیں یا عروج دار سے دیکھیں
تمہیں رسوا سربازار عالم ہم بھی دیکھیں گے

تقلید کی تردید

فقہاء وعلمائے امت کے اقوال سے

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مقام احناف کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سب سے بڑھ کر ہے آپ نے امام ابوحنیفہ کا شاگرد اور حنفی مقلد ہونے کے باوجود سینکڑوں مسائل میں امام ابوحنیفہ سے مخالفت کی ہے آج بھی فقہ حنفی کی بڑی بڑی کتابوں میں یہ اختلاف آپ کو جگہ جگہ نظر آئیں گے۔ اس سے بھی تقلید کا رد ہوتا ہے۔ مگر امام صاحب کی زبانی سنیئے فرماتے ہیں:

لایحل لا حدان یفتی بقولنا ما لم یعلم من این قلناہُ.

[ایقاظ، ص ۵۲]

''کہ کسی آدمی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ہمارے قول کی دلیل معلوم کئے بغیر فتویٰ دے۔''

ہر مسئلہ میں فتوی دیتے وقت تحقیق کی جائے نہ کہ یہ کہہ کر فتویٰ صادر کر دیا جائے کہ اس میں امام ابو یوسف نے یہ فرمایا ہے۔ نہیں بلکہ تحقیق کرے اگر ہمارا قول کتاب وسنت کے موافق ہو تو بجا ورنہ کتاب وسنت پر فتویٰ دیا جائے اور ہمارے قول کو چھوڑ دیا جائے۔

قارئین! غور فرمائیں امام صاحب تحقیق کا حکم دے رہے ہیں اور یہ بات آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں کہ تحقیق اور تقلید دونوں باہم متعارض اور متضاد ہیں۔ جب تحقیق ہوگی تو تقلید نہیں ہوگی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں آپ تقلید کی بیخ کنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لو جاز التقليد كان من مضى من قبل ابى حنيفة مثل الحسن البصرى و ابراهيم النخعى رحمهما الله أحرى ان يقلدوا.

[مبسوط سرخی ص۱۲۔۲۸]

''اگر امام ابوحنیفہ کی تقلید جائز ہوتی تو وہ لوگ تقلید کے زیادہ حق دار تھے جو پہلے گزر چکے ہیں مثلاً حسن بصری اور ابراہیم نخعی (نخعی صاحب امام ابوحنیفہ کے استاد ہیں۔)''

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ

امام زفر بھی امام ابوحنیفہ کے خاص تلامذہ میں سے ایک ہیں آپ تقلید کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انما ناخذ بالرأى اذا لم نجد الاثر فاذا جاء الاثر تركنا الرأى و عملنا بالاثر. [ایقاظ ص۵۲]

''بیشک ہم رائے پر اس وقت عمل کرتے ہیں جب ہمیں حدیث نہیں ملتی اور جب ہمیں حدیث مل جاتی ہے تو ہم اپنی رائے کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرتے ہیں۔''

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبداللہ بن مبارک امام ابوحنیفہ کے شاگروں میں سے ہیں مگر حدیث پر بڑی سختی سے عمل کرتے تھے حتی کہ ایک دفعہ کوفہ میں آپ نماز میں امام

ابو حنیفہؒ کے ساتھ کھڑے ہوئے گئے تو آپ نے نماز میں سنت کے مطابق عندالرکوع اور بعدالرکوع رفع الیدین کی نماز کے بعد امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اے عبداللہ جب تو نے رفع الیدین کی تو میں نے سمجھا کہ شائد عبداللہ بن مبارک اڑنے لگا ہے (واہ سبحان اللہ) تو ابن مبارک نے فوراً جواب دیا کہ امام صاحب جب آپ نے افتتاح میں رفع الیدین کی تھی تو آپ اڑنے لگے تھے؟

ایک دفعہ آپ سفر کے لئے روانہ ہوئے تو محمد بن خاقان کہتے ہیں ہم نے کہا:

اوصنا فقال لا تتخذوا الرأی اماما

[اعلام الموقعین ص ۱/۲۵]

''کہ ہمیں کوئی وصیت فرماؤ تو آپ نے فرمایا کہ رائے کو امام نہ بنانا۔ (بلکہ کتاب وسنت پر عمل کرنا کیونکہ اس پر عمل کرنے کا حکم ہے رائے اور قیاس پر عمل کرنے کا نہیں۔)''

ملا علی قاری حنفی

ملا علی قاری متعصب حنفی تھے انہوں نے مشکوٰۃ کی شرح لکھی ہے۔ جس میں احادیث کو حنفیت کے قالب میں ڈھالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ متعصب ہونے کے باوجود فرماتے ہیں:

و من المعلوم ان اللہ سبحانہ و تعالیٰ ما کلف احدًا ان یکون حنفیا او ما لکیا او شافعیا او حنبلیا بل کلفھم ان یعملوا بالکتاب والسنۃ ان کانو علماء او یقلدوا العلماء ان کانو جھلاء

[معیار الحق ص ۹۷]

''یہ معلوم شدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی آدمی کو اس بات کا

مکلّف نہیں بنایا کہ وہ حنفی، مالکی، شافعی یا حنبلی ہو بلکہ ان کو تو اس بات کا مکلّف بنایا ہے کہ کتاب وسنت پر عمل کریں اگر معلوم نہ ہو تو کسی عالم سے پوچھ کرلیں۔"

علامہ ابن الھمام حنفی

علامہ ابن ھمام حنفی علماء میں خاص مقام رکھتے ہیں آپ نے فتح القدیر کے نام پر فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ کی شرح بھی لکھی ہے آپ فرماتے ہیں:

فلا دليل على وجوب اتباع المجتهد المعين بالزام نفسه ذلك قولا و شرعًا. [حقیقۃ الفقہ ص ٦٢]

"کسی بھی خاص مجتہد کی تقلید پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔"

علامہ ابن الحاج حنفی

ابن امیر الحاج حنفی صاحب تقلید کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لم يوجب الله و رسوله على احد ان يتمذهب رجل من الائمة فيقلدهٗ في كل مايأتي ويزر غيرهٗ. [طریق محمدی ص ٩٢]

"اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے کسی آدمی پر بھی کسی ایک امام کے مذہب کی تقلید واجب نہیں کی کہ وہ ایک معین امام کی تقلید کرے اور باقی کے اقوال کو چھوڑ دے۔"

ملا حسن شرنبالی حنفی

شرنبالی صاحب نے ایک رسالہ بنام "العقد الفرید لبیان الراجح من الخلاف فی جواز التقلید" لکھا جس میں تقلید کے مسئلہ پر تفصیل سے بحث کرتے ہوئے آخر میں رقم طراز ہیں۔

مما ذکرنا انه ليس على الانسان التزام مذهب معين وانه يجوز له العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه مقلدًا فيه غير امامه. [معیار الحق ص ۱۲۴]

"کہ ہماری مذکورہ بالا بحث کا حاصل یہ ہے کہ کسی انسان پر ایک خاص مذہب کی تقلید جائز نہیں بلکہ اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے امام مجتہد کے علاوہ کسی دوسرے مجتہد کے قول پر بھی عمل کر لے۔"

علامہ عابد سندھی حنفی

علامہ عابد سندھی صاحب رد تقلید میں فرماتے ہیں:

وجوب تقليد مجتهد معين لاحجة عليه لامن جهة الشرعية و لا من جهة العقل. [طریق محمدی ص ۹۳]

"کسی بھی مجتہد معین کی تقلید پر کوئی دلیل نہیں ہے نہ شرعی لحاظ سے اور نہ ہی عقلی لحاظ سے۔"

امام طحاوی حنفی

طحاوی صاحب حنفی مذہب میں جس قدر متعصب ہیں وہ اہل علم سے مخفی نہیں آپ متشدد حنفی ہونے کے باوجود فرماتے ہیں:

او كل ماقال به ابو حنيفة اقول به و هل يقلد الا عصبى او غبى [لسان المیزان ص ۱/۲۲۱]

"کیا جو کچھ امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ میں بھی وہی کہوں گا؟ (نہیں ہرگز نہیں کیونکہ) تقلید تو متعصب اور کند ذہن (نیم بے وقوف) کرتا ہے۔"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی

قاضی صاحب نے تقلید کا رد بہت مقامات پر اسی انداز میں فرمایا ہے مگر بطور مثال ان کی تصنیف رسالہ عمل بالحدیث کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں قاضی صاحب رقم طراز ہیں:

فمن یتعصب بواحد معین غیر الرسول ﷺ ویری ان قوله هو الصواب الذی یجب اتباعه دون الائمة لاخرین فهو ضال جاهل

[بحوالہ طریق محمدی ص ۱/۱۵۹]

”جو شخص یہ خیال کرے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ فلاں امام کی تمام باتیں درست اور واجب الاتباع ہیں وہ گمراہ اور جاہل ہے۔“

علامہ مرجانی حنفی

اذ صح الحدیث و عارضه قول صاحب او امام فلاسبیل الی العدول عن الحدیث و یترک قول ذالک الامام والصاحب للخبر ثم قال لایجوز ترک اية او خبر بقول صاحب او امام و من یفعل ذالک فقد ضل ضلالا و خرج عن دین الله.

[ناظورۃ الحق بحوالہ حقیقۃ الفقہ ص ۷۹]

”مرجانی حنفی صاحب فرماتے ہیں۔ جب کسی امام یا صاحب کا قول صحیح حدیث کے خلاف آ جائے تو حدیث کو امام کے قول کے لئے نہیں چھوڑا جائے گا بلکہ صاحب یا امام کے قول کو حدیث کی وجہ سے ترک کر دیا جائے گا پھر آپ نے فرمایا کہ کسی آیت یا حدیث کو صاحب یا امام کے قول کی وجہ سے چھوڑنا جائز نہیں ہے اور جس نے ایسا کیا (تقلید کی وجہ سے آیت یا حدیث کو چھوڑ دیا) وہ گمراہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے دین

(اسلام) سے خارج ہو گیا۔"

حق وہ جو سر چڑھ کر بولے

عصام بن یوسف حنفی

عصام بن یوسف امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ بہت سے مسائل میں امام صاحب کے خلاف ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ تو آپ نے جواباً فرمایا:

لان اباحنیفة رحمه الله اوتی من الفهم ما لم تؤت فادرک بفهمه مالم ندرک و لا ان نفتی بقوله ما لم نفهم.

[حجۃ اللہ البالغہ ص ۱/ ۱۵۸۔ الارشاد ص ۸۱]

"اس لئے کہ امام ابو حنیفہ کو ایسا فہم دیا گیا جو ہم کو نہیں دیا گیا انہوں نے اپنے فہم (عقل) سے جو سمجھا ہم نہیں سمجھ سکتے اور جب تک ہم خود نہ سمجھ لیں ہمارے لئے ان کے قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔"

(کیا تقلید اسی کا نام ہے؟)

علامہ محمد امین المشہور ابن عابدین شامی حنفی

شامی صاحب بھی سرکردہ احناف میں سے ہیں آپ نے تقلید پر بحث کی ہے اور آخر میں فیصلہ سنایا ہے فرماتے ہیں:

فتحصل مما ذکرناه انه لیس علی الانسان التزام مذهب معین

[ردالمحتار علی درالمختار ص ۱/ ۵۶]

"ہماری بحث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کسی انسان پر کسی خاص مذہب کی تقلید کرنا ضروری نہیں ہے۔"

حافظ الاصول والفقہ اخوند حبیب اللہ قندھاری حنفی

قندھاری صاحب نے بھی حنفی ہونے کے باوجود تقلید کی تردید کی ہے چنانچہ مختنم الحصول میں فرماتے ہیں:

فکان اجماعًا علی ان التزام مذھب معین غیر لازمٍ.

"یعنی تقلید کے واجب نہ ہونے پر اجماع ہے۔"

مزید فرماتے ہیں:

و قال حنفی اوشافعی کان لغواً کقولہ انا فقیہ او نحوی

[معیار الحق، ج ۱، ص ۱۱۹]

"(اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ) میں حنفی یا شافعی ہوں تو یہ لغو (فضول بیہودہ) بات ہوگی جیسا کہ کوئی یہ کہے کہ میں فقیہہ یا نحوی ہوں۔"

حنفی بھائیو! غور کرو قندھاری صاحب تقلیدی نسبت کو لغو قرار دے رہے ہیں:

مجھے ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگی عبارت ہے تیرے جینے سے

شیخ احمد المعروف ملا جیون حنفی

ملا جیون ایک متعصب حنفی ہیں۔ ملا صاحب کی کتاب نور الانوار ان کے باطن کی صحیح عکاس ہے انہوں نے تفسیر احمدی کے نام پر ایک تفسیر لکھی ہے اس میں فرماتے ہیں:

یجوزلہ ان یعمل بمذھب ثم ینتقل الی اخر کما نقل عن کثیر من الاولیاء و یجوزلہ ان یعمل فی مسئلۃ علی مذھب و فی اخری علی اخر کما ھو مذھب الصوفیۃ.

[تفسیر احمدی بحوالہ طریق محمدی ص ٦٦]

"مقلد کے لئے یہ جائز ہے کہ پہلے کسی ایک مذہب پر عمل کرے پھر دوسرے کی طرف منتقل ہو جائے جیسا کہ بہت سے اولیاء سے منقول ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک مسئلہ پر ایک مذہب کی وجہ سے عمل کرے اور دوسرے مسئلہ میں کسی دوسرے مذہب کے مطابق جیسا کہ صوفیاء کا مذہب ہے۔"

اس سے بڑھ کر کوئی اور تقلید کی بیخ کنی ہوگی۔

افشائے محبت کا جو تھا خوف تو ہر اشک
دامن میں چھپا تھا کوئی پلکوں میں نہاں تھا

مولانا رشید احمد گنگوہی حنفی

گنگوہی صاحب کا جو مقام احناف میں ہے وہ کسی سے مخفی نہیں بہت سی حکایات اور لطائف آپ سے مروی ہیں آپ تقلید کے رد میں فرماتے ہیں کہ:

جو مسئلہ خلاف نصوص کے ہے وہ باطل ہے اور ترک اس کا واجب ہے۔

[سبیل الرشاد بحوالہ طریق محمدی ص ۱۶۰]

مولانا اشرف علی تھانوی حنفی

تھانوی صاحب بھی متعصب حنفی ہونے کے باوجود حق لکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

بعض مقلدین نے (ان میں ایک تھانوی صاحب بھی ہیں تفصیل آگے آئے گی ان شاء اللہ) اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطا ومصیب وجوبًا ومفروض الاطاعت تصور کر کے عزم بالجزم کیا خواہ کیسی ہی صحیح حدیث مخالف قول امام کے ہو اور مستند قول بجز قیاس امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سے علل وخلل حدیث میں پیدا کر کے یا اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کر دیں گے اور قول امام کو نہ چھوڑیں گے ایسی تقلید حرام

اور مصداق قولہٗ تعالیٰ "اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا اَلْآيَةَ" اور خلاف وصیت ائمہ مرحومین کے ہے۔ [بحوالہ طریق محمدی ص ۱۶۰]۔

ان کے علاوہ بہت سے حنفی علما نے تقلید کا رد بڑے زوردار الفاظ میں کیا ہے مگر اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان چند کبار و معروف علماء کے اقتباسات پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

اب دیگر علماء سے تقلید کی تردید ملاحظہ فرمائیں

امام الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان نابغہ اثر افراد میں سے ہیں کہ جو خال خال ہی پیدا ہوتے ہیں برصغیر ہندوستان میں آپ کے خاندان کی علمی کاوشوں کی وجہ سے اسلام پھیلا آپ نے جہاں دوسرے مذاہب جو غلط تھے کی تردید میں قلم کو حرکت دی اس طرح تقلید کے رد میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ (فجزاہ اللہ خیراً کثیراً)
آپ فرماتے ہیں:

فان شئت ان ترى انموذج اليهود فانظر الى علماء السوء من الذين يطلبون الدنيا و قد اعتادوا تقليد السلف و اعرضوا عن نصوص الكتاب والسنة و تمسكوا بتعمق عالم و تشدده استحسانه فاعرضوا عن كلام الشارع المعصوم وتمسكوا باحاديث موضوعة و تاويلات فاسدة فانهم هم.

[الفوز الکبیر ص ۲۷ مطبوعہ کراچی]

"اگر تم یہودیوں کا نمونہ (ہم مذہب) دیکھنا چاہتے ہو تو ان علماء سو (بدترین علماء) کو دیکھ لو جنہوں نے دنیا کی طلب میں کتاب و سنت کے دلائل کو چھوڑ کر اسلاف کی تقلید کو اپنا لیا ہے (اور ایک ہی عالم (اپنے امام) کے برے

بھلے نرم گرم کلام کے پیچھے لگ گئے ہیں) اور شارع معصوم کے کلام (حدیث) کو چھوڑ دیا ہے (اور اپنے امام کے قول پر) ضعیف احادیث اور فاسد تاویلوں کی وجہ سے مضبوطی سے عمل پیرا ہیں۔ پس بیشک (معلوم ہوتا ہے) کہ یہ (مقلد علماء سوء) اور یہود بالکل برابر (ہم مذہب) ہیں۔"

شاہ صاحب مزید مقلدین کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے تقلید کی بیخ کنی فرماتے ہیں:

فان بلغنا حدیث من الرسول المعصوم الذی فرض اللہ علینا طاعته بسند صالح یدل علی خلاف مذهبه و ترکنا حدیثه و اتبعنا ذالک التخمیس فمن اظلم منا و ما عذرنا یوم یقوم الناس لرب العلمین. [حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱/۱۵۶]

"پس اگر ہمیں رسول معصوم ﷺ کی صحیح حدیث پہنچ جائے جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کی ہے سند اس کی درست ہو مگر امام کے مذہب کے خلاف ہو تو ہم حدیث کو چھوڑ کر (امام کے) خود ساختہ قول کو اپنا لیں تو ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہمارا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔"

امام ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ

امام العصر۔ تاج المحدثین حافظ ابو محمد علی بن حزم ظاہری نے تقلید کے رد میں بہت کچھ لکھا ہے اور آپ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "الاحکام فی اصول الاحکام" میں تقلید کے مسئلہ پر تفصیل سے بڑی عمدہ بحث کی ہے۔ آیئے آپ بھی ان کے خیالات عالیہ سے مستفید ہوں۔ فرماتے ہیں:

التقلید حرام و لا یحل لا حد ان یاخذ قول احد غیر رسول

اللہ ﷺ بلا برھان لقوله تعالیٰ اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِنْ رَّبِّکُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِیَاءَ. الخ [عقد الجید ص ۵۸]

”تقلید حرام ہے اور کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے علاوہ کسی دوسرے کے قول کو بغیر دلیل کے قبول کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نازل کی ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اولیاء کی پیروی نہ کرو۔“

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

تاج الموحدین امام ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ ان نامدار شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا اوڑھنا' بچھونا اللہ تعالیٰ کے دین کا دفاع کرنا بنا لیا تھا۔ اس ضمن میں آپ نے مقلدین کے خلاف بھی میدان گرمایا اور تقلید کی ایسی دھجیاں بکھیریں کہ مقلدین آج تک تقلیدی دوپٹے کی تاروں کو اکٹھا نہیں کر سکے (فللّٰہِ الحمد) آپ کی شہرہ آفاق تصنیف اعلام الموقعین میرے اس دعوے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ابن جوزیہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں مقلدین کے جوابات دینے کے ساتھ ساتھ تقلید کے تمام پہلوؤں پر خامہ فرسائی فرمائی ہے اور ساتھ ہی مقلدین کو چیلنج دیا ہے کہ مقلدین حضرات میدان میں نکلو ہمارے اس دعوے کو غلط ثابت کر کے دکھاؤ کہ صحابہ کرام وتابعین کے دور (زمانہ مبارک) میں تقلید کا نام ونشان تک نہ تھا۔ مگر آج تک کوئی بھی مقلد اس چیلنج کو قبول کرنے کی جسارت نہیں کر سکا ”فان لم تفعلوا ولن تفعلوا“ چنانچہ اسی اعلام الموقعین کا ایک اقتباس ملاحظ فرمائیں ابن جوزیہ صاحب فرماتے ہیں:

والمصنفون فی السنة جمعوا بین فساد التقلید و ابطاله و بیان

زلة العالم ليبينوا بذالک فساد التقليد وان العالم قد يزل و لا بد، اذليس بمعصوم فلا يجوز قبول كل ما يقوله و ينزل قوله منزلة قول المعصوم فهذ الذی ذمه كل عالم علی وجه الارض و حرموه و ذموا اهله و هواصل بلاء المقلدين و فتنتهم، فانهم يقلدون العالم فيمازل فيه و فيما لم يزل فيه و ليس لهم تمييز بين ذالک فياخذون الدين بالخطاء و لا بدفيحلون ما حرم الله و يحرمون ما احل الله و يشرعون ما لم يشرع.

[اعلام الموقعین ص۲/۱۷۳]

"تمام علماء نے تقلید کے باطل ہونے پر اجماع کیا ہے کیونکہ مقلد اپنے امام کو معصوم (نبی) کے درجہ و مقام پر سمجھ کر اس کی ہر بات کو قبول کرتا ہے خواہ وہ اس میں حق سے دور ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی تقلید کو صفحہ ہستی پر تمام علماء نے حرام قرار دیا ہے اور مقلدین کی مذمت کی ہے۔ اہل تقلید کی سب سے بڑی آزمائش یہی ہے کہ وہ اپنے امام کی ہر بات کی تمیز کئے بغیر کہ یہ حق ہے یا باطل تقلید کرتے ہیں تو وہ اس وجہ سے دین کو خطا (غلطی) سے حاصل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کردہ چیزوں کو حرام بنا لیتے ہیں اور اس شریعت کو اپنا لیتے ہیں جو اللہ نے نازل نہیں کی۔"

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

مجدد الوقت امام ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم الدمشقی المعروف ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ جہاں علمی میدان میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں وہاں آپ عزم و استقلال میں بھی ایک چٹان سے کم نہ تھے آپ نے اپنے دور میں ہر باطل قوت سے ٹکر لی خواہ وہ ظالم حکمران ہو یا دنیا پرست علماء یا جاہل عوام۔

اس وجہ سے آپ کو قید و بند جیسی صعوبتوں کو برداشت کرنا پڑا۔ آپ کو تحریر سے بڑا شغف تھا آپ نے جہاں اور میدانوں میں کام کیا ہے اسی طرح آپ نے تقلید کی تردید میں بھی قلم کو حرکت دی ہے۔ آپ تقلید کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واذا نزلت بالمسلم نازلة فانه يستفتي من اعتقدانه يفتيه بشرع الله و رسوله من اى مذهب كان و لا يجب على احد من المسلمين تقليد شخص بعينه من العلماء في كل ما يقول ولا يجب على احد من المسلمين التزام مذهب شخص معين غير الرسول ﷺ في كل ما يوحيه و يخير به بل كل احد من الناس يوخذ من قوله و يترك الا رسول الله ﷺ .

[مقلدین ائمہ کی عدالت میں: ص ۱۳۶]

''اور جب بھی مسلمانوں کو کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اس عالم سے جو قرآن و حدیث کے مطابق فتویٰ دے پوچھنا چاہئے اور اس میں کسی ایک شخص کو متعین نہ کرنا چاہئے کیونکہ مسلمانوں پر واجب نہیں کہ وہ کسی ایک شخص کے مذہب کو اپنے اوپر لازم کرے اور اس کے ہر قول و فعل کو واجب سمجھا جائے لوگوں کو اختیار ہے کہ وہ دنیا میں جس کی بات کو چاہیں قبول کریں اور جس کو چاہیں رد کر دیں مگر ایک رسول اللہ ﷺ کی ذات ایسی ہے جن کی تمام کی تمام باتوں کو (خواہ قولی ہوں یا فعلی) قبول کرنا فرض ہے (چھوڑنا جائز بھی نہیں)''

امام صاحب نے کس قدر واضح الفاظ میں صراحت سے بیان فرما دیا ہے کہ نہ کسی شخص کی تقلید واجب ہے اور نہ ہی کسی شخص کے مذہب کو اپنانا آج کے دور میں احناف نے یہ طریقہ اپنا رکھا ہے کہ یہ فتویٰ متقدمین کا ہے اور یہ متاخرین کا اس لئے ہم فلاں مسئلہ میں متقدمین کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں اور فلاں میں متاخرین کے فتویٰ پر۔ مگر امام صاحب نے معین شخص کے مذہب کی تردید کر کے آج سے کئی برس پہلے

حنفیت کے اس فریب کا پردہ چاک کر دیا تھا۔ (فجزاء اللہ خیراً)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

صوفیا کے امام عبدالوہاب المعروف شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز تصنیف میزان الکبریٰ میں تقلید کا خوب تیا پانچا کیا ہے۔ چنانچہ ایک اقتباس آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

فان قلت فما اصنع بالاحادیث التی صحت بعد موت امامی و لم یاخذ بها (فالجواب) الذی ینبغی لک انک تعمل بها فان امامک لو ظفر بها و صحت عنده لربما کان امرک بها فان الائمة کلهم اسری فی یدالشریعة کما سیاتی بیانهٗ فی فصل تبریهم من الرأی و من فعل مثل ذالک فقد حاز الخیر بکلتا یدیه و من قال لا اعمل بحدیث الا ان اخذبه امامی فاته خیر کثیر کما علیه کثیر من المقلدین لائمة المذاهب و کان الاولی لهم العمل بکل حدیث صح بعد امامهم.

[میزان شعرانی، ص:۲۳]

''اگر تو یہ کہے کہ ان احادیث کے متعلق میں کیا کروں؟ جو میرے امام کی موت کے بعد صحیح ثابت ہوئی ہیں اور امام صاحب نے ان پر عمل نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ تیرے لئے یہ بات لائق ہے کہ تو ان احادیث پر عمل کرے (اور اقوال امام کو چھوڑ دے) کیونکہ اگر تیرا امام ان احادیث کو پاتا تو ان کے ساتھ تجھے بھی حکم کرتا کیونکہ تمام ائمہ نے رائے قیاس کے مقابلہ میں احادیث پر ہی عمل کیا ہے اور جس شخص نے ایسا کیا (یعنی اقوال امام کے مقابلہ میں احادیث پر عمل کیا) تو اس نے بھلائی کو

دونوں ہاتھوں سے جمع کرلیا اور جس نے کہا کہ میں اس حدیث پر عمل نہیں کروں گا جس پر میرے امام نے عمل نہیں کیا تو اسکے ہاتھ سے خیر کثیر نکل گئی جیسا کہ بہت سے مقلدین کا آج یہ حال ہے (یہ اس وقت کی بات ہے اگر امام شعرانی صاحب آج زندہ ہوتے تو نہ جانے کیا حکم لگاتے؟) حالانکہ ان کو یہ چاہئے تھا کہ وہ ان احادیث پر عمل کرتے جو ان کے امام کے بعد صحیح ثابت ہوئیں۔"

حافظ المغرب ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ

عظیم محدث حافظ علامہ ابوعمر یوسف بن عبدالبر الندلسی اپنی عظیم تصنیف "جامع بیان العلم وفضلہ" میں ردتقلید پر بحث کرتے ہوئے آخر میں اپنا فیصلہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

وھذا کلہ نفی للتقلید وابطال لہ فھمہ و ھدی لرشدہ.

[ابن عبدالبر ص۲/۱۱۴]

ان تمام دلائل میں (جواوپر ہم نے ذکر کئے ہیں) تقلید کی نفی اور اس کا ابطال ہے ہر اس شخص کے لئے جو عقلمند اور ہدایت کا طلب گار ہے اور اگر مقلد ہدایت (صراط مستقیم پر چلنا) چاہتا ہی نہیں تو پھر قرآن وحدیث کے دلائل پیش کرنا بھی بے سود ہیں۔

آنکھیں اگر ہوں بند تو دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا؟

اور آگے چل کر صفحہ ۱۳۵ پر فرماتے ہیں:

ودع عنک آراء الرجال و قولھم
فقول رسول اللہ ﷺ ازکی و اشرح.

حافظ ابوشامہ المقدسی الدمشقی

حافظ الحدیث والفقہ امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل المعروف ابوشامہ المقدسی الدمشقی عامل بالکتاب والسنۃ تھے اور تقلید کے سخت خلاف تھے چنانچہ آپ نے اس مسئلہ پر ایک مختصر مگر جامع کتاب بنام "المختصر المؤمل" تالیف فرمائی۔ آپ تقلید کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں کسی امام کے قول کو تسلیم نہیں کر سکتے۔

لان الله افترض علينا طاعة رسوله فقد و صلنا حديثه فلا نرد بقول احد. [مختصر المؤمل ص ۴۶]

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر (امام اعظم) محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض کی ہے ہم حدیث پیغمبر آخر الزمان ﷺ کو کسی بھی آدمی کے قول کی وجہ سے رد نہیں کر سکتے۔

امام صالح عمری رحمۃ اللہ علیہ

مجدد الوقت الشیخ الامام صالح بن محمد العمری المعروف فلانی نے اپنی شہرہ آفاق اور معرکۃ الآراء کتاب "ایقاظ فی همم اولی الابصار" میں تقلید سے خوب دو دو ہاتھ کئے ہیں اور عوام کو تقلید کے نقصانات سے آگاہ فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

ان المعروف عند الصحابة والتابعين و من تبعهم باحسان الى يوم الدين و عند سائر العلماء المسلمين ان حكم الحاكم المجتهد اذا خالف نص كتاب الله تعالىٰ او سنة رسول الله ﷺ وجب نقضه و منع نفوذه ولا يعارض نص الكتاب والسنة بالاحتمالات العقلية والخيالات النفسانية

والعصبية الشيطانية بان يقال لعل هذا المجتهد قد اطلع على هذا النص و تركه لعلة ظهرت له او انه اطلع على دليل آخر و نمو هذا فما لهج به فوق الفقهاء المتعصبين واطبق عليه جهلة المقلدين.

[ایقاظ ص ۷]

''بیشک تمام صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین اور تمام علماء کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مجتہد حاکم کا فیصلہ خلاف کتاب وسنت ہو تو نہ وہ واجب العمل ہے اور نہ ہی نافذ۔ عقلی احتمالات، دلی خیالات، تعصبی جمودات کا مقابلہ کتاب و سنت سے نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی یہ بات کہے کہ مجتہد اس دلیل پر ضرور مطلع ہو گا یا اس کے سامنے کوئی اور دلیل ہو گی جیسا کہ آج متعصب فقہاء اور جاہل مقلدین کرتے ہیں۔''

محبوب سُبحانی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

جیلانی صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ کو عام لوگ گیارہویں والا پیر کے نام سے جانتے ہیں کیونکہ حنفیوں کے ہی ایک طبقے نے جنہیں بریلوی کہا جاتا ہے آپ کے نام کی گیارہویں رائج کر رکھی ہے اور اب تو الحمدللہ یہ بدعت دم توڑ رہی ہے بعض بدعتی قسم کے لوگوں نے کئی خرافات بھی آپ کے ذمہ لگا رکھی ہیں حالانکہ پیر صاحب کا ان سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے آپ اسلام کے پکے شیدائی اور کتاب وسنت کے سچے داعی تھے آپ اپنی لازوال تصنیف فتوح الغیب میں فرماتے ہیں:

واجعل الكتاب والسنة امامک و انظر فيها بتأمل و تدبر واعمل بهما ولا تغتر بالقال والقيل والهوس [فتوح الغیب ص ۸۵]

''یعنی کتاب وسنت کو اپنا امام بنالے اوران دونوں میں ہی غور وفکر کراوران دونوں پر ہی عمل کر۔''

شہید اسلام سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

سید صاحب کتاب وسنت سے شغف رکھتے تھے اور جہاد جیسے اہم فریضہ کیلئے اپنے کو وقف کر رکھا تھا اور کفار کی بنیادیں ہلانے میں دن رات کوشاں رہے آپ نے بالاکوٹ میں جام شہادت نوش فرمایا آپ تقلید سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اوران بزرگوں (صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین) کے اسی برکت والے (تقلید سے خالی) زمانے کے گزرنے کے بعد بے معنی مقلدوں کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جس میں حُب جاہ اورطلب ریاست طبعی طور پر بھری ہوئی تھی پس انہوں نے اسی گفتگو اور جھگڑے (تقلید) کو بزرگی اور کمال سمجھ کر قرآن مجید اور حدیث شریف کو پس پشت ڈال کر اپنی تمام عمر کو ایسے ہی فضول امور کے حاصل کرنے میں ضائع کردیا۔ [صراط مستقیم ص ۸۸]

اسی طرح آپ نے اور بھی دیگر مقامات پر تقلید کی بیخ کنی کی ہے بلحاظ اختصار اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

شہید راہ حق سید شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ نے اپنے دور میں اسلام کی ہر مخالف قوت سے ٹکر لی آپ کی محنت شاقہ کی وجہ سے ہندوستان میں تحریک آزادی پاکستان نے جنم لیا اگر آپ جہاد کا میدان نہ گرماتے تو شاید آج پاکستان کا یہ حسین خطہ معرض وجود میں نہ آتا آپ نے سکھوں اور انگریزوں سے عملی طور پر جہاد بالسیف کیا اور بالاکوٹ کی سنگلاخ وادیوں میں اپنا خون بہا کر ان کو لالہ زار بنا گئے۔

بنا کر وند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

جہاد بالسیف کے ساتھ ساتھ آپ نے شرک و بدعت کے خلاف بھی قلم سے جہاد جاری رکھا۔ چنانچہ آپ اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین'' میں فرماتے ہیں:

ولیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولة عن النبی ﷺ الصریحة الدالة خلاف قول الامام المقلد فان لم یترک قول امامه ففیه شائبة من الشرک. الخ [ص ۴۹]

''اور مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ اگر کسی شخص کو نبی ﷺ کی ایسی صریح (واضح) مدلل روایات کی طرف رجوع کی قدرت ہو جائے جو روایات قول امام کے خلاف ہیں تو ایسے شخص کے لئے کسی معین شخص کی تقلید کا لازم پکڑنا کیسے جائز ہو سکتا ہے پس اگر اپنے امام کے قول کو اس صورت میں نہیں چھوڑے گا تو اس میں شرک (فی الرسالت) کا شائبہ ہے۔''

اس کے بعد پھر حضرت عدی بن حاتم کی معروف حدیث ذکر کی ہے جو گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

شاہ صاحب نے بڑے جچے تلے الفاظ میں تقلید کی تردید کی ہے جس سے شاہ صاحب کا مقلد نہیں بلکہ متبع سنت ہونا واضح ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد فاروق سرہندی المعروف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے تو آپ کے نام پر

مذہب تشکیل دے رکھا ہے اور اپنے کو مجددی کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ آپ کتاب وسنت پر بڑی سختی سے کاربند تھے اور تقلیدی جمود کو خاطر میں نہ لاتے تھے حتی کہ تقلیدی مذہب کے پیروکار حکمرانوں کی مخالفت میں آپ نے کمر باندھ رکھی تھی اور کتاب وسنت کی آواز بلند کرنے میں آپ نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی آپ تقلید کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”صوفیہ وقت نیز اگر برسر انصاف بیایند وضعف اسلام وافشائے کذب را ملاحظہ کنند باید کہ درماورائے سنت تقلید پیران خودنکنند وامور مخترعہ را بہ بہانہ عمل شیوخ دیدن خودنگیرند اتباع سنت البتہ منجی ست ومثمر خیر و برکات و در تقلید غیر سنت خطر در خطر ست“

”وقت کے صوفیاء بھی اگر انصاف پر آئیں اور ضعف اسلام اور جھوٹ کا شیوع ملاحظہ فرمائیں تو ان کو چاہیئے کہ اتباع سنت کے بغیر اپنے پیروں کی تقلید نہ کریں اور بدعی (دین میں نئے) کاموں کو اتباع شیوخ کے بہانے اختیار نہ کریں اتباع سنت موجب نجات اور خیر و برکات کے حصول کا ذریعہ ہے اور سنت کے مخالف (اقوال کی) تقلید میں ہر طرح خطرہ ہی خطرہ ہے۔“

حضرت مجدد صاحب نے کس طرح اپنے مریدوں کو صراحت سے تقلیدی دلدل سے بچنے کا حکم دیا ہے مگر افسوس ان بداندیش لوگوں پر جو اپنے کو مجددی بھی کہلاتے ہیں مگر تقلید کا پٹہ بھی گلے میں ڈالے پھر رہے ہیں۔

شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید صاحب وہ نابغہ عصر شخصیت ہیں جن کی کاوشوں سے برصغیر میں کتاب وسنت کی کرنوں سے لوگ آشنا ہوئے وہ لوگ جو تقلید کے اندھیروں میں اس قدر گھرے ہوئے تھے کہ کتاب وسنت کا نام بھی شاید ہی سنا ہوگا مگر سید صاحب نے

برصغیر میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اس کے لئے دہلی جیسی مرکزی جگہ کا انتخاب کیا۔ آپ طلباء کا بڑا خیال رکھتے تھے رات کے وقت طلباء آرام کر رہے ہوتے مگر سید صاحب اٹھ کر ان کی دیکھ بھال کر رہے ہوتے کہ کہیں کوئی طالب علم تکلیف میں تو نہیں ہے کسی کو بستر، چادر وغیرہ کی حاجت تو نہیں۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہاں درس و تدریس میں ایک بے مثال شخصیت تھے وہاں آپ تصنیف میں بھی لاجواب تھے جس موضوع پر قلم کو حرکت دیتے مضمون اور قلم کا حق ادا کر دیتے تقلیدی محل پر خرمن بن کر گرنے والی آپ کی لاجواب تصنیف معیار حق اس بات کی صحیح عکاس ہے مقلدین نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا حتی کہ سید صاحب کی ذات کو نشانہ بنایا مگر آج تک کوئی مقلد بھی اس کتاب کا جواب دینے کی سعادت حاصل نہیں کر سکا (الحمدللہ تعالیٰ) اور ان شاء اللہ آئندہ بھی کوئی یہ جرأت نہیں کر سکے گا (ان شاء اللہ) اس کے ساتھ ساتھ آپ نے ہر باطل قوت سے ٹکر لی انگریزی سامراج کے خلاف اٹھنے والی آواز میں بھی آپ کی اور آپ کے تلامذہ کی آواز نمایاں تھی اسی طرح آپ دینی مسائل پر لوگوں کے استفتاء پر فتویٰ بھی صادر فرمایا کرتے تھے اور مطلوبہ مسئلہ پر تحقیق کا حق ادا کر دیتے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی حنفی پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ صادر کرنے والے یہی سید الکل سید نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔

مسند تدریس پر بیٹھے تو قابل فخر تلامذہ کی فوج ہر میدان میں اتار دی۔ انگریز کے خلاف مولانا عبدالقادر قصوری اور مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی وغیرہ کو کھڑا کیا۔ مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب غازی پوری' محدث پنجاب حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی ودیگر کو مسند تدریس پر بٹھایا۔ باطل کی سرکوبی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے محدث ہند مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد حسین

بٹالوی وغیرہ کے ہاتھ میں قلم تھمایا اور باطل کو برسر میدان للکارنے کے لئے ابوالوفاء مولانا ثناء اللہ امرتسری و مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی کو مناظر بنا کر خدمت دین کے لئے تیار کیا اور شاید برصغیر نے اپنی تاریخ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری جیسا کامیاب مناظر نہیں دیکھا ہوگا کہ جس نے بیک وقت ہر باطل قوت کا تحریری تقریری طور پر اور میدان مناظرہ میں دندان شکن جواب دیا۔ (فجزاہ اللہ خیراً)

الغرض آپ نے ہر میدان کے لئے نامور علماء کی فوج تیار کی۔ خطابت کے میدان میں مولانا عبدالوھاب ملتانی اور ان کے رفقاء کو کھڑا کیا تاکہ عوام کو باطل قوتوں کے دجل وفریب سے آگاہ کیا جاسکے۔ آپ تقلید کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تقلید نہ تو کسی آیت قرآنیہ سے ثابت ہے اور نہ کسی حدیث سے اور نہ کسی امام نے اپنی تقلید کرنے کی اجازت دی ہے (بلکہ ان تینوں سے ہی تقلید کا رد ہوتا ہے کما تقدم)۔" [فتاوی نذیریہ ص ۱/۱۶۵]

مولانا جلال الدین رومی المعروف مولوی معنوی

مولانا روم کی شخصیت بھی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف مثنوی معنوی آپ کی زندہ یادگار ہے یہ وہ کتاب ہے جس کے متعلق بعض کم بختوں نے یہاں تک کہہ دیا ہے "مثنی مولوی معنوی ہست قرآن درزبان پہلوی" کہ آپ کی یہ تصنیف (مثنوی) فارسی زبان میں قرآن مجید ہے حالانکہ جس طرح حنفیوں نے دعویٰ کیا کہ ہدایہ قرآن کی طرح ہے۔ مگر ہدایہ قیامت کی صبح تک قران نہیں بن سکتا بعینہ مولانا روم کی یہ مثنوی قرآن نہیں بن سکتی آپ نے اپنی اس تصنیف میں تقلید کا خوب خوب رد کیا ہے اور مثالیں بیان کر کے تقلید کے بخیئے ادھیڑ کر رکھ دیئے ہیں۔ میں کوئی مثال تو بیان نہیں کرتا۔ (کہ احناف سیخ پا ہو جائیں گے اور یا پھر میں خود بھی مناسب نہیں سمجھتا)

صرف دو چار اشعار پیش کرتا ہوں جو آپ نے تقلید کے رد میں کہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

نوحہ گر باشد مقلد در حدیث
چند طمع نبود مراد آں خبیث

''مقلد حدیث کے معاملہ میں رونے والا ہوتا ہے اس خبیث (مقلد) کی طمع کے سوا کوئی مراد نہیں ہوتی۔ [مثنوی ص ۱۱۱ دفتر ۲]

زانکہ تقلید آفت ہر نیکوی است
کہ بود تقلید اگر کوہ قوی ست

''تقلید ہر نیک کاری کے لئے آفت ہے اور تقلید اگرچہ پہاڑ کے برابر ہی کیوں نہ ہو مگر پھر ایک گھاس کی طرح ہے۔'' [ص ۱۱۱ دفتر ۲]

بلکہ تقلید است آن ایمان او
روئ ایمان ندیدہ جان او

''جس کا ایمان تقلید ہے سچ تو یہ ہے کہ اس کی جان نے بھی ایمان کا منہ نہیں دیکھا۔ [ص ۵/ ۴۴۹]

منبع گفتار ایں سوزے بود
واں مقلد کہنہ آن اموزے بود

''محقق کی گفتگو دل سے ہوتی ہے اور مقلد لکیر کا فقیر ہوتا ہے۔'' [ص ۲/ ۱۱۱]

مرمرا تقلید شان برباد داد
کہ دو صد لعنت بریں تقلید باد

''صحیح بات ہے کہ مجھ کو تقلید (نامراد) نے برباد کیا (اللہ تعالیٰ) ایسی تقلید پر دو سو لعنت کرے۔'' [ص ۲/ ۱۱۲]

اے مقلد تو مجو پیشے بر آن
کہ بود منبع رنور آسمان

''اے مقلد تو محقق پر فضیلت نہ تلاش کر کیونکہ وہ (محقق) نور آسمان کا سرچشمہ ہے (اور مقلد اندھیر نگری) [ص۳/۲۲۳]

شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

کسی تعارف کے محتاج نہیں اہل علم تو آپ کو آپ کی کتابوں کی وجہ سے جانتے ہی ہیں مگر عوام میں آپ کی حکایات کی وجہ سے آپ کا چرچا ہے آپ کی تصانیف گلستان سعدی' بوستان سعدی' مدارس میں بطور نصاب پڑھائی جاتی ہیں آپ تقلید کا ردان الفاظ میں کرتے ہیں۔

خلاف پیمبر کسے راگزید!
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

''جس کسی شخص نے بھی آنحضرت ﷺ کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ کبھی بھی منزل پر نہیں پہنچے گا۔ [بوستان ص۸]

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز برپئے مصطفے ﷺ

''اے سعدی یہ خیال مت کیجیو کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی چھوڑ کر ہدائت حاصل کر لے گا۔ [ص۸]

عبادت بتقلید گمراہی است
خنک رہروے راکہ آگاہی است

''تقلید کے ساتھ عبادت کرنا گمراہی ہے اس راہی کو مبارک ہو جو اپنے مقصود سے آگاہ ہے۔ (یعنی محقق کو مبارک ہو) [باب۸ص۲۰۸]

قارئین ! ردِ تقلید میں ائمہ و علماء کے اقوال تو بہت جمع کیے جا سکتے ہیں مگر صفحات پُر کرنا مقصد نہیں بلکہ بات کو سمجھانا مقصود ہے اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

آیئے اب تقلید کی نامرادیاں ملاحظہ فرمایئے:۔

تقلید کی نامرادیاں

تقلید کی تعریف تاریخی و شرعی حیثیت اور تقلید کے رد کے متعلق تو آپ تفصیل سے پڑھ آئے ہیں غور طلب بات تو یہ ہے کہ اگر اس تقلید کو اپنا ہی لیا جائے تو اس سے کیا قباحت لازم آئے گی؟ اس باب میں بات تو بہت مفصل ہے مگر اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے چند ایک قباحتوں کا ذکر کرتا ہوں تا کہ آپ تقلید کے انجام سے روشناس ہوں۔

تحریف دینِ الٰہی جل جلالہ

جہاں اور بہت سی قباحتیں ہیں وہاں سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ آدمی جب بھی تقلیدی قفس (پنجرے) میں بند ہوتا ہے تو پھر اس کو اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لئے دینِ الٰہی میں تحریف جیسا گھناؤنا جرم بھی کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بنی اسرائیل کے اس جرم کا سبب بھی تقلید کو ہی قرار دیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل نے تورات (جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب تھی) میں تحریف کر دی چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لم یزل امر بنی اسرائیل معتدلاً حتی نشأفیهم المولدون و ابنأ سبایا الامم فقالوا بالرأی فضلوا واضلوا۔

[حجۃ اللہ البالغہ ص ۱/۱۲۲]

"بنی اسرائیل کا معاملہ درست رہا (یعنی وہ حق پر رہے) حتی کہ قیدی عورتوں

کی اولادیں بھی پیدا ہوگئیں تو (جب) انہوں نے رائے پر عمل کیا تو وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔“

یعنی جب تک تو بنی اسرائیل تورات پر عمل کرتے رہے حق پر رہے مگر جونہی انہوں نے تقلیدی پھندے کو اپنے گلے میں ڈالا پھر گمراہی کے گڑھے میں جا گرے۔ اوران کا گمراہ ہونا ہی تھا کہ انہوں نے تورات میں تحریف کردی خودساختہ مسائل وضع کر کے انہیں تورات کا حصہ بنادیا۔

آج امت محمدیہ میں بھی جب تک تقلید نہیں تھی اس وقت تک تو معاملہ درست تھا نہ تحریف دین تھی نہ قرآن وحدیث کو ٹھکرانے کا تصور تھا۔ مگر جونہی تقلید نے جنم لیا پھر یہ سارے کام رواج پاگئے حتی کہ بڑے بڑے زہد وورع کے ٹیلے بھی اس کی رو میں بہہ گئے چند ایک مثالیں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

قرآن مجید میں تحریف

جب تقلید کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو کوئی سہارا نہ ملا تو مقلدین نے قرآن وحدیث کی معنوی تحریف (تبدیلی) کے ساتھ ساتھ الفاظ کو بھی بدل ڈالا۔ چنانچہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن حنفی دیوبندی نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۵۹ میں تحریف کردی۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب ”ایضاح الادلہ“ میں نقل فرماتے ہیں:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ. [ایضاح الادلہ ص ۹۷] [1]

دیکھا آپ نے کہ مولانا نے کس جرأت سے قرآنی آیت میں ” والی اولی الامر منکم“ کے الفاظ زیادہ ساتھ ملا کر تقلید کو قرآنی آیت سے ثابت کرنے

[1] مولانا محمود الحسن کی وفات کے ایک صدی بعد اب حنفیوں نے ایضاح الادلہ میں پھر خیانت کی ہے کہ مصنف کی مرضی کے بغیر اس میں تحریف کردی ہے اور ان کی تحریف کردہ آیت کو صحیح کردیا ہے گویا کہ مصنف کی اجازت کے بغیر ان کی کتاب میں تبدیلی کی ہے جو اخلاقی اور مذہبی جرم ہے۔ [م۔ی۔گ]

کی ناکام وناپاک کوشش کی ہے۔

قارئین اب آپ اصل آیت بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کو صحیح صورت حال کا پتہ چل سکے۔ ملاحظہ فرمائیں:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا.

[۴/النساء:۵۹]

قارئین اس مذکورہ آیت کو اور مولانا محمود الحسن کی مذکورہ بالا آیت کو بار بار پڑھیں اور احناف کی دیانتداری کی داد دیں۔ سچ ہے۔

یوں تو خلاف شرع شیخ تھوکتے بھی نہیں
مگر اندھیرے اجالے میں چونکتے بھی نہیں

خیانت درخیانت

جب مولانا کی اس بددیانتی کا اہلحدیث نے پردہ چاک کیا تو بعد میں آنے والے احناف کی آنکھیں کھلیں کہ اس طرح تو ہمارا مذہب ہی زمین بوس ہوجائے گا۔ چنانچہ اب تازہ ایڈیشن شائع کرتے وقت ''وَاِلٰی اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ'' کے الفاظ نکال کر لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ الفاظ کاتب نے غلطی سے لکھ دیئے ہیں مگر قارئین ہم تسلیم کرلیتے کہ یہ کاتب (لکھنے والے) کی غلطی ہے اگر مولانا اس کی تائید میں الفاظ کے انبار نہ لگا دیتے۔ چند الفاظ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ کیا احناف نے اس خیانت پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک اور خیانت تو نہیں کی۔

چنانچہ مولانا یہ آیت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔ آپ نے یہ آیت ﴿فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ تو دیکھ لی اور آپ کو

یہ اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن مجید میں یہ آیت ہے اسی قرآن میں آیت مذکورہ بالا (تحریف شدہ) معروضہ احقر بھی موجود ہے۔
میں نے مولانا کے اصل الفاظ ہو بہو نقل کر دیئے ہیں تا کہ سند رہے۔ کیا اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ یہ کاتب کی غلطی نہیں بلکہ تقلید نامراد کا نتیجہ ہے۔ میں تو بس یہی کہوں گا۔

اس قدر مجھ کو جلایا ہے تپ فرقت نے
سانس جب لوں تو جگر جلنے کی بو آتی ہے

یہ جملہ تو عام سنا کرتے تھے کہ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے سو (۱۰۰) جھوٹ بولنا پڑتے ہیں مگر اس کے سچ ہونے کا یقین ان کے مذکورہ کردار سے آیا ہے۔
حنفی دوستو! غور کرو اور قیامت کے دن کا تصور پیدا کر کے سوچو کہ آپ کس راستے پر چل رہے ہیں۔ اور پھر یہود و نصاریٰ بھی تو اس وجہ سے تباہ ہوئے تھے کہ انہوں نے آسمانی کتابوں میں تحریف کر ڈالی تھی۔ آؤ ہم تمہیں دعوت فکر دیتے ہیں کہ خدا کے لئے تقلیدی طوق اپنی گردن سے اتار پھینکو اور کتاب وسنت پر عمل کرتے ہوئے تحقیق کو اپنے ماتھے کا جھومر بناؤ۔
شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے تحریف دین کے چند اسباب بیان کئے ان میں ایک تقلید کو بھی بیان کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

و منها تقليد غير المعصوم اعني غير النبي الذى ثبت عصمة و حقيقة ان يجتهد واحد من علماء الامة فى مسئالة فيظن متبعوهٔ انه على الاصابة قطعًا او غالبًا فيردوا به حديثا صحيحًا.

[حجۃ اللہ ص ۱/۱۲۱]

”اور ان (تحریف دین کے اسباب) میں سے (ایک) غیر نبی کی تقلید بھی ہے کہ ایک آدمی (مجتہد) کسی مسئلہ میں اجتہاد کرتا ہے تو اس مجتہد کے مقلدین

یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ (ہمارے امام کا اجتہاد) بالکل صحیح ہے یا غالباً صحیح ہے تو وہ (مقلدین) اس تقلید کی وجہ سے صحیح احادیث کو رد کر دیتے ہیں۔"

قارئین آپ نے غور کیا شاہ صاحب نے کس طرح واضح الفاظ میں تقلید کو تحریف دین کے اسباب میں شمار کیا ہے اور اس پر دلیل یہ قائم کی کہ ایک تو مقلدین اپنے امام کے قول کو ہی صحیح سمجھتے ہیں۔

چنانچہ آج ہم احناف کی اصول کی کتابیں دیکھتے ہیں تو ان میں یہ الفاظ نمایاں نظر آتے ہیں کہ ہمارا مذہب حق ہے اور اس میں غلطی کا احتمال ہے اور ہمارے مخالف کا مذہب غلط ہے اور اس میں صحت کا احتمال ہے۔

ماضی قریب میں جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مقلدین کے ذہنوں سے تحریف کا مرض ابھی تک نہیں نکلا۔

ہندوستان میں اکبر بادشاہ جیسے بے دین حکمران نے وقت کے مفاد پرست مولویوں کو ساتھ ملا کر نیا دین وضع کر لیا پھر عالمگیر نے حنفی قول و اقوال کو جمع کر کے اپنے خیال میں دین کا بڑا کام کیا جس سے بے دینی، بے حیائی، حرام خوری، زنا کاری اور شراب نوشی جیسے گھناؤنے جرائم کو شرعی تحفظ دینے کی ناپاک کوشش کی اور ان اقوال کو اسلامی قانون کا نام دے کر خلافائے راشدہ کے نظام کو ختم کیا گیا۔

چنانچہ تازہ الفاظ میں پاکستان کے معروف صحافی اور روزنامہ نوائے وقت کے ایڈیٹر مجید نظامی نے ان الفاظ میں تذکرہ کیا ہے آپ مسلمانوں اور ہندوؤں کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک ان کے ساتھ زندگی بسر کر کے دیکھ لیا ہے ہندو سے دوستی کی خاطر دین الٰہی بھی ایجاد کر کے دیکھ لیا ہندو کی تمام رسمیں اپنی ثقافت کا جوہر بنا کر دیکھ لیں لیکن ہندو کبھی مسلمان کے قریب نہ

آ سکا اور نہ آئے گا۔"

[اداریہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ]

حدیث میں تحریف

قارئین بطور ثبوت کے قرآن کریم کی تحریف سے صرف ایک مثال پیش کی ہے مزید تفصیل کا ارادہ ہو تو ہدایہ' سیرت نعمان' تحقیق مسئلہ رفع یدین میں ملاحظہ فرمائیں۔ اب آپ حدیث میں تحریف کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

مسند الحمیدی میں تحریف

مشہور محدث اور امام بخاری کے استاد کی کتاب مسند حمیدی احناف نے شائع کی اور اس کی ایک روایت جو رفع یدین کے اثبات میں تھی اس میں حرف "فلا" کا اضافہ کر دیا مگر نادانستہ طور پر سند سے ایک راوی چھوٹ گیا جس کی وجہ سے سند منقطع ہو گئی اور روایت ضعیف ہو گئی جس کا تحریف کرنے والوں کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا اس کمی کو پورا کرنے کے لئے پاکستان کے حنفیوں نے اسے لاہور سے شائع کیا اور جو سند میں انقطاع ہوا تھا وہ ملا دیا مگر متن میں وہی الفاظ رہنے دیئے (اس لئے کہ اس بددیانتی کے لئے ہی تو سب پاپڑ بیلے جا رہے تھے) مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کا خود ذمہ اٹھا رکھا ہے اور یہ کام اللہ تعالیٰ اہل حدیث سے لے رہا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد خالد گرجاکھی صاحب نے مسند حمیدی شائع کی ہے جس میں سند اور متن دونوں کی تصحیح کر دی ہے۔ (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے اور دنیا و آخرت میں کامیاب فرمائے۔ دعائے از من و جملہ جہاں آمین باد)۔

چنانچہ آپ احناف کے خبثِ باطن کا نظارہ کرنے کے لئے ملاحظہ فرمائیں اور ان کی ایمان داری کی داد دیں کہ یہ کیسے آنحضرت ﷺ کے امتی ہیں؟ کہ جو آنحضرت ﷺ کے فرامین کو ہی تبدیل کرنے لگ گئے ہیں (لعنة الله علی عدو الله

ورسولہ) کسی نے خوب ہی کہا ہے۔

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے

اب آیئے اور ملاحظہ فرمایئے!

حدیث یہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رأیت رسول اللہ ﷺ اذا فتتح الصلوٰۃ رفع یدیه حذومنکبیه و اذا ارادان یرکع و بعد ما یرفع راسه من الرکوع ولا یرفع بین السجدتین. [مسند حمیدی ص ۱۷۷]

"کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے اور رکوع کرنے کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کندھوں کے برابر تک رفع یدین کرتے تھے اور آپ سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔"

یہ حدیث صاف طور پر حنفیت کی خلاف حدیث عمارت کو زمین بوس کرتی دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ احناف نے اس میں آخری الفاظ اس طرح نقل کردیئے "فلا یرفع ولا بین السجدتین" جس سے معنی یہ ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ دو سجدوں کے درمیان (رفع یدین کرتے تھے) یہ کس قدر امام الانبیاء ﷺ کے فعل سے حسد اور دشمنی ہے۔

مزید تسلی کے لئے مسند حمیدی کے دونوں نسخوں (اصل اور تحریف شدہ) کی فوٹو کاپیاں ملاحظہ فرمائیں تا کہ کوئی حنفی چوں ۔ چراں ۔ یہ ۔ وہ کہہ کر آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش بھی نہ کر سکے۔

ملاحظہ فرمائیں اصل کتاب کی فوٹو کاپی

۷٦۰: (احادیث عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ) مسند الحمیدی

٦١٤ـ حدثنا الحمیدی قال ثنا سفیان ثنا الزهری قال: اخبرنی سالم بن عبد الله عن ابیه قال: رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا افتتح الصلوٰة

مسند الحمیدی (احادیث عبد الله بن عمر بن الخطاب رضی الله عنه) ١٧٧

رفع یدیه حذومنکبیه، و اذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع راسه من الرکوع ولا یرفع بین السجدتین ٥

یہ مولانا خالد سلفی صاحب نے نسخہ ظاہریہ سے شائع کی ہے اور احناف نے بھی نسخہ ظاہریہ سے شائع کی ہے۔ اب احناف کی شائع کردہ مسند حمیدی کا فوٹو ملاحظہ فرمائیں۔ (تحریف شدہ کتاب کی فوٹو کاپی)

مسند الحمیدی (احادیث عبد الله بن عمر بن الخطاب رضی الله عنهما) ٢٧٧

٦١٤ـ حدثنا الحمیدی قال/ ثنا الزهری قال: اخبرنی سالم بن عبد الله عن ابیه قال: رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حذومنکبیه، و اذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع راسه من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین[٦] ٥

٦١٥ـ حدثنا الحمیدی قال: ثنا الولید بن مسلم قال: سمعت زید بن

مصنف ابن ابی شیبہ میں تحریف

جہاں احناف نے مسند الحمیدی میں موجود رفع یدین کی حدیث میں تحریف

کی۔اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک ایسی روایت میں تحریف کردی جس سے سینے پر ہاتھ باندھنا ثابت ہوتے تھے۔چنانچہ حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روائت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

رأيت النبي ﷺ وضع يمينه على شماله في الصلوٰة.

[مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۰]

''کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ نے نماز پڑھتے وقت اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا۔''

اب آدمی جب دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے گا تو ہاتھ سینے پر ہی آئیں گے۔مگر احناف سنت رسول ﷺ کو چھوڑ کر تحت السرۃ (ناف کے نیچے) ہاتھ باندھتے ہیں اور دلیل کوئی پاس نہیں تھی چنانچہ اپنے غلط عمل کو مدلل بنانے کے لئے حدیث پیغمبر ﷺ کو تختہ مشق بنایا اور حدیث میں تحت السرۃ کے الفاظ کا اضافہ کر دیا۔آپ دونوں نسخوں کے فوٹو ملاحظہ فرمائیں اور خود فیصلہ کریں۔

مصنف ابن ابی شیبہ کے اصل نسخہ کی فوٹو کاپی

مصنف ابن ابی شیبہ — كتاب الصلوات ج — ١

وضع اليمين على الشمال

أنظر الى أحبار بنى اسرائيل و اضعى أيمانهم على شمائلهم فى الصلوة ۔ حدثنا وكيع عن موسى بن عمير عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال: رأيت النبي ﷺ وضع يمينه على شماله فى الصلوة ۔ حدثنا وكيع عن ربيع عن ابى معشر عن ابراهيم قال يضع يمينه على شماله فى الصلوة تحت السرة ۔

اصل نسخہ جو حیدر آباد ہندوستان سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ بمبئی۔ ڈھابیل اور بیروت کے نسخوں میں بھی مندرجہ بالا فوٹو والے ہی الفاظ ہیں۔ مگر احناف نے جو مصنف ابن ابی شیبہ کراچی سے شائع کیا ہے اس میں تحت السرۃ کے الفاظ زائد لکھ دیئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ مطبوعہ کراچی کے تحریف شدہ کی فوٹو کاپی جو ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ سے شائع ہوا۔

مصنف ابن ابی شیبة — كتاب الصلوات ج — ١

و ضع اليمين على الشمال

أنظر الى أحبار بنى اسرائيل و اضعى أيمانهم على شمائلهم فى الصلوة ، حدثنا
ـ وكيع عن موسى بن عمير عن علقمة بن و ائل بن حجر عن ابيه قال رأيت
ـ النبى ﷺ وضع يمينه على شماله فى الصلوة تحت السرة حدثنا وكيع عن ربيع
نا ابى معشر عن ابراهيم قال يضع يمينه على شماله فى الصلوة تحت السرة ٥

اس فوٹو میں خط کشیدہ الفاظ کو پڑھیں اور اس سے پہلے فوٹو میں بھی خط کشیدہ الفاظ کو پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ حنفی کس قدر تعصب کا شکار ہو چکا ہے کہ احادیث نبوی ﷺ میں بھی تحریف کرنے سے دریغ نہیں کرتا اور پھر ذرا غور سے دیکھیں تو آپ کو تحت السرۃ کے الفاظ باقی عبارت سے الگ نمایاں نظر آئیں گے اور پھر اس سے آگے ابراہیم نخعی کے قول کی سند میں الفاظ تھے ''ربیع عن معشر'' مگر جب عبارت میں تحت السرۃ کے الفاظ بڑھائے گئے تو اسی سطر میں موجود ''عن'' کو دوسری سطر میں دھکیلنے کی کوشش کی گئی جس کی وجہ سے عن کا نون تو عبارت میں آ گیا مگر عین ساقط ہو گیا۔

یہ دونوں نسخوں میں احناف کی بددیانتی تو آپ نے دیکھ لی۔ اب ذرا دل تھام کر ایک اور بددیانتی اور تحریف فی الدین کی مثال ملاحظہ فرمائیں۔

ابوداؤد شریف میں تحریف

سنن ابی داؤد احادیث پیغمبر ﷺ کا وہ بہترین مجموعہ ہے جسے امام ابوداؤد (سلیمان بن اشعث سجستانی) جیسے جلیل القدر محدث اور امام نے جمع کیا اور ابوداؤد حدیث کی وہ کتاب ہے جسے صحاح ستہ کا رکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ تمام دینی مدارس کے نصاب کی اہم ترین کتاب ہے۔ مگر احناف کے خبثِ باطن، (تحریفی ذہن) کا اندازہ لگاؤ کہ انہوں نے اپنے مسلک کی گرتی ہوئی دیوار کو تحریف کا سہارا دینے کی کوشش کی مگر۔

بسا آرزو کہ خاک شد

رمضان المبارک میں قیام اللیل (تراویح) کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جسے آنحضرت ﷺ نے خود ادا فرما کر حل کر دیا تھا۔ اور امت کے لئے واضح کر دیا کہ سنت تراویح وہی ہے جو میں نے ادا کی ہے۔ مگر شومئی قسمت ہی کہیئے کہ احناف جب تقلید کے گرداب میں پھنسے تو انہیں فقہ حنفی کے مطابق بیس رکعت تراویح کا خمار اٹھا۔ چنانچہ احناف نے اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے کتاب وسنت کو تختہ مشق بنایا اور ابوداؤد جیسی معروف زمانہ کتاب میں تحریف کر دی۔

ابوداؤد کی وہ روایت یہ ہے:

((ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی لھم عشرین لیلۃ ولا یقنت بھم الا فی النصف الباقی......الحدیث.)) [ابوداؤد ص ۱/۲۰۲]

''کہ بیشک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب (کی

امامت) پر جمع کیا تو ابی بن کعب نے لوگوں کو بیس راتیں نماز پڑھائی اور ان میں قنوت نہ پڑھا مگر آخری دس دنوں میں۔"

چونکہ احناف بیس رکعت تراویح کے قائل ہیں جو کہ خلاف سنت ہے اور یہ کام وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذمہ لگاتے ہیں کہ انہوں نے بیس رکعت تراویح پڑھائی ہیں مگر دلیل کوئی نہیں۔ دنیا جہان کا کوئی حنفی اگرچہ وہ کوفہ سے لے کر دیوبند تک اکٹھے ہی کیوں نہ ہو جائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح بیس رکعت کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ انہوں نے خود پڑھی ہوں یا دوسروں کو پڑھنے کا حکم دیا ہو (جیسا کہ احناف کا دعویٰ ہے) کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مؤطا امام مالک میں گیارہ رکعت کی روایت آتی ہے۔ اور امام آپ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ہی بنایا ہے۔

چنانچہ احناف نے کمال ہوشیاری سے اپنا مؤقف ثابت کرنے کے لئے نہ صرف حدیث میں تحریف کی بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور خلیفہ راشد پر سنت کی مخالفت کا الزام لگا دیا۔ چنانچہ احناف نے مذکورہ بالا روایت میں جو الفاظ "عشرین لیلة" ہیں کو بدل کر "عشرین رکعة" کر دیئے۔ جس سے معنی یہ بن گیا کہ ابی بن کعب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھائی۔

حدیث میں یہ تحریف کرنے کے لئے احناف نے بڑے پاپڑ بیلے کبھی حاشیے پر "رکعة" لکھ کر نسخے کا نشان دیا گیا اور پھر کبھی "رکعة" کو متن میں لکھ کر حاشیے پر "لیلة" لکھ کر نسخے کا نشان دیا گیا مگر بعد میں چند حنفی بہی خواہوں نے اپنے اسلاف کے اس تحریف حدیث کے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری اس طرح کی کہ متن میں "رکعة" کے الفاظ شائع کر دیئے اور حاشیے سے "لیلة" کے الفاظ اڑا دیئے تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فوائد غزنویہ اسلام کی امانت)

مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کا ذمہ خود اٹھایا ہے اس لئے یہ خیانت و

بددیانتی چھپ نہ سکی۔

یہی روایت باقی جتنی کتابوں میں درج ہوئی ہے اس میں ''عشرین لیلۃ'' کے ہی الفاظ ہیں مثلاً' مشکوٰۃ المصابیح' عون المعبود' تحفۃ الاشراف وغیرہ۔

اب آیئے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں

۵۳۸

١٤٢٣ قال ابو داود وَرُوِیَ اَنَّ اُبَیًّا کَانَ یَقْنُتُ فِی النِّصْفِ مِنْ رَمَضَانَ حدثنا احمد بن محمد بن حنبل نا محمد بن بکر انا هشام عن محمد عن
١٤٢٤ بعض اصحابه ان اُبَیَّ بن کعب امّهم یعنی فی رمضان وکان یَقْنُتُ فِی النِّصْفِ الآخِرِ من رمضان حدثنا شجاع بن مخلد نا هشیم
انا یونس بن عُبَید عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی لهم عشرین لیلةً ولا
یَقْنُتُ بهم الا فی النصف الباقی فاذا کانت العشر الاواخر تخلّف فصلّی فی بیته فکانوا یقولون اَبَقَ اُبَیٌّ قال ابو داود وهذا یدل
علی انّ الذی ذُکر فی القنوت لیس بشیءٍ وهذان الحدیثان یدلّان علی ضعف حدیث اُبَیٍّ انّ النبی صلی الله علیه وسلم قنت فی الوتر
١٤٢٦ بابٌ فی الدعاء بعد الوتر حدثنا عثمان بن ابی شیبة نا محمد بن ابی عبیدة نا ابی عن الاعمش عن طلحة الایامی عن ذرّ عن سعید
ابن عبد الرحمن بن اَبزی عن ابیه عن اُبَیّ بن کعب قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا سلّم فی الوتر
١٤٢٧ قال سبحان الملک القدّوس حدثنا محمد بن عوف نا عثمان بن سعید عن ابی غسّان محمد بن مطرّف المدنی عن
زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من نام عن وتره او نسیه فلیصله اذا ذکره

فوٹو کاپی عون المعبود شرح ابی داؤد جس میں ''عشرین لیلۃ'' کے الفاظ موجود ہیں۔

اب مزید تسلی کے لئے علامہ ابوالحجاج مزی کی کتاب تحفۃ الاشراف مطبوعہ بیروت کا فوٹو ملاحظہ فرمائیں جس میں روایت کے اصل الفاظ ''عشرین لیلۃ'' نقل کئے گئے ہیں۔

أبیّ بن کعب ــ الحسن البصری، وخالد بن زید عنه [تحفة الأشراف

2 ★ الحسن بن أبی الحسن البصریّ، عن أبیّ ــ ولم یسمع منه

٩ حدیث: إنّ سمُرة وعمران بن حُصین تذاکروا... الحدیث. فی ترجمة قتادة
د ت ق [د ت ق]، عن الحسن، عن سمُرة ــ (ح ٤٥٨٩)، وفی ترجمة یونس بن عُبید
[د ق]، عن الحسن، عن سمرة ــ (ح ٤٦٠٩).

١٠ حدیث: أنّ عمر بن الخطّاب جمع الناس علی أبیّ بن کعب فکان یصلّی بهم عشرین
د ک لیلة... الحدیث ــ موقوف. د فی الصلاة (٣٤١) عن شُجاع بن مَخلد، عن هُشیم،
عن یونس بن عُبید، عن الحسن به. ک أغفله الحافظ أبو القاسم وهو فی السماع.

اسی طرح یہ روایت مشکوٰۃ المصابیح جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۱۱۴ باب القنوت میں بھی موجود ہے اور اس میں بھی ''عشرین لیلۃ'' کے الفاظ ہیں۔ ان تینوں حوالوں سے یہ بات نصف النہار کی طرح ثابت ہوئی کہ حدیث کے اصل الفاظ ''عشرین لیلۃ'' ہی ہیں۔ مگر محرف نے ''لیلۃ'' کی جگہ ''رکعۃ'' لکھ کر اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے۔ آپ تحریف شدہ عبارت کا فوٹو ملاحظہ فرمائیں۔

تحریف شدہ عبارت کی فوٹو کاپی

حدثنا احمد بن محمد بن حنبل نا محمد بن بکر انا هشام عن محمد عن بعض اصحابه ان ابی بن کعب امهم يعنى فى رمضان وكان يقنت فى النصف الآخر من رمضان حدثنا شجاع بن مخلد نا هشيم انا يونس بن عبيد عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس على ابى بن كعب فكان يصلى لهم عشرين ركعة ولا يقنت بهم الا فى النصف الباقى فاذا كانت العشر الاواخر تخلف فصلى فى بيته فكانوا يقولون ابق ابى قال

مذکورہ بالا فوٹو میں خط کشیدہ الفاظ کو بغور پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ محرف نے کس دیدہ دلیری سے روایت میں تحریف (تبدیلی) کر کے یہودیوں کی سنت ادا کر کے

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِاللهِ

''پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو کتاب کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔'' [۲/البقرۃ:۷۹]

کا عملی نمونہ پیش کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جہاں احناف نے احادیث کی

کتابوں کے باب تبدیل کر دیئے یا حدیث ہی سرے سے کتاب سے نکال دی۔ مگر طوالت کے خوف کی وجہ سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور قارئین کو نقطہ فکر تک پہنچانے کے لئے اتنی ہی مثالیں کافی ہیں۔ اور پھر مقصود بھی صرف یہ ہے کہ اسلام کے لبادے میں اسلام دشمنوں کے مذموم چہرے کی نقاب کشائی کر کے امت مسلمہ کو ان کا بھیانک چہرہ دکھایا جائے تا کہ کوئی بھی صراط مستقیم کا متلاشی ان کے دام فریب میں نہ آسکے۔

موضوع احادیث

گزشتہ صفحات میں آپ نے قرآن وحدیث میں تحریف کے چند نمونے ملاحظہ فرمائے۔ اب میں آپ کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ مقلدین نے اپنے مذہب کی خاطر صرف قرآن وحدیث میں تحریف ہی نہیں کی بلکہ جھوٹی روایات کے گھڑنے اور اپنانے سے بھی خوف محسوس نہیں کیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس بارہ میں سخت وعید فرمائی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من كذب على متعمد افليتبوأ مقعده من النار.

[بخاری ص ۱/۲۱۔ کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی ﷺ]

’’جس شخص نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا (یعنی میری طرف کوئی ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہ کہی ہو) تو وہ شخص اپنا ٹھکانہ جہنم بنا (سمجھ) لے۔‘‘

قارئین آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ احناف نے مسئلہ رفع یدین پر اپنے آپ کو بے بس ومجبور وبے دلیل دیکھ کر حدیث مصطفیٰ ﷺ میں تحریف کر ڈالی۔ یہیں پہ ہی بس نہیں بلکہ احناف کے شیخ الحدیث قاضی نور محمد صاحب آف قلعہ دیدار سنگھ نے مسئلہ رفع یدین پر ایک کتاب بنام ازالۃ الرین لکھی اس میں انہوں نے ایک عبارت اپنے پاس سے ہی بنا کر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ عندالرکوع وبعدالرکوع

آنحضرت ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ آپ قاضی صاحب کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

اخذ اهل الكوفة الصلوٰة عن ابراهيم النخعی و اخذ ابراهيم النخعی عن اسود بن يزيد واخذا سود عن ابی بکر الصديق واخذ ابوبكر عن النبی صلعم[1] و هو صلعم اخذ عن جبرئيل و هو عليه السلام اخذ عن الله تبارک و ابراهيم النخعی لم يكن يرفع يديه الا فی اول تكبيرة من الصلوٰة ثم لا يعود.

[ازالۃ الرین ص ۶۱۔۶۰]

"مختصراً ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صرف پہلی تکبیر (تکبیر تحریمہ) کے وقت رفع یدین کی اس کے بعد نہیں کی اور آپ ﷺ نے نماز اللہ تعالیٰ سے بذریعہ جبرئیل سیکھی تھی۔"

قارئین غور کریں صرف آنحضرت ﷺ کی سنت متواترہ رفع یدین کا انکار کرنے کے لئے ایک ایسی روایت وضع کر لی (گھڑ لی) کہ جس میں اللہ تعالیٰ۔ آنحضرت ﷺ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور جبرئیل علیہ السلام میں سے کوئی ایک بھی ان کے جھوٹ سے نہ بچ سکا۔

کیے آپ نے اس پیار میں لاکھوں ستم ہم پر
خدانخواستہ تم خشمگیں ہوتے تو کیا ہوتا

قارئین کرام یاد رکھیں ان الفاظ سے کوئی ایک صحیح تو درکنار ضعیف حدیث بھی ذخیرہ احادیث میں آپ کو خوردبین لگا کر دیکھنے سے بھی نظر نہیں آئے گی۔ اور اگر ہے تو احناف جرأت کر کے اور ہمارے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے کسی حدیث کی کتاب سے یہ روایت نکال کر دکھائیں۔ مگر

---

[1] رسول اللہ ﷺ پر درود شریف "صلی اللہ علیہ وسلم" لکھنے کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوئی۔ (مؤلف)

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ''احناف'' سے
یہ بازو ''اہلحدیث'' کے آزمائے ہوئے ہیں
(ان شاء اللہ)

۲:۔ اسی پر بس نہیں بلکہ فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب درمختار میں آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر ان الفاظ میں افترا باندھا گیا ہے کہ:

ان آدم افتخر بی و انا افتخر برجل من امتی اسمہٗ نعمان و کنیته ابو حنیفه هو سراج امتی.

[درمختار ص ۳۹]

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام میری وجہ سے فخر کرتے ہیں اور میں اپنی امت میں سے ایک آدمی کی وجہ سے فخر کرتا ہوں۔ اس (آدمی) کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے۔''

۳:۔ ذرا اور سنیئے کہ صاحب درمختار کیا لن ترانیاں کرتا ہے۔ صاحب درمختار تقلید کے نشے میں مدہوش لکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

ان سائر الانبیاء یفتخرون بی و انا افتخر بابی حنیفة من احبه فقد احبنی و من ابغضه ابغضنی.

[درمختار ص ۱/۳۹]

''بیشک تمام انبیاء کرام میری وجہ سے فخر کرتے ہیں اور میں ابوحنیفہ کی وجہ سے فخر کرتا ہوں جس شخص نے ابوحنیفہ سے محبت کی اس نے مجھ (محمد رسول اللہ ﷺ) سے محبت کی اور جس نے ابوحنیفہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔''

قارئین غور فرمائیں یہ کم بخت مسلمان کہلانے کے ساتھ ساتھ امت

محمدیہ ﷺ کہلانے کا حق رکھتے ہیں؟ کہ جن کی زبان اور قلم سے امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس بھی محفوظ نہیں رہی۔

آج فقہ حنفیہ میں سینکڑوں ایسے مسائل آپ کی نظروں سے گزریں گے جن کی دلیل قرآن وحدیث سے ملنا تو درکنار کوئی مہذب معاشرہ ایسے مسائل پر عمل کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور پھر ان مسائل کو امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور صرف اتنے الفاظ کہہ کر کہ ''لا حد عند ابی حنیفة'' چور۔ ڈاکو۔ زانی۔ شرابی اور نہ جانے کیسے کیسے سنگین جرائم کے مرتکب لوگوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے۔ لیکن میں یہ بات علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایسی خرافات سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور پھر بھلا جو لوگ رسول اکرم ﷺ پر جھوٹ بولتے ہوئے نہیں شرماتے انہیں امام ابو حنیفہ کے ذمے جھوٹ لگاتے ہوئے کیا باک اور خوف ہو گا۔

۴:۔ اب ذرا فقہ حنفیہ کی عظیم کتاب جسے احناف نے قرآن کی مثل ہونے کا اعزاز بھی بخشا ہے اس میں سے بھی بطور نمونہ ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ ہدایہ کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ میں صاحب ہدایہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی پر ان الفاظ میں افتراء باندھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی.

[ہدایہ ص ۱/۱۲۲]

''کہ جس شخص نے متقی عالم کے پیچھے (اقتداء میں) نماز پڑھی تو گویا اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔''

قارئین اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لعنت اللہ علی الکاذبین ''جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔'' اب عام جھوٹے کی سزا یہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے مگر رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا تو اس سے بھی کئی گنا سنگین جرم ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((من كذب على متعمد افليتبوا مقعده من النار))
"جس شخص نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔"

گھر کا بھیدی

اگر آپ نے حنفیت کا آئینہ دیکھنا ہے تو سنیئے !! مذہب حنفیہ کے عظیم کارکن ابوالحسنات مولانا عبدالحیٔ حنفی لکھنوی نے فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب شرح وقایہ کا مقدمہ عمدۃ الرعایہ کے نام سے لکھا ہے اس میں آپ کتب فقہ حنفیہ کے متعلق خامہ فرسائی کرتے ہیں کہ:

ان الكتب الفقهية و ان كانت معتبرة فى نفسها بحسب المسائل الفرعية و كان مصنفوها ايضا من المعتبرين والفقهاء الكاملين لا يعتمد على الاحاديث المنقولة فيها اعتماد اكليا و لا يجزم بورودهاو ثبتها قطعا بمجرد وقوعها فيها فكم من احاديث ذكرت فى الكتب المعتبر و هى موضوعة و مختلفة كحديث لسان اهل الجنة العربية والفارسية الدرية و كحديث من صلى خلف عالم تقى فكانما صلى خلف نبى و حديث علماء امتى كانبياء بنى اسرائيل الى غير ذالك.

[عمدۃ الرعایہ ص ۱۳]

"یعنی فقہ حنفیہ کی معتبر کتابیں اگرچہ فروعی مسائل میں معتبر ہوں اور بیشک ان کتابوں کے مصنف بھی معتبر اور کامل فقہاء ہی ہوں (لیکن) ان حدیثوں پر جوان لوگوں نے اپنی کتب فقہ میں لکھی ہیں پر کلی طور پر اعتماد نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کا حدیث نام دے کر کتب میں لکھ لینے سے یقین

کر لینا چاہئے کہ یہ ضرور حدیث ہوگی۔ اس لئے کہ ان معتبر کتب فقہ میں بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جو موضوع (من گھڑت) ہیں اور بہت سی مختلف فیہ ہیں (جن کی صحت کا اعتبار نہیں کہ یہ صحیح ہیں یا ضعیف) مثلاً (اگر معتبر کتب کا یہ حال ہے تو غیر معتبر کا اللہ ہی حافظ۔ مؤلف)''

فقہ کی کتابوں میں یہ حدیث ہے کہ اہل جنت (جنتی لوگوں) کی زبانیں عربی اور فارسی ہوں گی اور یہ حدیث کہ جس نے متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی وہ اس طرح ہے گویا کہ اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی (یہ حدیث صفحہ نمبر 222 پر گزر چکی ہے) اور یہ حدیث ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ سب موضوع من گھڑت ہیں۔

اسی پر ہی بس نہیں بلکہ حنفی مکتب کے شہرہ آفاق حضرت علامہ اشرف بن طیب بن تقی الدین حیدر بھی کتب فقہ حنفیہ کی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے یوں خامہ فرسائی کرتے ہیں کہ:

فان موضوعات الذنادقة و اهل البدعة جاوزت مأته الف من الاحاديث كما صرح النقاد ولو وجدوا اجد فی بعض كتب الحنفية من علماء ماوراء النهر و العراق و الخراسان لم يسندوا احاديثهم التی يذكرو نها فی كتب الحنفية الی اصل من اصول الحديث الجليل الشان حتی صاحب الهداية التی عليه مدار الحنفية لم يتسير له عنه تخريج احاديث الهداية فی اكثر المواضع.

[نتائج التقلید ص ۸۸]

''ناقدین و ماہرین فن حدیث نے پوری صراحت و وضاحت سے اعلان فرما رکھا ہے کہ اہل بدعت و زندیق یا باطل پرست گمراہ فرقوں نے ایک لاکھ

سے زیادہ موضوع یعنی بناوٹی اور جھوٹی و من گھڑت روائتیں حدیث کے نام سے مشہور کر رکھی ہیں ۔ چنانچہ بعض کتب حنفیہ میں ماوراء النھر ۔ عراق اور خراسان وغیرہ کے علمائے احناف نے جو حدیثیں اصول حدیث جلیل الشان کے خلاف بلاسند ذکر کی ہیں ان کا قطعاً اعتبار نہیں حتّٰی کہ ہدایہ ایسی مشہور و معروف چوٹی کی کتاب کہ جس پر حنفی مذہب کا دارومدار ہے اس کے مصنف نے بھی اکثر مواقع میں اس جرم کا ارتکاب کیا ہے ۔ یعنی اسے اصول محدثین کے طریق پر صحت وثقاہت اور سند حدیث کی توفیق میسر نہیں ہوئی ۔ "

قارئین ! اب تو آپ کو بخوبی معلوم ہو چکا ہوگا کہ فقہ حنفی کی معتبر (غیر معتبر کا تو کہنا ہی کیا) کتب میں نہ صرف تحریف شدہ احادیث موجود ہیں بلکہ کتب فقہ حنفی میں موضوع روایات بھی بکثرت ملتی ہیں جیسا کہ اوپر دو حنفی بزرگوں کی شہادتوں سے مزید واضح ہوا ہے ۔

فقہ حنفی یا حنفی مذہب کے کسی بھی پہلو کی قباحت کو اگر بیان کرنا شروع کر دیا جائے تو بہت سا وقت اور صفحات کی ضرورت ہے ۔ مگر چونکہ صرف احناف یا فقہ حنفی کے قبیح چہرے کی نقاب کشائی مقصود ہے اس لئے صرف چند ایک حوالہ جات سے اشارہ کرنے پر ہی اکتفا کرتا جا رہا ہوں کہ مقصود صرف بات سمجھانا ہے ۔

اثر کرے نہ کرے سن تو سہی میری فریاد

تقلید کی وجہ سے قرآن و حدیث کا رد

گزشتہ صفحات میں آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں کہ تقلید کا وجود خیر القرون کے زمانہ میں بالکل نہیں تھا بلکہ قرآن و حدیث اور اقوال سلف سے آپ اس کا رد بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں ۔ اب آپ تقلید کی نامرادیوں پر معلومات حاصل کر رہے ہیں کہ تقلید نے کون کون سے فتنوں کو پنپنے کا موقعہ ہی فراہم نہیں کیا بلکہ علی الاعلان ان

فتنوں کی سرپرستی بھی کی اور ایسے فتنہ باز (مقلدین) لوگوں کی خوب پیٹھ ٹھونکی ہے۔
تقلید کی ایک نامرادی یہ بھی ہے کہ اسی تقلید کی وجہ سے قرآن وحدیث کا رد بھی ہوا بلکہ رد کرنے کے لئے اصول بھی وضع کر لئے گئے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب شرح کتاب الآثار امام محمد میں یوں مرقوم ہے:

فاذا استدلال ابو حنیفة بحدیث نعتقد انه حکم بصحته و توثیق رجاله و لا نلتفت الی من خالفه خصوصاً اذ کان من هو دونه فی العلم والفقه و نحکم علی الرجال انهم موثقون مقبولون ولا نبالی بماقاله ارباب الظواهر من الضعف والجرح و غیر ذالک من الوجوه القادحة فی الثقاهة و ان صدر عن کبار المشاهیر کالبخاری و المسلم.

[بحوالہ نتائج التقلید ص ز]

اس عبارت کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ جس حدیث سے امام ابو حنیفہ نے استدلال کیا ہے یا جو حدیث ہمارے مذہب کی مؤید ہے ہمارے حنفی علماء وفقہاء کا اصول وعقیدہ یہ ہے وہ حدیث بالکل صحیح اور اس کے راوی بالکل ثقہ ومعتبر (اگرچہ ضعیف اور موضوع ہی کیوں نہ ہو؟ مؤلف) اور اس کے برعکس اگر مشاہیر ائمہ حدیث اسی حدیث کو ضعیف ومتروک اور اس کے راویوں کو غیر معتبر و ناقابل اعتبار قرار دیں تو ہم ان کے قول وفتویٰ کو ٹھکرا دیں گے اگرچہ امام بخاری ومسلم ہی کیوں نہ ہو۔ (فیاللعجب)

یہ ہے حنفیوں کا وہ اصول جس سے قرآن وحدیث کو رد کیا جاتا ہے۔
دوسرے الفاظ میں احناف قرآن وحدیث کو فقہ حنفی کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اگر قرآن وحدیث فقہ حنفی کے موافق ہو تو قبول ورنہ رد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اصول فقہ حنفی کی معتبر کتاب شرح التلویح علی التوضیح میں صاف لکھا ہے:

فاما المقلد فالدليل عندهٗ قول المجتهد فالمقلد يقول هذا الحكم واقع عندى لانه أدى اليه رأى ابى حنيفة رحمة الله و كل اڈی اليه رايه فهو واقع عندى. [شرح التلويح على التوضيح ص ۱/۲۱]

"مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہے۔ مقلد صرف یہی کہے کہ اس مسئلہ کا حکم میرے نزدیک یہی ہے کیونکہ میرے امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہی ہے اور جو رائے میرے امام کی ہوگی میرے نزدیک تو وہی صحیح ہے۔"

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

صد افسوس ان مقلدین پر جو تقلید کے گرداب میں پھنس کر قرآن وحدیث کو خیر باد کہہ چکے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ امام کرخی جو احناف کے نزدیک بلند پایہ اصولی ہیں نے حنفی مقلدین کے لئے قرآن وحدیث کو رد کرنے کا اصول وضع کیا۔ آپ بھی کلیجہ تھام کر دل ہلا دینے والی تحریر پڑھیں۔ کرخی صاحب فرماتے ہیں:

ان كل اية تخالف اصحابنا فانها تحمل على النسخ او على الترجيح والاولىٰ ان تحمل على التاويل من جهة التوفيق.

[اصول الکرخی ص ۱۱]

"بیشک ہر وہ آیت جو ہمارے اصحاب (یعنی احناف) کے مذہب کے خلاف ہوگی (سبحان اللہ۔ حنفی مذہب آیت کے خلاف نہیں آیت حنفی مذہب کے خلاف ہوگی۔ مؤلف) تو اس کو منسوخ تصور کیا جائے گا یا ترجیح دی جائے گی لیکن بہتر ہے کہ اس آیت کی کوئی تاویل کر لی جائے۔ (جو حنفی مذہب کے مطابق ہو۔ مؤلف)"

قارئین دیکھا آپ نے اس پر بس نہیں بلکہ اپنی پلکوں سے افسوس کے آنسو پونچھیئے اور حدیث کے متعلق کرخی صاحب کا اصول پڑھیئے فرماتے ہیں:

ان کل خبر یجیئ بخلاف قول اصحابنا فانه یحمل علی النسخ او علی انه معارض بمثله ثم صار الٰی دلیل آخر اوترجیح فیه بما یحتج به اصحابنا من وجوه الترجیح او یحمل علی التوفیق و انما یفعل علی ذالک علی حسب قیام الدلیل فان قامت دلالة النسخ یحمل علیه و ان قامت الدلالة علی غیرہٖ صرنا الیه.

[اصول الکرخی ص ۱۱]

"بیشک ہر وہ حدیث جو ہمارے مذہب کے خلاف ہوگی تو اس کو منسوخ سمجھا جائے گا یا پھر یہ سمجھا جائے گا کہ اس کے مقابلہ میں (یعنی اس کے خلاف) کوئی اس جیسی اور حدیث ہے (جو ہمارے مذہب کی مؤید ہے) پھر کوئی اور دلیل تلاش کی جائے گی یا ترجیح تصور کی جائے گی جس کی بناء پر ہمارے اصحاب (حنفی علماء) نے احتجاج کیا ہے یا اس میں تطبیق دی جائے گی ورنہ کوئی اور دلیل تلاش کی جائے گی (لیکن اس حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا)"

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ کس قدر کتاب وسنت سے کھلم کھلا بغاوت کا اعلان ہے۔ اب جو لوگ حنفی مذہب کے پیروکار ہیں کیا ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ یہ لوگ اقوال ائمہ پر قرآن وحدیث کو ترجیح دیں گے؟ نہیں، ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ تو قرآن وحدیث کے مقابلے میں راہ تقلید پر چلتے ہوئے یہودیت کے طابق النعل بالنعل نظر آتے ہیں کہ یہودیوں نے بھی آسمانی کتاب تورات کو پس پشت ڈال کر اپنے آباء واجداد کی تقلید کا نعرہ بلند کیا تھا۔ یہ تو متقدمین اصولیین کے اقوال واصول تھے۔ اب ذرا ماضی قریب کے حنفی بھی خواہ اور احناف کے حکیم الامت کے خیالات بھی ملاحظہ فرمائیں اور مذکورہ بالا حوالہ جات کی تائید گھر کے ہی ایک فرد سے بار بار پڑھیں۔

گھر کی شہادت

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی انجمن احناف کے ایک سینئر رکن ہیں۔ آپ کی ساری زندگی لوگوں کو تقلید کی طرف دعوت دیتے گزر گئی اور ساتھ ساتھ انگریز جیسے مسلم دشمن خبیث کے آلہ کار بن کر کتاب وسنت کے داعیوں' اسلام کے شیدائیوں اور راہ حق کے مجاہدوں کو تنگ کرتے رہے اور مجاہدین اسلام کو باغی کہہ کر اپنے باوا انگریز کی عدالت سے سزا دلوانے کا کوئی موقعہ بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ تفصیل کا موقع نہیں ہے۔

تھانوی صاحب اپنے استاد جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کو خط لکھتے ہیں اور تقلید شخصی اور مقلدین کے حالات لکھتے ہوئے یوں خامہ فرسائی کرتے ہیں۔

اور مفاسد کا ترتب یہ کہ اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کیخلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے تو ان کے دل میں انشراح وانبساط (خوشی) نہیں رہتا۔ بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے چاہے کتنی ہی بعید ہو اور خواہ دوسری دلیل قوی (مضبوط) اس کے معارض (خلاف) ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اس مسئلہ میں بجز (سوائے) قیاس کے کچھ بھی نہ ہو بلکہ خود اپنے دل میں اس تاویل کی وقعت نہ ہو مگر نصرت مذہب کے لئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں اور دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کر لیں۔ (اللہ تعالیٰ نے شاید ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ نار اللہ الموقدة التی تطلع علی الافئدہ. مؤلف) [بحوالہ تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۳۱]

تھانوی صاحب نے مقلدین کی جو روش ذکر کی ہے وہ گھر کے بھیدی کی ہے کہ ان کے ہاں اصل تو تقلیدی مذہب ہے۔ کتاب وسنت کا کچھ مقام نہیں۔

کیئے آپ نے اس پیار میں لاکھوں ستم ہم پر
خدانخواستہ تم خشمگیں ہوتے تو کیا ہوتا

مذکورہ بالا حوالہ جات دوبارہ پڑھیں اور غور فرمائیں کہ تھانوی صاحب کیا فرما رہے ہیں کہ مقلد جب کوئی قرآنی آیت یا حدیث مبارکہ سنتا ہے تو دل کی تمام خوشیاں ھباء منثورا ہو جاتی ہیں اور سب سے پہلے جو جوش دل میں اٹھتا ہے وہ آیت یا حدیث کو ٹھکرانے کا ہوتا ہے مگر کھلم کھلا کتاب وسنت کے منکر ہونے کی چھاپ سے بچنے کے لئے اس کی تاویل کرتے ہیں اگر چہ بہت زیادہ بعید یعنی مشکل کیوں نہ ہو اور آخر میں فیصلہ سناتے ہیں کہ دل یہ چاہتا ہی نہیں کہ مجتہد (امام) کی بات کو چھوڑ دیں اور حدیث پر عمل کر لیں۔ اگر چہ وہ حدیث صحیح بھی ہو اور صریح (واضح) بھی۔

حنفی دوستو! غور کرو آج تم اپنے آپ کو اسلام کا ٹھیکیدار اور ختم نبوت کا محافظ سمجھے بیٹھے ہو کیا ختم نبوت کے عقیدے کا یہی مطلب ہے کہ کلمہ تو کسی اور کا پڑھو اور بات کسی اور کی مانو۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے نکاح کسی اور سے ہوا ہو اور رات کسی اور کے ہاں گزرے۔

صبح تو جام سے گزرتی ہے شب دل آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے اب تو آرام سے گزرتی ہے

وشھد شاھد من اھلھا

اگر میری بات سمجھ میں نہ آئے یا یقین نہ آئے تو ایک اور احناف کمیٹی کے رکن محمود الحسن دیوبندی کی بھی سن لیجئے۔ احناف ان کو شیخ الہند کہتے ہیں۔ شیخ الہند نے اپنے مذہب کی تائید کے لئے قرآن مجید کی آیت بدل ڈالی۔ (کما تقدم برصفحہ 206) شیخ الہند صاحب نے تھانوی صاحب کے اس قول کی صحیح عملی تصویر بنا کر دکھا دی ہے۔ چنانچہ تقریر ترمذی میں احادیث صحیحہ کو رد کرنے کے لئے مشکل اور آسان تاویلیں کرتے ہیں۔ مگر جب مسئلہ البیعان بالخیار میں تاویلیں کر کر کے دماغ دوڑا دوڑا کر عاجز آ جاتے ہیں اور کوئی حربہ حدیث کو ٹھکرانے کا کارگر نہیں ہوتا تو تنگ آ کر تقلیدی

نشے میں مدہوش نعرہ مستانہ بلند کرتے ہیں:

الحق والانصاف فان الترجیح للشافعی فی هذه المسئلة و نحن مقلدون یجب علینا تقلید امامنا ابی حنیفة.

[تقریر ترمذی ص۳۶]

”حق اور انصاف یہی ہے کہ اس مسئلہ (بیعان بالخیار) میں ترجیح امام شافعی کے مذہب کو ہے مگر چونکہ ہم امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں اس لئے ہم پر امام ابوحنیفہ کی تقلید فرض ہے۔ (حدیث پر عمل کرنا ہمارے لئے ضروری نہیں)“

قارئین کرام اس سے بڑھ کر بھی کوئی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے وفائی اور بغاوت ہے کہ اقرار بھی ہے کہ ہمارا مذہب حدیث کے خلاف ہے مگر تقلیدی گرداب میں پھنسے ہوئے حدیث صحیح صریح کے خلاف اعلان کر کے تھانوی صاحب کے دعوے کو حقیقی جامہ پہنایا جارہا ہے۔ سچ ہے تقلید نامراد نے ہی یہ جذبہ ودیعت فرمایا کہ مجھے اپناؤ حدیث ٹھکراؤ (العیاذ باللہ)

خزاں کے ہاتھ سے گلشن میں خار تک نہ رہا
بہار کیسی نشانِ بہار تک نہ رہا

دور حاضر کا مفتی تقی عثمانی اور انکار حدیث

گزشتہ اوراق میں آپ بخوبی معلوم کر چکے ہیں کہ احناف نے تقلید کی وجہ سے حدیث کا انکار کر دیا۔ حنفی مذہب کی تصویر کشی کے لئے تو اتنا ہی کافی تھا مگر اس خیال سے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ وہ پہلے دور کی بات تھی۔

اب ایسا نہیں ہے تو آیئے میں آپ کو دور حاضر کے ایک مفتی کے پاس لئے چلتا ہوں۔ جو دارالعلوم کراچی کے نائب صدر مولانا تقی عثمانی صاحب ہیں۔ جنہوں نے تقلید کے جواز ہی میں نہیں بلکہ فرضیت میں ایک سو ساٹھ (۱۶۰) صفحات کی کتاب

لکھی ہے۔

چنانچہ آپ اپنی تصنیف میں فرماتے ہیں (عام آدمی ایسا نہیں ہوتا جو دلائل کے راجح اور مرجوح ہونے کا فیصلہ کر سکے۔ بلکہ ایسے شخص کو اگر کوئی حدیث ایسی نظر آجائے جو بظاہر اس کے امام مجتہد کے مسلک کے خلاف معلوم ہوتی ہو تب بھی اس کا فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنے امام و مجتہد کے مسلک پر عمل کر لے اور حدیث کے بارے میں یہ خیال رکھے کہ اس کا صحیح مطلب میں نہیں سمجھ سکا۔ یا یہ کہ امام مجتہد کے پاس اس کے معارض کوئی قوی دلیل ہوگی۔ آگے چل کر مزید لکھتے ہیں کہ:

”اگر ایسے مقلد کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ کوئی حدیث اپنے امام کے مسلک کے خلاف پا کر امام کے مسلک کو چھوڑ سکتا ہے تو اس کا نتیجہ شدید افراتفری اور سنگین گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔“

[تقلید کی شرعی حیثیت ص ۸۷]

عثمانی صاحب! اگر حدیث پر عمل کرنا سنگین گمراہی ہے تو فقہ حنفی کے لایعنی اور اخلاق سے گرے ہوئے مسائل پر عمل کرنے سے کیا آدمی جنت کے ٹکٹوں کا ٹھیکیدار بن جاتا ہے۔ میں تو پھر آپ کے اس رویے پر یہی کہہ سکتا ہوں۔

اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا
طائروں پہ ہے سحر صیاد کے اقبال کا

حنفی حدیث کیوں پڑھتے ہیں؟

قارئین کرام! مذکورہ بالا حوالہ جات پڑھ کر یقیناً آپ کے ذہنوں میں یہ سوال آئے گا کہ احناف اگر اس قدر حدیث پیغمبر ﷺ سے اعراض کرتے ہیں کہ اگر قول امام کے خلاف ہو تو حدیث فوراً ٹھکرا دیتے ہیں تو پھر احناف حدیث پڑھتے کیوں ہیں۔

سوال کا جواب:۔

یہ بات بالکل درست ہے کہ آج کے دور میں احناف کے مدارس میں دورۂ حدیث کروایا جاتا ہے مگر یہ اس وقت جب طالب علم حدیث کو ٹھکرانے کی پوزیشن سنبھال چکا ہوتا ہے۔ وہ ایسے کہ طالب علم جب ابتداء کرتا ہے تو ساتھ ہی فقہ کی کتب شروع کرا دی جاتی ہیں۔ سات سال تک وہ فقہ کی کتابیں' کنز' قدوری' شرح وقایہ' ہدایہ وغیرہ پڑھتا رہتا ہے اور آخری ایک سال میں اس کو حدیث کا درس دے دیا جاتا ہے اور وہ بھی مکمل صحاح ستہ کا نہیں بلکہ منتخب ابواب کا۔ اور پھر اسے سند دے دی جاتی ہے کہ اب یہ شیخ الحدیث بن گیا ہے جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ جب احناف سے یہ سوال کیا جائے کہ تم ابتداء سے حدیث کیوں نہیں پڑھاتے ہو تو فوراً جواب ملتا ہے کہ ابھی طالب علم میں حدیث سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ حالانکہ فقہ حنفی کی کتب، کتب احادیث سے بہت مشکل ہیں جبکہ حدیث کی کتب' کتب فقہ کے مقابلے میں بالکل آسان ہیں۔ لیکن یہ حنفی بزرجمہر ہیں کہ کہتے ہیں ابھی طالب علم میں حدیث سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

قارئین کرام! طالب علم میں حدیث سمجھنے کی صلاحیت تو ضرور ہوتی ہے مگر حدیث ٹھکرانے کی صلاحیت ابھی پیدا نہیں ہوئی ہوتی۔ جب وہ فقہ حنفی پر عبور حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ حدیث کو درخوداعتناء نہ سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے اور پھر آخری سال بھی حدیث اس لئے نہیں پڑھائی جاتی کہ اس کو سمجھا جائے یا اس پر عمل کیا جائے بلکہ صرف اس لئے حدیث پڑھائی جاتی ہے تاکہ بوقت ضرورت اس حدیث کا رد کر سکے۔ شاید آپ اس بارہ میں مجھ سے اتفاق نہ کرتے ہوں تو آپ مشہور ومعروف حنفی مقلد علامہ محمد حیات سندھی حنفی کو سنیئے وہ کیا کہتے ہیں آپ مقلدین کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

وتراهم يقرؤن كتب الحديث و يطالعونها و يدرسونها لا

لیعملوا بها بل لیعلموا دلائل من قلدوه و تاویل ماخالف قوله ویبالغون فی المحامل البعیدة و اذا عجزوا عن المحمل قالوا من قلدنا اعلم منا بالحدیث اولا یعلمون حجة الله تعالیٰ علیهم بذٰلک ولا یستوی العالم و الجاهل فی ترک العمل بالحجة و اذ امر علیهم حدیث یوافق قول من قلدوه انبسطوا و اذا مر علیهم حدیث یخالف قوله ویوافق مذهب غیره ربما انقبضوا و لم یسمعوا قول الله فلاو ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجًا مما قضیت و یسلموا تسلیما. [ایقاظ،ص ۷۱،الارشاد،ص ۱۵۷]

''یعنی مقلدین (احناف وغیرہ) جو کتب احادیث کو پڑھتے' پڑھاتے اور مطالعہ کرتے ہیں تو یہ سب کچھ اس لئے نہیں کرتے کہ اس پر عمل کریں بلکہ ان مقلدین کا کتب احادیث کو پڑھنا اور پڑھانا صرف اس لئے ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے امام (جس کے وہ مقلد ہیں) کے دلائل معلوم کریں (تاکہ بوقت ضرورت ان کو مخالف پر پیش کر سکیں) اور جو حدیثیں اپنے امام کے خلاف ہیں ان کی تاویلیں کر سکیں۔ چنانچہ یہ لوگ ایسی حدیثوں کے (جو ان کے امام کے خلاف ہیں) بعید بعید معنے بتاتے ہیں اور جب یہ بھی نہیں کر سکتے (یعنی تاویلیں وغیرہ کرنے سے عاجز آ جاتے ہیں) تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم مقلد ہیں وہ ہم سے زیادہ حدیث کے جاننے والے تھے یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ ایسا کر کے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم کرتے ہیں کیونکہ ایک ناواقف آدمی دلیل پر عمل نہ کرے اور ایک آدمی جان بوجھ کر نہ کرے یہ دونوں برابر نہیں ہوتے اور اگر ایسی حدیث ان لوگوں کو ملے جو

ان کے امام کے قول کے موافق ہو تو خوش ہو جاتے ہیں (یعنی مقلدین نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی عملی تصویر بن کر دکھا دیا۔"

وَإِذَا ذُكِرَ اللهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ. [۴۵/الزمر:۳۹]

اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ قیامت کے دن پر ایمان نہیں لائے ان کے دل نفرت کرتے ہیں اور جب اللہ کے ساتھ بنائے گئے شریکوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔

اور جب ایسی حدیث پر نظر پڑے جو ان کے امام کے قول کے مخالف ہے یا کسی دوسرے امام کے قول کے موافق ہے تو تنگ دل ہو جاتے ہیں (مقلد ہونا بھی ایسا ہی چاہئے) کیا انہوں نے (مقلدین نے) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

"یعنی اے محمد ﷺ تیرے رب کی قسم ہے وہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ تجھے اپنے معاملات میں اپنا حکم تسلیم نہ کر لیں پھر وہ تیرے فیصلے کے بعد اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور تسلیم کر لیں تسلیم کرنا۔"

قارئین کرام اب تو آپ کو بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا (ان شاء اللہ العزیز) کہ حنفی حدیث پر عمل کرنے کے لئے نہیں پڑھتے بلکہ اسے ٹھکرانے کے لئے پڑھتے ہیں کہ کس انداز اور طریقے سے حدیث کو ٹھکرایا جا سکتا ہے اور جب اس سے عاجز آ جاتے ہیں تو پھر مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی کی طرح صاف انکار کر جاتے ہیں۔

خدا اور پیغمبر سے رخ موڑ کر
ہیں خوش تیری چوکھٹ پہ سر جوڑ کر

اور احناف اپنے مذہب سے مخاطب یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

پھرے زمین، پھرے آسمان، ہوا پھر جائے
پھریں گے تجھ سے نہ ہم، ہم سے گو خدا پھر جائے

حنفی اصول اور توہین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

قارئین کرام آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ آئے ہیں کہ احناف نے قرآن و حدیث کو ٹھکرانے کے لئے خود ساختہ اصول وضع کر لئے ہیں اور اس کی ایک جھلک بھی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ احناف نے یہ اصول وضع کرتے وقت ان لوگوں کے مقام و منصب کا بھی لحاظ نہ رکھا جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے بلاواسطہ شرف تلمذ حاصل کیا اور جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے دعائیں دی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم میں برکت عطا فرمائے اور ساتھ ہی لوگوں کو خبردار کیا ہے کہ لوگو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور انہیں اپنی زبانِ طعن کا نشانہ نہ بنانا۔ یوں تو حنفی مذہب میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے خبثِ باطن کا نشانہ بنایا گیا ہے مگر یہاں صرف حنفی اصول واضح کرنا مقصود ہے اس لئے صرف فقیہہ امت محمدیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور خادم رسول ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے متعلق حنفی بزرگوں کے اقوال بیان کرتا ہوں۔ احناف کمیٹی کے ایک رکن اور مشہور حنفی اصول دان علامہ حسام الدین اصول فقہ کی معتبر کتاب ''حسامی'' میں یوں رقم طراز ہیں:

ان کان الراوی معروفا بالعدالة والحفظ والضبط دون الفقه مثل ابی هریرة وانس بن مالک فان وافق حدیثهٗ القیاس عمل بهٖ وان خالفه لم یترک للضرورة انسداد باب الرای

[حسامی مع شرح النامی ص ۱۵۲]

"اگر راوی عادل ہو حافظ اور ضابط ہو لیکن وہ فقیہہ نہ ہو اگر اس کی حدیث قیاس کے موافق ہو تو اسے قبول کرلیا جائے گا ورنہ چھوڑ دیا جائے گا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس ہیں۔ (یعنی یہ دونوں صحابی غیر فقیہہ ہیں معاذ اللہ) تاکہ رائے کا دروازہ بند نہ ہو۔"

قارئین کرام! غور فرمائیں یہ اصول فقہ حنفیہ کی معتبر کتاب جو کہ ان کے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ کا ہے۔ کیا میرا دعویٰ سچ ثابت نہیں ہو رہا کہ حنفی اپنے مدارس میں پہلے سات سال طلبہ کو حدیث ٹھکرانے کی مشق کراتے ہیں جب وہ حدیث ٹھکرانے کے قابل ہو جاتا ہے تو ایک آخری سال میں حدیث کی کتب کے بعض ابواب کا دورہ کرا دیا جاتا ہے۔

ایک شہادت

اس پر بس نہیں بلکہ آپ کلیجہ تھام کر مزید پڑھیں۔ اصول فقہ کی مشہور کتاب نورالانوار میں ہے کہ:

و ان عرف بالعدالة والضبط دون الفقه كانس و ابى هريرة ان وافق حديثه القياس و ان خالفهٗ لم يترك الابالضرورة وهى لو عمل بالحديث لانسد باب الراى من كل وجه.

[نورالانوار ص۱۷۹]

"حاصل ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انسؓ چونکہ غیر فقیہہ تھے اس لئے ان کی خلاف قیاس احادیث کو رد کر دیا جائے گا تاکہ رائے کا دروازہ بند نہ ہو۔"

توہین در توہین

قارئین! یہ کس قدر گستاخی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں

سے سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے کے متعلق کہا جارہا ہے کہ اسے دین کی سمجھ نہ تھی۔ جبکہ مشہور متعصب حنفی مولانا شبلی نعمانی نے سیرۃ نعمان میں لکھا ہے کہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ۵۳۴۶ احادیث مروی ہیں۔ [سیرۃ نعمان ص ۱۵۷]

اس پر بس نہیں بلکہ مصنف نورالانوار نے تو اس عبارت کے متعلق یہاں تک لکھ دیا ہے کہ:

و هذا ليس ازدراء بابي هريره و استحفافًا به معاذ الله منه بل بيانا لنكتة في هذ المقام. [نورالانوار ص ۱۷۹]

''کہ اس بات میں (کہ ابو ہریرہ غیر فقیہہ ہے) حضرت ابو ہریرہ کی کوئی توہین نہیں بلکہ اس جگہ ایک خاص نکتہ بیان کیا گیا ہے (العیاذ باللہ من هذه الخرافات)''

رند کے رند رہے اور ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی

ایک طرف تو صحابی رسول ﷺ کی توہین کی جارہی ہے اور دوسری جانب بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا جارہا ہے کہ اس میں توہین کی کوئی بات نہیں بلکہ ایک خاص نکتہ بیان ہورہا ہے۔ کیا وہ نکتہ حدیث کو ٹھکرانے کا تو نہیں۔

ایک اور شہادت

اس کے قریب قریب عبارت شاشی صاحب نے اپنی اصول کی کتاب میں بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں:

والقسم الثاني من الرواة هم المعروفون بالحفظ بالعدالة دون الاجتهاد والفتوى كابي هريره و انس بن مالك فاذا صحت رواية مثلها عندك فان وافق الخبر القياس فلا خفاء في لزوم العمل به و ان خالفه كان العمل بالقياس اولى. [اصول شاشی ص ۱۵]

"یعنی راویوں کی دوسری قسم ان راویوں کی ہے جو حافظ اور عادل تو ہوں مگر مجتہد اور مفتی نہ ہوں جیسے ابو ہریرہ اور انس بن مالک (آج کل کا کچی پکی روٹی پڑھا حنفی تو مجتہد اور مفتی بھی مگر ۵۳۴۶ حدیثوں کا راوی نہ مجتہد نہ مفتی استغفر اللہ۔ (شرم تم کو مگر نہیں آتی) پس جب ان جیسے آدمیوں کی روایت کردہ حدیث صحیح ہو تو موافق قیاس روایت کو قبول کیا جائے گا۔ بصورت دیگر قیاس پر عمل کرنا بہتر (افضل) ہے۔ (معلوم ہوتا ہے صرف یہ دونوں ہی نہیں بلکہ احناف کی نظر میں اور بھی صحابی ایسے ہیں جو غیر فقیہہ' غیر مجتہد اور غیر مفتی ہیں) قارئین کرام اس سے بڑھ کر کوئی اور حدیث دشمنی ہو سکتی ہے کہ شریعت کے گواہوں کو کمزور کرنے کی سعی لاحاصل کی جارہی ہے۔

عجب ماجرا ہے یہ حنفی دیوبندی
چلاتے ہیں چھری دین پہ اور بنتے ہیں خادم دیں

قارئین مذکورہ بالا حوالہ جات کو بغور پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ کس انداز سے حدیث دشمنی کا مظاہرہ کیا جارہا ہے۔

کہیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو فقہاء کی صف سے کھینچا جا رہا ہے اور کہیں حدیث کے متعلق یہ عندیہ قائم کیا جارہا ہے کہ اگر حدیث قیاس کے موافق ہوگی تو تسلیم کیا جائے گا۔ کوئی ان کم عقلوں سے پوچھے کہ تمہارا قیاس حدیث کے موافق ہونا چاہئے یا (بقول تمہارے) حدیث کو تمہارے قیاس کے مطابق۔ لیکن کیا کیا جائے اس نامراد تقلید کا کہ جس نے غیرت ایمانی تو درکنار مقلدین سے عقل بھی چھین لی ہے۔ قارئین غور فرمائیں احناف نے یہ قانون وضع کر کے کس انداز میں خوارج' معتزلہ اور قادیانیوں کے مذہب کی ترجمانی کی ہے۔ کیونکہ گمراہ فرقے ہی تو صحابہ کرام ﷺ پر کیچڑ اچھالتے ہیں۔ حافظ عنائت اللہ صاحب اثری مرحوم امام حاکم

کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ (عربی عبارت کا ترجمہ)

''معتزلہ، جہمیہ، معطلہ، قدریہ، خوارج نیز حنفی فقہاء علم و عقل سے نابلد، فہم و فراست سے کورے اور دل کے اندھے حافظ حدیث کو غیر فقیہہ قرار دے کر اپنے مذاہب باطلہ اور خیالات فاسدہ کی حمایت و نصرت میں اس کی روایت کردہ مرفوع حدیثوں کو رد کر دیتے ہیں حالانکہ ابو ہریرہؓ بہت بڑا فقیہہ اور حافظ حدیث تھا۔ یہاں تک کہ اکابر اور جلیل القدر صحابہؓ (کہ جن کی تعداد ہمارے نزدیک تقریباً اٹھائیس تک پہنچ چکی ہے) اس کے شاگرد اور طالب ہیں۔ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، عائشہ، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، ابو موسیٰ، ابی بن کعب، زید بن ثابت، عقبہ بن حارث، ابو ایوب، ابو رافع، ابو امامہ، ابو الطفیل، ابو رزین، ابو جدار، ابو بصرہ، شداد بن باذ، عبداللہ بن ابی حدرد، واثلہ بن اسقع، قبیصہ بن زویب، شرید بن سوید، سائب بن یزید، عمر بن حمق، عبداللہ بن حکیم، حجاج، اغر آپ کے شاگرد ہیں (یعنی آپ سے روایت کرنے والے ہیں) اس طرح تابعین میں سے بھی آپ کے بہت سے شاگرد ہیں۔''

آگے حافظ صاحب فرماتے ہیں تعجب ہے کہ ابو ہریرہؓ حافظ حدیث ہی نہیں بلکہ حافظ اسلام ہے (جو پانچ ہزار چھ سو چھہتر (۵۶۷۶ حدیثوں کا راوی ہے) وہ تو غیر فقیہہ اور امام ابوحنیفہ جو بقول علامہ ابن خلدون تقریباً بیس حدیثوں کا بھی راوی نہیں بہت بڑا فقیہہ سمجھا جائے۔ کیوں نہ ہو۔

مرزا قادیانی نے بھی تو اردو مضمون ملحقہ بقصیدہ اعجازی میں ابو ہریرہؓ کے متعلق یہی بیہودہ سرائی کی ہے کہ:

''ابو ہریرہ غبی (بیوقوف) تھا اور روایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔ (استغفراللہ)

قارئین آپ نے غور فرمایا کہ جس طرح خارجی، مرزائی، معتزلی لوگوں نے حضرت ابوہریرہؓ کی توہین کی اسی طرح احناف (مرجئ) نے بھی ان سے سبقت لے جانے کے زعم میں ایسے شخص کو نشانہ بنالیا جس کے حق میں آنحضرت ﷺ نے علم وفقہ کی برکت کی دعا فرمائی تھی۔ اصل میں یہ حنفی قادیانی، وغیرہ ایک ہی لڑی کے منکے اور دانے ہیں۔

غُلُوّ

جس طرح تقلید نے اور بہت سی بیماریوں کو جنم دیا ان میں غلو بھی ایک ایسی چیز ہے جو مقلدین کی پہچان بن گئی ہے۔ چنانچہ بغیر تفصیل میں جائے چند ایک مثالیں بیان کرتا ہوں کہ مقلدین نے کس حد تک غلو سے کام لیا ہے جبکہ غلو گمراہی کا سبب بھی بن جاتا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا تو گمراہ ہو گئے کیونکہ انہوں نے غلو کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مشرک ہیں۔ اسی طرح کسی نے آنحضرت ﷺ کو نور من نور اللہ کہہ کر شرک کا ارتکاب کیا ہے۔ بعینہٖ احناف نے اپنے امام اور مذہب کے متعلق غلو کرتے ہوئے نہ صرف قرآن وحدیث کی حرمت کو پامال کر دیا بلکہ اپنے امام (ابوحنیفہؒ) کی گستاخی کے بھی مرتکب ہوئے۔ چنانچہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

صاحب درمختار امام ابوحنیفہ کی شان میں غلو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا (یعنی مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں بزعم خویش)

ان اٰدم افتخر بی و انا افتخر برجل من امتی اسمعه نعمان و کنیتهٗ ابو حنیفةؒ هو سراج امتی.

''کہ آدم علیہ السلام میری وجہ سے فخر کرتے ہیں اور میں اپنی امت کے

ایک آدمی جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے کی وجہ سے فخر کرتا ہوں اور وہ آدمی (ابوحنیفہ) میری امت کا چراغ ہے۔"

قارئین کرام! قابل غور پہلو ملاحظہ فرمائیں کہ امام ابوحنیفہ کی شان میں غلو کرتے ہوئے اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر جھوٹ بول دیا (یعنی آنحضرت ﷺ کے ذمے جھوٹی حدیث گڑھ کر لگا دی) اس پر بس نہیں بلکہ یہاں تک لکھ دیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ابوحنیفہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ابوحنیفہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا (**اعوذ بالله من هذه الخرافات و لعنة الله على الكذبين**) (تفصیل گزر چکی ہے)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری امت پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ یہ ہر کام میں پہلے لوگوں کی مطابقت کریں گے حتی کہ اگر کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا تو میری امت کا بھی کوئی آدمی اپنی ماں سے زنا کرے گا اور اس طرح پہلی امتوں کے لوگوں کی مشابہت کریں گے جس طرح ایک جوتا دوسرے جوتے کے مشابہہ ہوتا ہے۔ آج جب ہم اس دور کی حنفیت کی چار دیواری میں جھانکتے ہیں تو ہمیں عیسائیت اور یہودیت کی مشابہت نظر آتی ہے جس طرح انہوں نے آسمانی کتابوں میں تحریف کی اس طرح احناف نے بھی قرآن وحدیث میں تحریف کی۔ کما تقدم (بفضل اللہ تعالیٰ) اور انہی لوگوں کی طرح احناف نے بھی غلو کی حدیں ہی پھلانگ ڈالیں۔ آیئے امام صاحب کے متعلق احناف کے مزید ریمارکس ملاحظہ فرمائیں۔

ایک رمضان میں ساٹھ قرآن مجید

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے تین دن سے پہلے قرآن مجید ختم کر لیا اس نے قرآن کو سمجھا ہی نہیں مگر کیا کیا جائے تقلیدی ذہن کا۔ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ:

كان ابو حنيفة ربما ختم القرآن فى شهر رمضان ستين ختمة

[تاریخ بغداد ص ۱۴/ ۳۵۷]

"کہ امام ابوحنیفہ کبھی کبھار یا اکثر بار (کیونکہ لفظ رُب اضداد میں سے ہے اس لئے دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں) رمضان کے مہینے میں ساٹھ قرآن مجید ختم کرتے تھے۔"

اس لحاظ سے اگر رمضان کا مہینہ تیس دن کا ہو تو ہر دن میں دو مرتبہ قرآن مجید ختم ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ تو فرمائیں کہ تین دن سے پہلے قرآن ختم کرنے والے میں قرآن کی فقاہت نہیں مگر حنفی بزرجمہر ہیں کہ ایک طرف امام صاحب کو فقاہت کا پہاڑ گردانتے ہیں اور دوسری طرف در پردہ یہ کہنے کی کوشش کرتے ہیں کہ امام صاحب کو قرآن کی سمجھ بھی نہ تھی۔ (فیا للعجب)

کوئی سمجھائے کہ ہم سمجھائیں کیا

اس سے بڑھ کر

قارئین کرام ! حیران نہ ہو مزید پڑھیں اور حنفیت کے غلو کا اندازہ لگائیں فرماتے ہیں:

كان ابو حنيفة يحى الليل بركعة يقرء فيه القرآن.

[تاریخ بغداد ص ۱۳/ ۳۵۴]

"کہ ابوحنیفہ ساری رات قیام کرتے اور ایک ہی رکعت میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔"

مزید لکھا ہے کہ آپ کا یہ عمل تیس سال بلکہ ایک روایت کے مطابق آپ کا یہ عمل چالیس سال رہا۔ (کیا اس سے بڑھ کر بھی دنیا میں کوئی گپ ہو گی۔ العیاذ باللہ)

امام صاحب کا وضو

اب آپ مزید پڑھیں کہ احناف نے امام صاحب کے بارے میں کیا کیا لن ترانیاں کی ہیں۔ فرماتے ہیں:

صلی ابو حنیفة فیما حفظ علیه صلوٰة الفجر بوضوء صلوٰة العشاء اربعین سنة...... الخ

[تاریخ بغداد ص ۱۳/ ۳۵۴]

''کہ امام ابو حنیفہ نے عشاء کے وضو سے چالیس سال تک فجر کی نماز پڑھی ہے۔ مزید لکھا ہے کہ اس دوران عموماً ایک ہی رکعت میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔''

قارئین کرام! غور فرمائیں اگر اس واقعہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے اور امام صاحب کے متعلق احناف کے غلو میں شمار نہ کیا جائے تو کیا امام صاحب کا خلاف سنت کرنا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

فان لعینک علیک حقا وان لجسدک علیک حقا وان لزوجتک علیک حقا وان لضیفک علیک حقا الحدیث

[نسائی شریف کتاب الصوم، ج ۱، ص ۲۶۶]

''بیشک تجھ پر تیری آنکھ، جسم، بیوی اور مہمان کے بھی حق ہیں۔''

اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو امام صاحب یہ حقوق ادا کر کے بری الذمہ ہوں گے یا پھر حقوق ادا نہ کر کے قرآن وحدیث کے مخالف ٹھہریں گے۔ میرے نزدیک تو امام صاحب عامل بالحدیث تھے مگر احناف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ امام صاحب کو قران کی ویسے سمجھ ہی نہ تھی اور آپ قرآن وحدیث کی کھلم کھلا مخالفت کر کے رہبانیت کا نقشہ پیش کرتے تھے (جیسا کہ علامہ شبلی نعمانی نے بھی تسلیم کیا ہے) ظاہر ہے کہ اگر رات کو آدمی سو جائے تو تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ نہ جانے کہ احناف نے امام ابو حنیفہؒ کو کیا سمجھ لیا ہے کہ چالیس سال تک انہیں عشاء اور فجر کی نماز ایک ہی وضو سے

پڑھانے پر مُصر ہیں۔ آپ حیران نہ ہوں بالکل ماضی قریب کے ایک حنفی عالم قاضی اطہر صاحب مبارک پوری کی امام صاحب کے متعلق ایک غلو بھری تحریر ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

''عبدالمجید بن ابورداد کہتے ہیں کہ میں نے ایام حج میں ابوحنیفہ سے زیادہ طواف نماز اور فتویٰ میں مشغول کسی کو نہیں دیکھا وہ تمام رات' تمام دن عبادت میں رہ کر تعلیم بھی دیا کرتے تھے میں مسلسل دس دن تک دیکھتا رہا کہ وہ (ابوحنیفہ) طواف' نماز اور تعلیم میں مصروف رہ کر نہ رات کو سوئے نہ دن میں ایک گھنٹہ آرام کیا۔ (نہ دیکھنے کی مدت کو احناف نہ جانے کتنا بیان کریں گے؟ مؤلف۔'') [سیرت ائمہ اربعہ، ص ۴۷]

ایک قدم اور آگے

تاریخ بغداد ہی میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے پینتالیس برس تک ایک وضو سے پانچ نمازیں پڑھی ہیں۔ یعنی دن میں ایک دفعہ وضو کیا اور اس کے ساتھ پانچ نمازیں پڑھیں۔ مثلاً ظہر کی نماز کے لئے وضو کیا تو پھر دوسرے دن ظہر کی نماز کے لئے وضو کیا اس سے قبل کی نمازیں گزشتہ روز کے وضو سے ہی ادا کیں۔ (العیاذ باللہ) (یہ نہیں لکھا کہ پھر آپ کا وضو ٹوٹ جاتا تھا یا کہ سابقہ وضو پر ہی نیا وضو فرما لیتے تھے)۔

قارئین ویسے کم از کم میں ان واقعات کی تردید کرتا ہوں کیونکہ ان تمام واقعات سے امام صاحب کی گستاخی کا پہلو نکلتا ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر حدیث کے خلاف کیا ہے تو خلافِ سنت کام کرنے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سخت وعید سنائی ہے۔ احناف میں تو یہ طاقت ہے کہ وہ امام صاحب کو قرآن وحدیث کا مخالف ہی نہیں بلکہ دشمن ثابت کریں میرا تو یہ عقیدہ نہیں۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ امام صاحب سے اگر نادانستہ طور پر کوئی کام خلاف سنت ہوا بھی ہے تو صحیح مسئلہ معلوم

ہونے پر انہوں نے رجوع کر لیا تھا جیسا کہ امام الکلام میں مولانا عبدالحئی حنفی لکھتے ہیں کہ امام صاحب نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے سے رجوع کر لیا تھا یعنی پڑھنے کے قائل ہو گئے تھے۔ [امام الکلام، ص ۲۱۶۔۲۱۵]

اور پھر یہ ہے بھی غلو جیسا کہ علامہ شبلی نعمانی حنفی نے لکھا ہے کہ ہمارے تذکرہ نویسوں نے امام صاحب کے اخلاق و عادات کی جو تصویر کھینچی ہے اس میں خوش اعتقادی اور مبالغہ آمیزی کا ایسا رنگ بھرا ہے کہ امام صاحب کی اصلی صورت پہچانی نہیں جاتی۔

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ یہ فضول قصے ہیں اور اس سے بھی آگے چل کر مزید فرماتے ہیں کہ ان واقعات پر مشکل سے یقین آ سکتا ہے جو رہبانیت اور بے اعتدالی ہی نہیں بلکہ اس سے بھی چار قدم آگے ہی ہے۔ (احناف غور فرمائیں)

امام صاحب کے قیاس کا انکار کفر ہے

قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ کا عقیدہ نقل کیا ہے وہ کہتے تھے "لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ" کہ جنت میں صرف عیسائی یا یہودی ہی جا سکتے ہیں۔ حالانکہ معاملہ یہ نہیں بلکہ ہمارے پیغمبر ﷺ کی نبوت کے بعد تو صرف وہی جنت میں جائے گا جو آپ ﷺ کا پیروکار ہو گا۔ بعینہٖ احناف نے بھی اپنے امام (ابو حنیفہ) کے متعلق یہ عقیدہ قائم کر لیا کہ امام صاحب کی تقلید ضروری ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور یہ عقیدہ بنا کر اس دور میں حنفیت نے عیسائیت اور یہودیت کا نقشہ پیش کر دیا۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں لکھا ہے کہ جس نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کا قیاس حق نہیں تو وہ کافر ہو گیا۔

[بریلویت، ص ۲۹۹]

پھر صرف اس پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مقلدین جب تقلیدی دلدل میں

پھنسے تو امام ابوحنیفہ بھی یاد نہ رہے بلکہ احمد رضا خاں صاحب حنفی نے تو آخری وقت یہ وصیت بھی کردی کہ حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو (اور بوقت ضرورت چھوڑ دو۔ یہی مطلب ہے نا۔ مؤلف) اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا تم پر ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

[وصایا شریف ص ۱۰]

قارئین! غور فرمایا آپ نے کہ احناف کے نزدیک قرآن وحدیث کی کتنی اہمیت ہے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

تقلید اسلام کی راہ میں رکاوٹ

یہ تقلید تو ہے ہی ایسی نامراد چیز کہ جس نے مسلمانوں کو قرآن وحدیث سے دور کیا ہے اس سے بڑھ کر اسلام قبول کرنے میں بھی رکاوٹ بن گئی ہے بطور مثال ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

جاپان کے شہر ٹوکیو سے علامہ محمد سلطان معصومی کو ایک خط ملا جس کا خلاصہ آپ اردو زبان میں ملاحظہ فرمائیں کیونکہ عربی زبان میں لکھنے سے عبارت طویل ہو جائے گی۔ علامہ معصومی صاحب نے اس خط کا جواب شائع کیا ہے اس میں وہ واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ:

"جاپان کے چند روشن دماغ اسلام کی طرف مائل ہوئے تو انہوں نے اپنا ارادہ ٹوکیو کی جمعیت المسلمین کے سامنے ظاہر کیا تو وہاں پر موجود ہندوستانی حنفی علماء کہنے لگے کہ تم ابوحنیفہ کے مذہب کو قبول کرو اس لئے کہ وہ اس امت کے چراغ ہیں۔ لیکن انڈونیشیا کے شافعی علماء نے ان کو مشورہ دیا کہ تم

شافعی مذہب قبول کرو تو وہ لوگ دونوں مذہبوں کی کھینچا تانی کی وجہ سے اسلام قبول نہ کر سکے۔"

[ھل المسلم ملزم باتباع مذھب معین من المذاھب الاربعہ ص ۳۱ نماز نبوی اردو علامہ البانی ص ۶۹]

قارئین! اب آپ غور فرمائیں کہ تقلید کس قدر نامراد ہے کہ لوگوں کو اسلام سے دور کرنے میں کس قدر سرگرم ہے۔ اگر اس کا ہی احاطہ کیا جائے تو بات لمبی ہو جائے گی۔ اس لئے اسی پر اکتفا کر کے بات آگے چلاتا ہوں اللہ تعالیٰ اس نامراد سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

مذہب کے بارے میں غلو

جس طرح احناف نے امام صاحب کے متعلق مبالغہ آرائی کی ہے اسی طرح انہوں نے مذہب (حنفی مذہب) کے متعلق بھی غلو کیا ہے۔ چنانچہ فقہ حنفیہ کی معتبر کتاب درمختار میں لکھا ہے کہ:

اذا سئلنا عن مذهبنا و مذهب مخالفنا قلنا وجوبا مذهبنا صواب يحتمل الخطأ و مذهب مخالفنا خطأ يحتمل الصواب.

[درمختار ص ۱/۳۶]

"یعنی جب ہم سے ہمارے اور ہمارے مخالف کے مذہب کے متعلق سوال کیا جائے گا تو ہم کہیں گے یقیناً ہمارا مذہب درست ہے اور اس میں غلطی کا احتمال ہے اور ہمارے مخالف کا مذہب غلط ہے اور اس میں درست ہونے کا احتمال ہے (یعنی ہمارا مذہب غلط نہیں اور ہمارے مخالف کا مذہب درست نہیں۔ العیاذ باللہ من ھذہ الخرافات)

اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے آگے لکھا ہے کہ جب ہم سے عقیدے کے متعلق سوال کیا جائے گا تو ہم جواب دیں گے کہ ہمارا عقیدہ درست ہے اور ہمارے

مخالف کا عقیدہ باطل ہے۔

قارئین غور فرمائیں یہ اس مذہب کے متعلق غلو بھرے الفاظ تحریر کئے جا رہے ہیں جس کے متعلق آپ گزشتہ اوراق میں حنفی علماء کی زبانی سن چکے ہیں کہ اس مذہب کے پیروکار اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لئے قرآن وسنت کو موڑنے توڑنے بلکہ ٹھکرانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اب مزید سنیئے

کتب فقہ حنفی کے بارے میں غلو

فقہ حنفیہ کی وہ کتب جن کے بارے میں آپ گزشتہ صفحات میں حنفی علماء کے قلم سے پڑھ کر آئے ہیں کہ ان میں ضعیف اور موضوع احادیث کے انبار لگے ہوئے ہیں ان کے متعلق درمختار میں لکھا ہے کہ:

النظر فی کتب اصحابنا من غیر سماع افضل من قیام اللیل و تعلم الفقه افضل من تعلم باقی القرآن.

[درمختار ص ۱/۲۹]

”یعنی سنے بغیر صرف ہماری کتابوں کو دیکھنا تہجد کی نماز سے افضل ہے (سننے اور دیکھنے کا ثواب کیا ہوگا؟) اور فقہ کا سیکھنا قرآن سیکھنے سے افضل ہے (جَلَّ جَلَالُهٗ)“

قارئین دیکھا آپ نے کہ حنفی مذہب کس قدر بے باک واقع ہوا ہے کہ قرآن اور قیام اللیل کے مقام کو بھی داؤ پر لگا دیا ہے۔ یہیں پر بس نہیں کلیجہ تھامیے اور مزید پڑھیئے درمختار کے انہی الفاظ (تعلم الفقه افضل ...... الخ) کی تشریح کرتے ہوئے شارح درمختار۔ صاحب ردمختار لکھتے ہیں کہ قرآن پڑھنے سے فقہ پڑھنا افضل ہے اس لئے کہ:

حفظ القرآن فرض کفاية و تعلم ما لا بد من الفقه فرض عین

[ردمختار ص ۱/۲۹]

''قرآن کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے اور فقہ (حنفی) کا سیکھنا فرض عین۔ یعنی قرآن حفظ کرنا ہر آدمی پر ضروری نہیں مگر فقہ سیکھنا ہر آدمی پر فرض ہے۔''

قارئین کون کون سی قباحت بیان کروں میں تو بس یہی کہہ سکتا ہوں۔

حیران ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

اصل حقیقت

قارئین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حنفی کس قدر غلو باز واقع ہوا ہے مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ حنفی مذہب جہاں کتاب وسنت کے خلاف ہے وہاں یہ خرافات کا مجموعہ بھی ہے۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ کتب کے متعلق معلوم کرنا ہو تو دوبارہ صفحہ نمبر 223/224 پر نظر ڈالیں اور کتب فقہ حنفی کے متعلق معلومات حاصل کریں۔

غلو میں انتہا

احناف نے اپنے مذہب اور امام کے متعلق غلو کی آخری حدود کو بھی چھو دیا۔

چنانچہ صاحب درمختار فرماتے ہیں:

فلعنة ربنا اعداد رمل
علی من رد قول ابی حنیفة

[درمختار ص ۱/۴۷]

''یعنی جو ہمارے امام ابوحنیفہ کے قول کو رد کرے اس پر ریت کے ذرات کے برابر لعنت ہو۔ (اور جو قرآن کو رد کردے؟ یا معشر الاحناف)

ویسے اس قول کے مصداق خود احناف بن گئے ہیں کیونکہ امام صاحب نے تقلید سے منع کیا تھا مگر انہوں نے تقلید کی۔

قارئین ان جیسی خرافات کی حنفی مذہب اور حنفی کتب میں کمی تو نہیں مگر طوالت کے خوف سے اس بات کو یہیں پر سمیٹتا ہوں اور تقلید کی ایک اور قباحت کا ذکر کرتا ہوں۔

تعصب

یہ اتنی نامراد چیز ہے کہ اس نے یہود ونصاریٰ اور مشرکین کو اسلام کی دعوت قبول کرنے سے روکے رکھا اور احناف کو قرآن وحدیث میں تحریف کرنے بلکہ احادیث وضع کرنے پر مجبور کردیا۔کما تقدم۔

قارئین ویسے تو جو احناف کے کردار کا نمونہ میں نے گزشتہ اوراق میں بفضل اللہ تعالیٰ پیش کیا ہے کہ انہوں نے حدیثیں وضع کیں قرآن وحدیث میں تحریف (تبدیلی) کی اور بعض بزرجمہروں نے تو یہ کہہ کر قرآن وحدیث کا صاف انکار کردیا کہ ہم حنفی مقلد ہیں اس لئے حدیث پر عمل نہیں کرسکتے۔احناف کے تعصب کا مکروہ چہرہ دکھانے کے لئے اتنا ہی کافی تھا مگر آپ مزید سنتے چلیئے کہ احناف نے کیا کیا گل کھلائے ہیں۔

تعصب کی ایک مثال

احناف نے جب تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ کر قلم اور زبان کو حرکت دی تو عام آدمی تو درکنار تابعین حتی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی معاف نہ کیا۔چنانچہ چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں کہ جنہیں یہ شرف حاصل ہے کہ خود بھی صحابی رسول ہیں اور پھر ایک صحابی رسول ﷺ کا لختِ جگر ہونے کا بھی مقام حاصل ہے۔مگر ستیاناس ہو تقلید کی پیداوار تعصب کا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قبل الرکوع اور بعد الرکوع رفع الیدین کی حدیث کے راوی ہیں اس لئے احناف کو یہ ایک

آنکھ نہیں بھاتے۔ مولانا محمود الحسن دیوبندی حنفی نے امام المذہب الحنفی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ امام صاحب فرماتے ہیں:

لو لا سبق ابن عمر لقلت بان علقمة افقه منه.

[ایضاح الادلہ ص ۲۵]

''کہ اگر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صحابی نہ ہوتے تو میں یہ کہہ دیتا کہ علقمہ (تابعی) ان سے زیادہ فقیہہ ہیں۔ (العیاذ باللہ) یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی صرف یہی خصوصیت ہے کہ وہ صحابی رسول ہیں ورنہ فقاہت میں تو ایک تابعی کا نام بڑا ہے۔''

بڑے میاں سبحان اللہ

قارئین آپ ملاجیون اور علامہ شاشی کے ریمارکس کے بعد امام ابوحنیفہ کے قول پر تعجب کر رہے ہوں گے کہ امام صاحب جیسا آدمی بھی یہ بات کہہ سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے دادا استاد ابراہیم نخعی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (صحابی رسول اللہ ﷺ) کے متعلق فرمایا ہے کہ:

اعرابی لایعرف شرائع الاسلام و لم یصل مع النبی ﷺ فی ظنی الاصلوٰۃ واحدۃ.

[مسند امام اعظم ص 120]

''وہ (وائل بن حجر صحابی) تو ایک دیہاتی گنوار تھا اسلام کو جانتا ہی نہ تھا اور اس نے میرے خیال میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ صرف ایک نماز پڑھی تھی۔''

قارئین غور فرمائیں یہ کس قدر تعصب کا رنگ چڑھایا جا رہا ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ کی زندگی کی آخری نمازوں میں آپ کا مقتدی بننے کا شرف حاصل کرنے والوں میں حضرت وائل بن حجر بھی شامل ہیں اور آپ کی نماز کی حالت اور

طریقے کے راوی بھی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ابن عمر کی طرح وائل بن حجر کا بھی صرف یہی جرم ہے کہ وہ نماز میں رفع الیدین والی حدیث کے راوی ہیں اور چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام ﷢ آنحضرت ﷺ کی وفات سے ڈھائی ماہ قبل رفع الیدین کر کے نماز پڑھ رہے تھے (رفع الیدین کی منسوخیت کے دعویدار غور فرمائیں۔ مؤلف) صرف اسی نماز کی حالت بیان کرنے کے جرم میں حضرت وائل بن حجر کو یہ الزام دیا جا رہا ہے کہ وہ تو (معاذ اللہ) اسلام کی تعلیمات سے روشناس ہی نہیں تھا۔

قارئین جس مذہب کی تعلیم ہی یہ ہو کہ تقلیدی بیساکھیاں برقرار رکھنے کیلئے اگر صحابہ کرام ﷢ جیسی پاکباز ہستیوں پر کیچڑ اچھالنا پڑے تو دریغ نہ کرنا چاہئے۔ اگر ایسے مذہب کے پیروکار قرآن وحدیث میں تحریف جیسا گھناؤنا جرم بھی کر دیں تو کون سی انہونی بات ہے۔ شاید انہی حنفی عقائد کو دیکھ کر مولانا عبدالحئی حنفی لکھنوی نے کہا تھا کہ احناف میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو فروع میں حنفی ہیں مگر عقیدۃً وہ معتزلی ہیں اور آگے چل کر لکھتے ہیں:

و کم من حنفی حنفی فرعا مرجئی " او زیدی اصلاً و بالجملة فالحنفية لها فروع باعتبار اختلاف العقيدة فمنهم الشيعة و منهم المعتزله و منهم المرجية.

[الرفع والتکمیل ص ۲۵۰-۲۴۹]

"یعنی کتنے ہی ایسے حنفی ہیں جو فروع میں تو حنفی ہی ہیں مگر عقیدہ میں وہ شیعہ بھی ہیں اور کچھ معتزلہ ہیں اور کچھ مرجیہ ہیں۔) معلوم ہوا کہ حنفی مذہب فرق ضالہ کے مرکب اور مجموعہ کا نام ہے۔)"

قارئین تفصیل کا یہاں محل نہیں ہے وگرنہ میں بیان کرتا کہ احناف کن کن مسائل کی وجہ سے شیعہ، معتزلہ یا مرجیہ سے مماثلت رکھتے ہیں میں نے یہ حوالہ صرف

اس لئے نقل کر دیا ہے تا کہ آپ کو احناف کا بعض صحابہ کرام کے بارے میں عندیہ معلوم ہو جائے کیونکہ جب اس مذہب میں شیعی مذہب کا بھی کچھ دخل ہے تو پھر صحابہ کرام کے بارے میں ظاہر ہے ایسا ہی رویہ ہونا تھا۔

ایک قدم اور آگے

احناف مقلدین تعصب میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے اپنے مخالفین کی تنقیص کے لئے جعلی حدیثیں بھی گھڑنے سے دریغ نہ کیا۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں کہ جن کے متعلق یہ لوگ یہ کہہ کر امام چاروں ہی برحق ہیں لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اس لئے کہ یہ صرف اپنے امام کو ہی حق پر مانتے ہیں باقی تینوں کو نہیں مانتے وہ اس طرح کہ انہوں نے فقہ حنفی کو چھوڑ کر کبھی فقہ شافعی، حنبلی یا مالکی پر بھی عام مختلف فیہ مسائل میں عمل نہیں کیا۔ خصوصاً شافعی مذہب سے تو ان کو زیادہ ہی کدورت ہے۔ چنانچہ ان کی معتبر کتاب ہدایہ، شرح وقایہ اور قدوری وغیرہ اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے مقدمہ کو زیر نظر لائیے۔ یہ سب کتابیں صرف لکھی ہی اس لئے گئی تھیں کہ امام شافعی کا رد کیا جائے۔ اس مقام پر نور الانوار ص ۳۰۰ سطر نمبر ۵ کی وہ عبارت نقل نہیں کروں گا جس میں امام شافعی کو جاہل کہا گیا ہے اور جاہل بھی ایسا جو علم کا دشمن ہو۔ اس لئے کہ بات لمبی نہ ہو جائے عرض صرف یہ کرنا چاہتا ہوں کہ امام شافعی کی تنقیص کے لئے احناف نے جعلی حدیث بھی بنالی۔ سنیئے وہ روایت یہ ہے:

حدثنا احمد بن معدان الازدی عن انس مرفوعاً یکون فی امتی رجل یقال له محمد بن ادریس هو اضر علی امتی من ابلیس و یکون فی امتی رجل یقال له ابو حنیفة هو سراج امتی.

[تدریب الراوی، ص ۲۷۸]

"یعنی احمد بن معدان حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک آدمی محمد بن ادریس ہوگا

جس کا فتنہ میری امت پر شیطان کے فتنے سے بڑا ہوگا اور میری امت میں ایک آدمی ہوگا جس کا نام ابوحنیفہ ہوگا وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔"

قارئین ! غور فرمائیں کہ صرف محمد بن ادریس (امام شافعی) کی تنقیص کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھ دیا ہے۔ اگر ایسی مثالیں پیش کی جائیں تو ایک لمبی فہرست تیار ہو جائے جس میں احناف نے صحابہ کرام اور تابعین عظام و ائمہ کرام کو معاذ اللہ بدعتی، جاہل اور نہ جانے کیا کچھ کہا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کو میں نے بطور مثال صرف اس لئے پیش کیا ہے چونکہ حنفی یہ دعویٰ کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ (کما تقدم بفضل اللہ تعالیٰ) کہ مذاہب اربعہ برحق ہیں ان میں سے جس مذہب کی تقلید کر لو درست ہے۔ مگر عملاً یہ دعویٰ حقیقت کے خلاف ہے جس کی تفصیل ایک ہی حوالہ سے ہو جاتی ہے کہ دمشق کے ایک حنفی قاضی محمد بن موسیٰ البلاَ ساغونی کہتے ہیں کہ:

لو كان لي امر لاخذت الجزية من الشافعية.

[میزان الاعتدال ص ۳/۱۴۲]

"اگر میری حکومت ہوتی تو میں شافعیوں سے جذیہ وصول کرتا۔ (جل جلالہ)

قارئین یہ بات تو مسلمہ ہے کہ جذیہ مسلمانوں سے نہیں بلکہ ذمی کافروں سے وصول کیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ مذکورہ قاضی صاحب شوافع کو کافر سمجھتے ہیں۔ (اور خود کو مسلمان) اس لئے ہی جذیہ وصول کرنے کا عندیہ ظاہر کر رہے ہیں۔

اور یہ بالکل حق ہے کہ احناف یہی سمجھتے ہیں اس لئے تو یہ فتویٰ بھی آ جاتا ہے کہ اگر کسی شافعی عورت سے نکاح کرنا ہو تو اسے اہل کتاب (عیسائی یا یہودی) سمجھ کر نکاح کر سکتا ہے۔

آپ بیتی

کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ یہ تو پرانے زمانے کے احناف تھے۔ اب صورت حال یہ نہیں رہی۔ راقم کہتا ہے کہ بعض جگہ اب بھی ایسی ہی صورت ہے جس کی مثال یہ ہے کہ ۵ مارچ ۱۹۹۱ء بروز منگل کو میں نے مدرسہ دارالعلوم تعلیم القران والسنۃ (احناف کی درس گاہ) میں دورہ تفسیر کے لئے داخلہ لیا تو اس دوران مہتمم مدرسہ حافظ محمد صدیق صاحب فرمانے لگے کہ میں نے داخلہ رجسٹر پر ایک خانہ مذہب کا رکھا ہے اب آپ بتائیں کہ آپ کو اہلحدیث لکھا جائے یا غیر مقلد؟ (غور فرمائیں) تو راقم نے اور میرے ایک ساتھی مولانا محمد نواز شاہد صاحب آف کوٹ جہانگیر نے کہا کہ حافظ صاحب اگر تو آپ نے دوسرے طلبہ کو مقلد لکھا ہے تو ہمیں غیر مقلد لکھ دو اور اگر دوسروں کو آپ نے حنفی لکھا ہے تو پھر ہمیں اہلحدیث لکھا جائے۔ میں نے اسی دن بعد میں مولانا نواز شاہد صاحب سے کہہ دیا تھا کہ یہاں سے ہمیں سند نہیں ملے گی لیکن چلو علم حاصل کرنا کوئی سند کا محتاج تو نہیں۔ تو پھر اسی طرح ہمیں مدرسہ سے نکالنے کے کئی حیلے بہانے کئے گئے مگر ہم بھی ایسے اڑے کہ اب تو معاملہ صاف کر کے جائیں گے۔ آخر کار دورہ تفسیر کو تقریباً شوال کے آخری دنوں تک طویل کیا گیا اور تقریباً نصف شوال کو مجھے تو سوال زیادہ کرنے کے جرم میں مدرسہ سے نکال دیا گیا مگر چونکہ نواز شاہد صاحب خاموش ہی رہتے تھے اس لئے انہیں نکالا تو نہ گیا البتہ امتحان میں فیل کر دیا گیا۔ اس طرح سانپ بھی مر گیا اور لاٹھی بھی بچ گئی۔

ایک اور واقعہ

اسی طرح اس سے پہلے ۱۹۹۱ء ہی میں مدرسہ نصرۃ العلوم سے بھی ہمیں صرف اس لئے داخلہ دینے سے انکار کیا گیا کہ ہم اہلحدیث تھے۔ پھر آئندہ سال یعنی ۱۹۹۲ء میں دوبارہ مدرسہ نصرۃ العلوم میں دورہ تفسیر میں داخلہ لینے کے لئے گیا مگر مہتمم

صاحب نے یہ کہہ کر داخلہ دینے سے انکار کر دیا کہ آپ اہلحدیث ہیں ہم اہل حدیث کو داخلہ نہیں دیتے کیونکہ آپ ہمارے مذہب کے مخالف ہیں تو میں نے گزارش کی کہ حضرت جو مذہب کے مخالف ہو اسے تو داخلہ دینا چاہیئے تا کہ اس کو آپ کے مسلک کی تبلیغ ہو تو مہتمم صاحب کہنے لگے کہ یہ مدرسہ حنفیوں کا ہے اس میں صرف حنفی طالب علم ہی داخل ہو سکتا ہے اور یہ کہتے ہوئے مہتمم صاحب دفتر سے اٹھ کر چلے گئے۔

قارئین ایسے واقعات تو ہزاروں جمع کیئے جا سکتے ہیں کہ جن کے ایک ایک لمحے سے حنفی تعصب آشکار ہوتا ہے مگر مقصد صرف حنفی مذہب کی تصویر کشی کرنا ہے نہ کہ واقعات جمع کرنا۔

تتمہ بحث تقلید

اس لئے انہی چند واقعات پر اکتفا کر کے دوبارہ پھر تقلید کا نقشہ آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں کہ جو تقلید انسانوں کے شایان شان بھی نہ ہو اور پھر بدعت ہو۔قرآن وحدیث' اقوال صحابہ واکابرین امت سے اس کی تردید ہوتی ہو جو تقلید اس قدر نامراد ہو کہ قرآن وحدیث میں تحریف کرنے اور اس میں جھوٹی۔موضوع آیات و روایات کو شامل کرنے بلکہ قرآن وحدیث کو ٹھکرانے کا موجب بنتی ہو۔یقیناً ایسی تقلید کتاب وسنت سے اختلاف کا سبب بن سکتی ہے۔

جیسا کہ میں ابتداء میں عرض کر چکا ہوں کہ اختلاف کا سبب ہی صرف تقلید ہے۔اب میں نے تقلیدی مذہب کا نمونہ آپ کے سامنے رکھ دیا ہے آپ خود فیصلہ کریں کہ میرا دعویٰ کس طرح بحمد اللہ تعالیٰ سو فیصد درست ہے۔

دوسرا حصہ

احناف کے رسول اللہ ﷺ سے اختلافات کی ایک جھلک

دوسرا حصہ

احناف کے رسول اللہ ﷺ سے اختلافات کی ایک جھلک

آمدم برسرِ مطلب

قارئین تقلید پر مفصل بحث کے بعد اب اس کتاب کا اصل مقصد کہ احناف نے کثیر مسائل میں آنحضرت ﷺ سے اختلاف کیا ہے کا ذکر کرتا ہوں۔ اس باب میں مسائل تو بہت زیادہ ہیں جیسا کہ بعض ائمہ نے وضاحت کی ہے کہ احناف کے دو سو مسائل قرآن وحدیث کے خلاف ہیں اور بعض نے چارسو کا ذکر کیا ہے۔ مگر میں صرف بطور نمونہ از خروارے چند ایک مسائل پر ہی اکتفا کروں گا اور فیصلہ قارئین پر چھوڑ دوں گا کہ کیا احناف نے رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کیا ہے یا نہیں؟

احناف کے بہت سے مسائل تو قرآن مجید کی صریح نصوص کے بھی خلاف ہیں جیسے ایمان میں زیادتی کا مسئلہ' مدت رضاعت کا تعین علی ہذا القیاس۔ مگر میں یہاں صرف ان مسائل کا ذکر کروں گا جو فرمانِ پیغمبر ﷺ کے خلاف ہیں اور فقہ حنفی کی معتبر کتب میں موجود ہیں۔ بعض جگہ پر ایک مسئلہ پر بہت سی کتب کا حوالہ ہوگا تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ ہر کتاب کی عبارت کا لفظ بلفظ اس حوالے سے مطابقت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جس کتاب کی عبارت ہوگی اس کا نام پہلے لکھا جائے گا باقی کتب کا حوالہ صرف اس لئے نقل کیا جائے گا کہ یہ مسئلہ فلاں کتاب میں موجود ہے جو ہماری عبارت کی تائید وحمایت کر رہا ہے۔ واللہ المستعان۔

۱:۔ ایمان کی اصلیت وتاثیر میں اختلاف

قرآن وحدیث کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ آدمی کے ایمان میں کمی وزیادتی ہوتی ہے مگر فقہ حنفی اس کا انکار کرتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

عن انس عن النبی ﷺ قال یخرج من النار من قال لا الٰہ الاّ اللہ و فی قلبہ وزن شعیرۃ من خیر و یخرج من النار من قال لا الٰہ الاّ اللہ و فی قلبہ و زن برۃ من خیر ویخرج من النار من قال لا الٰہ الاّ اللہ و فی قلبہ و زن ذرّۃ من خیر قال ابو عبداللہ قال ابان حدثنا قتادۃ حدثنا انس عن النبی ﷺ من ایمان مکان خیر. [بخاری کتاب الایمان ص۱/۱۱' نسائی کتاب الایمان ص۲/۲۲۱۶۔عن ابی سعید الخدری۔ابن ماجہ ص ۷۔ترمذی ابواب الایمان، ص۲/۸۹۔عن ابی ہریرہ]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اس آدمی کو آگ سے نکال لیا جائے گا جس نے کلمہ لا الٰہ الّا اللہ پڑھا اور اس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوا۔اور اس آدمی کو بھی آگ سے نکال لیا جائے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر ایمان ہوا۔اور اس آدمی کو بھی آگ سے نکال لیا جائے گا جس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوا۔

فقہ حنفی

ایمان اھل السماء والارض من الانبیاء و الاولیاء وسائر المومنین من الابرار و الفجار لا یذید و لا ینقص.

[شرح فقہ اکبر ص ۷۶]

''یعنی زمین وآسمان۔انبیاء اولیا نیک اور بدلوگوں کا ایمان برابر ہے اس میں کمی وزیادتی نہیں ہوتی۔''

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایمان کی مختلف اقسام بتائی ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جو، گندم اور ذرہ برابر تو نہیں ہوتے مگر فقہ حنفی میں سب کا ایمان برابر قرار دیا

جا رہا ہے حتیٰ کہ ایک نیک اور ایک فاجر کے ایمان میں بھی فرق ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا۔

۲:۔ نومولود بچے کا پیشاب

امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے لڑکے اور لڑکی کے پیشاب میں فرق کیا ہے۔ حدیث میں ہے۔

عن ابی السمح قال قال النبی ﷺ یغسل من بول الجاریة و یرش من بول الغلام.

[نسائی کتاب الطہارۃ ص ا......۳۵، مسلم ص ا/۱۳۹، بخاری ص ا/۳۵، ابن ماجہ ص ۳۹]

''یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دینا ہی کافی ہے۔''

(یہ اس بچی بچے کے متعلق ہے جو ابھی کھانا نہ کھاتے ہوں)

مگر فقہ حنفی رسول کریم ﷺ کے اس بیان کردہ فرق کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں چنانچہ ملاحظہ ہو۔

و مذهب ابی حنيفة و اصحابه و مالک انه لا يفرق بين بول الصغير و الصغيرة فی نجاسة و جعلوا هما سواء فی وجوب غسله منهما.

[عمدۃ القاری ص ۳/۱۳۰]

''یعنی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ چھوٹے بچے اور بچی کے پیشاب کی نجاست میں فرق نہیں کیا جائے گا بلکہ دونوں (بچی اور بچے) کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے۔''

۳:۔ کتے کا جھوٹا برتن

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو سات مرتبہ دھویا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا۔

طھور اناء احد کم اذا ولغ فیه الکلب ان یغسله سبع مرات اولاھن بالتراب. [مسلم ص ۱/۱۳۷]

''یعنی جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو وہ سات مرتبہ دھونے سے ہی پاک ہوگا۔''

قارئین غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ نے تو یہ فرمایا کہ برتن پاک ہی تب ہوگا جب اس کو سات مرتبہ دھویا جائے گا۔ مگر فقہ حنفی نے فرمان پیغمبر ﷺ کے خلاف یہ اعلان کر دیا کہ

وسؤر الکلب نجس و یغسل الاناء من ولوغه ثلثا.

[ہدایہ ج ۱ ص ۴۳، کتاب الطہارت،]

''یعنی کتے کے جھوٹے برتن کو تین بار دھویا جائے گا۔''

۴:۔ پتھر سے استنجاء

آنحضرت ﷺ نے استنجا کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

عن سلیمان...... لقد نھانا ان نستقبل القبلة لغائط او بول وان نستنجی بالیمین او ان نستنجی باقل من ثلثة احجار او ان نستنجی برجیع او بعظم.

[مسلم ص ۱/۱۳۰، ابوداؤد ص ۱/۶، ترمذی ص ۱/۱۰، ابن ماجہ ص ۲۷]

''حضرت سلیمان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قبلہ رخ ہو کر پیشاب اور پاخانہ کرنے سے منع فرمایا اور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ ہم دائیں ہاتھ سے۔ تین پتھروں سے کم۔ اور ہڈی یا گوبر سے استنجا کریں۔''

حدیث پیغمبر ﷺ کس قدر واضح ہے مگر فقہ حنفیہ اسے نہیں مانتی چنانچہ فقہ حنفیہ

و لیس فیه عدد مسنون.

[ہدایہ ج۱ص ۷۴، کتاب الطہارت باب الانجاس وتطہیر ھا/ ۸۷ شرح وقایہ ص ۱۴۲/۱]

''یعنی پتھروں کی تعداد کوئی مسنون نہیں ہے۔ (بلکہ اگر کوئی چاہے تو ایک بھی استعمال کرسکتا ہے۔)''

قارئین آپ یہ نہ سمجھیں کہ شاید احناف کو حدیث کا پتہ نہیں چلا۔ بلکہ ہدایہ میں خود ہی کہتے ہیں کہ برخلاف امام شافعی کے مذہب کے کیونکہ شافعی کے نزدیک تین پتھروں سے کم استنجا میں استعمال کرنا جائز نہیں اور دلیل کے طور پر حدیث بھی نقل کی ہے مگر اسکے باوجود حدیث کا انکار کر دیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

۵:۔ تیمّم میں نیت اور احناف کی بے نیتی

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔

انما الاعمال بالنیات و انما لامری مانوٰی...... الخ

[بخاری ج۱ص۲، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ ۲، مشکوٰۃ ج۱ص ۱۱]

''کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کے لئے وہی کچھ ہو گا جو اس نے نیت کی۔''

مگر فقہ حنفیہ علیحدہ ہی راگ الاپتی ہے ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

و لا یشرط نیة التیمم للحدث او للجنابة

[ہدایہ ص ۵۱، ج۱، کتاب الطہارات، باب التیمم]

''یعنی تیمّم میں نیت کرنا شرط نہیں خواہ وہ حدث کا ہو یا جنابت کا۔''

گویا فقہ حنفی اپنے پیروکاروں کو بے نیتی پر آمادہ کرتی (ابھارتی) ہے۔

۶:۔ مٹی سے تیمّم اور حنفی میک اپ

قرآن و حدیث کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جب پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم

جائز ہے۔ چنانچہ عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ:

ان رسول اللہ ﷺ رأیٰ رجلاً معتزلا لم یصل فی القوم فقال یا فلان ما منعک ان تصلی فی القوم فقال یا رسول اللہ اصابتنی جنابة و لا مآء قال علیک بالصعید فانه یکفیک.

[بخاری ج ۱ ص ۵۰، کتاب التیمم]

"رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو پیچھے علیحدہ تھا اور اس نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی تو آنحضرت ﷺ نے سوال کیا کہ تو نے نماز کیوں نہیں پڑھی تو اس نے عذر پیش کیا کہ میں جنبی ہوں اور پانی موجود نہیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تجھے مٹی ہی کافی ہے۔ یعنی مٹی سے تیمّم کر اور نماز پڑھ۔ جب بھی آپ نے کسی کو تیمّم کرنے کا حکم دیا یا طریقہ بتایا تو مٹی ہی کا حکم دیا ہے کہ مٹی سے تیمّم کرو۔ مگر"

فقہ حنفی نے اور ہی انداز اپنایا ہے ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں:

ویجوز التیمم عند ابی حنفیة و محمد بکل ما کان من جنس الارض کالتراب و الرمل والحجر و الجص والنورة والکحل والزرنیخ.

[ہدایہ، ج ۱ ص ۵۰، باب التیمم۔ شرح وقایہ ص ۱/ ۹۸ منیۃ المصلی ص ۲۹۔ ۲۸۔ فتاوی عالمگیری ص ۱/ ۲۶]

"یعنی امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک جنس زمین سے تیمّم کرنا جائز ہے۔ مثلاً مٹی، ریت، پتھر، چونا، سرمہ اور ان سب سے تیمّم جائز ہے۔ گویا تیمّم بھی ہو جائے گا اور میک اپ بھی۔"

آم کے آم اور گھٹلیوں کے دام

۷:۔ طریقہ تیمّم

پیغمبر کائنات ﷺ کا فیصلہ ہے کہ تیمّم ایک ہی ضرب ہے۔ جیسا کہ حضرت

عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

بعثني رسول الله ﷺ في حاجة فاجنبت فلم اجد الماء فتمرغت في الصعيد كما تمرغ الدابة ثم اتيت النبي ﷺ فذكرت ذالك له فقال انما كان يكفيك ان تقول بيديك هكذا ثم ضرب بيديه الى الارض ضربة واحدة ثم مسح الشمال على اليمين و ظاهر كفيه ووجهه [مسلم ج ۱ ص ۱۶۱، باب التیمم۔ بخاری ص ۱/۵۰، ابوداؤد ص ۱/۴۷، ابن ماجہ ص ۴۲، مشکوٰۃ ص ۱/۵۴، بلوغ المرام ص ۲۸]

''حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا تو میں (وہاں) جنبی ہو گیا تو میں مٹی میں اس طرح لیٹا جس طرح جانور لیٹتے ہیں پھر میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ آپ کو بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ تجھے ہاتھوں کو اس طرح کرنا ہی کافی تھا پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ایک ہی دفعہ مارا پھر آپ نے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر اور دونوں ہتھیلیوں کی پشت پر اور چہرے پر پھیر لیا۔''

مگر فقہ حنفیہ اس حدیث کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو۔

والتيمم ضربتان يمسح باحدهما و جهه وبالاخرى يديه الى المرفقين. [ہدایہ ج ۱ ص ۴۹، باب التیمم، شرح وقایہ ص ۱/۹۷، درمختار ص ۱/۱۶۸، عالمگیری ص ۱/۲۶، منیۃ المصلی ص ۲۲]

''یعنی تیمم کے لئے دو دفعہ زمین پر ہاتھ مارنا ہے ایک دفعہ چہرے کے لئے اور دوسری دفعہ ہاتھوں کے لئے۔''

قارئین فقہ حنفی کا اس مسئلہ میں حدیث سے کتنا واضح اختلاف ہے۔

۸:۔ تیمّم کی مقدار

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث دوبارہ پڑھیں اس میں الفاظ ہیں۔

ثم مسح الشمال علی الیمین و ظاهر کفیه و وجهه.

[مسلم ج۱،ص ۱۶۱، باب التیمم، بخاری ص۱/۵۰، مشکوٰۃ ص۱/۵۴، ابن ماجہ ص ۴۳]

''یعنی آنحضرت ﷺ نے اپنی ہتھیلیوں اور چہرے کا مسح کیا۔''

مگر فقہ حنفی نے اس کا بھی خلاف کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

التیمم ضربتان یمسح باحدٰهما و جهه و بالاخری یدیه الی المرفقین.

[ہدایہ ج۱،ص ۴۹، باب التیمم، شرح وقایہ ص۱/۹۷، درمختار ص۱/۱۶۸، منیۃ المصلی ص ۲۲]

''یعنی دوسری ضرب کے ساتھ ہاتھوں پر ہتھیلیوں کی بجائے اپنی کہنیوں تک مسح کرے۔''

قارئین غور کریں آنحضرت ﷺ تو ارشاد فرمائیں کہ تجھے ہتھیلیوں کا مسح کرنا ہی کافی ہے (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۷) مگر فقہ حنفی کہنیوں تک مسح کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔

۹:۔ تیمّم اور حنفی نسوار

قارئین حدیث نمبر ۷ دوبارہ نظر میں لائیں اس میں الفاظ موجود ہیں۔

ثم مسح الشمال علی الیمین و ظاهر کفیه و وجهه.

[مسلم ج۱،ص ۱۶۱، باب التیمم، بخاری ص۱/۵۰، ابن ماجہ ص ۴۳]

''کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے چہرے کا مسح کیا۔''

مگر ......فقہ حنفی اس پر مزید اضافہ کرتی ہے ملاحظہ ہو!! فتاویٰ عالمگیری فرماتے ہیں۔

ویمسح الوترة التی بین المنخرین.

"دونوں نتھنوں کے بیچ میں جو پردہ ہے اس پر بھی مسح کریں۔"
[فتاویٰ عالمگیری ص ۱/۲۶]

۱۰:۔ وضو میں ترتیب

آنحضرت ﷺ نے جہاں ہر کام میں امت کی رہنمائی فرمائی ہے اسی طرح آپ نے وضو کا طریقہ بھی بتایا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے دوہرے داماد۔ خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام (حمران) بیان کرتے ہیں کہ:

انه رای عثمان بن عفان دعا باناءٍ فافرغ علی کفیه ثلث مرارٍ فغسلهما ثم ادخل یمینهٗ فی الاناء فمضمض و استنثر ثم غسل وجههٗ ثلثا ویدیه الی المرفقین ثلث مرارٍ ثم مسح برأسهٖ ثم غسل رجلیه ثلث مرار الی الکعبین ثم قال قال رسول الله ﷺ من توضأ نحو وضوئی هذا ثم صلی رکعتین لا یحدث فیهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه. [بخاری ج ۱ ص ۲۷، ۲۸، کتاب الوضوء باب الوضوء ثلاثا ثلاثا' مسلم ص ۱/ ۱۹۹' ابوداؤد ص ۱/ ۱۴' ترمذی ص ۱/ ۷' نسائی ۱/ ۱۴' ابن ماجہ ص ۳۴]

"انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک (پانی کا) برتن منگوایا اور اپنی ہتھیلیوں پر پانی ڈال کر ان کو تین مرتبہ دھویا پھر اپنے دائیں ہاتھ کو برتن میں داخل کیا اور تین بار کلی کی اور ناک (میں پانی ڈال کر) جھاڑا۔ پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھویا پھر سر کا مسح کیا اور اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت تین بار دھویا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میرے اس وضو (جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی کر کے دکھایا) کی طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی اور دو رکعتوں میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی تو

اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔"

فقہ حنفیہ کی بے ترتیبی

قارئین اوپر حدیث میں آپ نے پڑھ لیا ہے کہ ترتیب سے وضو کرنا آنحضرت ﷺ کی سنت ہے اور آنحضرت ﷺ نے ساری زندگی میں ایک مرتبہ بھی بے ترتیب وضو نہیں فرمایا مگر قربان جایئے احناف کے جنہوں نے اس مقام پر بھی مخالفت رسول ﷺ کو ترک نہ کیا بلکہ امام شافعی رحمہٗ الباری کی مخالفت کی آڑ میں رسول اللہ ﷺ کی تمام زندگی کے عمل کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

والترتیب فی الوضوءِ سنة عند نا و عند الشافعی فرض......الخ

[ہدایہ ج ۱ ص ۲۳، کتاب الطہارت' شرح وقایہ ص ۱/۶۴' منیۃ المصلی ص ۸' فتاوی عالمگیری ص ۱/۸]

"یعنی وضو میں ترتیب امام شافعی کے نزدیک تو ضروری ہے مگر ہمارے (احناف) کے نزدیک ضروری نہیں (یعنی اگر بے ترتیب وضو کیا تب بھی درست ہے مثلاً پہلے پاؤں دھوئے پھر مسح کیا پھر چہرہ دھویا وغیرہ وغیرہ۔ مزید تفصیل کے لئے شرح وقایہ کے صفحہ نمبر ۶۴ کا حاشیہ نمبر ۱۲ پڑھیں۔)"

قارئین غور فرمائیں آنحضرت ﷺ کے ساری زندگی کے عمل کو احناف ضروری قرار نہیں دے رہے بلکہ قدوری والے نے تو کمال کر دیا کہ اس نے وضو میں ترتیب کو سنت بھی تسلیم نہیں کیا بلکہ صرف مستحب ہی سمجھا ہے۔ ملاحظہ ہو قدوری ص ۱۹ (فتاوی عالمگیری ص ۱/۸)

۱۱:۔ پگڑی پر مسح

رسول اللہ ﷺ نے وضو کرتے وقت اپنی پگڑی پر بھی مسح فرمایا ہے۔ چنانچہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا وضو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان نبی اللہ ﷺ مسح علی الخفین و مقدم راسہٖ و علی عمامتہٖ

[مسلم ص ۱/۱۳۴' باب المسح علی الخفین' بخاری ص ۱/۳۳' ابوداؤد ص ۱/۲۰' ترمذی ص ۱/۲۹' نسائی ص ۱/۱۷' ابن ماجہ ص ۴۲' دارمی ص ۱/۱۴۶]

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنے موزوں پر پیشانی پر اور پگڑی پر مسح کیا۔''

قارئین یہ تھی حدیث پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام مگر فقہ حنفیہ نے اس کا بھی انکار کر دیا۔ چنانچہ فقہ کی معتبر کتاب ہدایہ میں لکھا ہے۔

ولا یجوز المسح علی العمامة.

[ہدایہ ص ۱/۶۱' باب المسح علی الخفین' شرح وقایہ ص ۱/۱۱۳' درمختار ص ۱/۱۹۹ منیۃ المصلی ص ۵۱' قدوری ص ۲۸]

''یعنی پگڑی پر مسح کرنا جائز نہیں۔''

حنفی دوستو! غور کرو ایک طرف آنحضرت ﷺ نے خود اپنی پگڑی پر مسح کیا ہے اور دوسری طرف آپ کی کتب یہ واویلا کر رہی ہیں کہ پگڑی پر مسح کرنا جائز ہی نہیں۔ اب آپ ہی بتلائیں کہ کیا حدیث پر عمل کرنا چاہیے یا فقہ حنفی کے لایعنی فتاوٰی پر؟

زیر دیوار ذرا جھانک کے تم دیکھ تو لو
ناتواں کرتے ہیں دل تھام کے آہیں کیونکر

۱۲:۔ نمازوں کے اوقات

امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جہاں دوسرے مقامات پر اپنی امت کی رہنمائی فرمائی ہے وہاں پر آپ ﷺ نے اسلام کے اہم رکن نماز کے اوقات بھی بیان فرمائے ہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

امّنی جبرئیل عند البیت مرتین فصلی الظهر فی الاولیٰ منهما حین کان الفیئ مثل اشراک ثم صلی العصر حین

كان كل شئ مثل ظله ثم صلى المغرب حين و جبت الشمس و افطر الصائم ثم صلى العشاء حين غاب الشفق ثم الفجر حين برق الفجر و حرم الطعام على الصائم و صلى المرة الثانية الظهر حين كان ظل كل شئ مثله لوقت العصر بالامس ثم صلى العصر حين كان ضل كل شئ مثليه ثم صلى المغرب لوقت الاول ثم صلى العشاء الاخرة حين ذهب ثلث اليل ثم صلى الصبح حين اسفرت الارض ثم التفت الى جبرئيل فقال يا محمد هذا وقت الانبياء من قبلك والوقت فيما بين هذين الوقتين.

[ترمذی ص ۱/ ۳۸ باب مواقیت الصلوٰۃ ابوداؤد ص ۱/ ۵۶ نسائی ص/ ۵۹]

''جبرئیل علیہ السلام نے مجھے دو مرتبہ بیت اللہ کے نزدیک امامت کرائی تو پہلی مرتبہ ظہر کی نماز پڑھائی جبکہ سایہ ایک تسمے کے برابر تھا۔ پھر عصر کی نماز پڑھائی اور سایہ ہر چیز کا اس کے برابر تھا۔ (یعنی سایہ ایک مثل تھا) پھر مغرب کی نماز پڑھائی اس وقت جب سورج غروب ہوتا ہے اور روزے دار روزہ افطار کرتے ہیں۔ پھر عشاء کی نماز پڑھائی شفق (مغرب کے بعد والی سرخی) کے غائب ہونے کے وقت اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب فجر پھوٹتی ہے اور روزے داروں پر کھانا حرام ہو جاتا ہے اور دوسری مرتبہ ظہر کی نماز پڑھائی اس وقت جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا یعنی جس وقت گزشتہ روز عصر کی نماز پڑھائی تھی اور دوسرے روز اس وقت ظہر کی نماز پڑھائی پھر جب سایہ دو مثل ہو گیا تو عصر کی نماز پڑھائی اور مغرب کی نماز گزشتہ روز کے وقت پر ہی پڑھائی پھر عشاء کی نماز رات کا ایک تہائی

گزر جانے کے بعد پڑھائی اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب زمین سفید ہوگئی (یعنی صبح کا اندھیرا ختم ہوگیا تھا اور دن کا اجالا شروع ہوگیا) پھر جبرئیل علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ وقت آپ سے پہلے انبیاء کا ہے اور وقت ان دو وقتوں (یعنی گزشتہ روز کے اور آج کے وقت) کے درمیان ہے۔"

قارئین یہ تو حدیث خیر الانام ﷺ سے آپ نے امام اعظم ﷺ کی نمازوں کے اوقات معلوم کئے اب فقہ حنفیہ کی حدیث سے مخالفت بھی زیر نظر لائیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

و اوّل وقت الظهر اذا ذالت الشمس ...... و اخر وقتها عند ابی حنفية اذا صار ضل كل شئ مثليه.

[ہدایہ ج ۱ ص ۷۷، کتاب الصلوٰۃ، باب المواقیت' شرح وقایہ ص ۱/۱۴۴' فتاوی عالمگیری ص ۱/۵۱' درمختار ص ۱/۲۶۴' منیۃ المصلی ص ۱۰۲' قدوری ص ۳۴]

"یعنی ظہر کا اول وقت تو سورج کے ڈھلنے کے ساتھ ہی شروع ہوجاتا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا آخری وقت سائے کے دومثل ہوجانے تک رہتا ہے۔"

قارئین توجہ فرمائیں جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو امامت کرائی اور ظہر کا آخری وقت ایک مثل سایہ تک بتایا مگر فقہ حنفی ہے کہ دومثل تک سایہ ہونے کے وقت پر ہی ضد کر بیٹھی ہے۔

کمسنی ہے تو نرالی ہیں ضدیں بھی ان کی
مچلے! اس بات پہ ہیں کہ زخم جگر دیکھیں گے

۱۳: ۔میٹھا میٹھا ہڑپ کڑوا کڑوا تھو

محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی سورج

کے طلوع یا غروب ہونے سے پہلے ایک رکعت پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے مگر فقہ حنفی نے میٹھا میٹھا ہڑپ کڑوا کڑوا تھو کا نمونہ پیش کیا ہے۔

ملاحظہ ہو فرمان پیغمبر ﷺ۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا ادرک احد کم سجدة من صلوٰة العصر قبل ان تغرب الشمس فليتم صلاته و اذا ادرک سجدة من صلوة الصبح قبل ان تطلع الشمس فليتم صلوتهٗ

[بخاری ج ۱، ص ۷۹، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب من ادرک رکعۃ من العصر قبل الغروب، مسلم ص ۱/ ۲۲۱، ابوداؤد ص/ ۵۹، ترمذی ص ۱/ ۴۵، نسائی ص ۱/ ۶۱، دارمی ۱/ ۲۲۲]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت حاصل کر لی۔ (یعنی ادا کر لی) تو وہ اپنی نماز کو مکمل کرے (نماز ہو جائے گی) اور جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز کی ایک رکعت حاصل کر لی تو وہ بھی اپنی نماز کو مکمل کرے۔ مگر فقہ حنفی اس محمدی اصول کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں فقہ حنفی کی عبارت

اما الاوقات التى تكره فيها الصلوٰة فخمسة ثلثة منها يكره فيها الفرض والتطوع و ذالک عند طلوع الشمس و غروبها اِلاّ عصر يومه و وقت الزوال.

[منیۃ المصلی ص ۱۰۴، ہدایہ ص ۱/ ۸۵، شرح وقایہ ص ۱/ ۱۴۹]

''یعنی جن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے وہ پانچ ہیں اور ان میں سے تین ایسے ہیں جن میں فرض اور نفل نماز دونوں ہی مکروہ ہیں وہ ہے سورج کے

طلوع یا غروب ہونے کا وقت ان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ مگر اس دن کی عصر (سورج کے غروب کے وقت پڑھی جا سکتی ہے) اور زوال (نصف النہار) کا وقت۔''

اب حنفی بھائیوں سے میرا ایک سوال ہے کہ اگر طلوع شمس کے وقت فجر کی نماز نہیں ہو سکتی تو غروب شمس کے وقت عصر کی نماز پڑھنے کا کیا جواز ہے جبکہ حدیث مبارک میں دونوں نمازوں کے جواز کی دلیل موجود ہے (کما تقدم) اب چونکہ امام صاحب نے یہ موقف اپنایا ہے اس لئے اس کو ثابت کرنے کے لئے اصول تک وضع کر لئے گئے۔ مثلاً اصول فقہ کی کتاب نورالانوار میں ملاں جیون نے کامل اور ناقص کی خودساختہ تقسیم کر کے دور کی کوڑی لانے کی سعی لاحاصل کی ہے میں نے جب نور الانوار کا مذکورہ حوالہ پڑا تو زبان پر بے ساختہ جاری ہوا کہ

بھرم کھل جائے ظالم تیرے قامت کی درازی کا
اگر اس طرہ پُر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

اگر آج ملاں جیون صاحب اس دنیا میں زندہ تشریف فرما ہوتے تو میں ان سے سوال کرتا کہ ملاں جی! یہ کامل اور ناقص کی جو تقسیم آپ نے کی ہے کیا رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ اس بات کا علم نہیں تھا کہ فجر کا وقت آخر تک کامل رہتا ہے اور عصر کا ناقص ہو جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ تو فرمائیں کہ جس نے طلوع شمس یا غروب شمس کے وقت ایک رکعت حاصل کر لی وہ اپنی نماز مکمل کرے مگر ایک آپ ہیں کہ اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لئے نورالانوار میں ظلمات (اندھیروں) کی بھرمار کر دی ہے۔ کیونکہ حدیث سے تو امام ابوحنیفہ کا موقف ثابت نہیں کر سکتے تھے اگر مذکورہ بالا حدیث پیش کرتے تو اس میں فجر کی نماز کے لئے بھی طلوع شمس کے وقت ایک رکعت حاصل کر لینے کے بعد نماز مکمل کرنے کا جواز ہے مگر پھر حنفی مذہب

باقی نہ رہتا۔

۱۴:۔دوہری اذان

حنفیت نے جہاں اور بہت سے مسائل میں رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کیا ہے وہاں پر رسول اللہ ﷺ کی سکھائی ہوئی اذان کا بھی انکار کر دیا ہے۔ چنانچہ توجہ فرمائیں اور حنفیت کے لبادے میں اسلام دشمنی سے مطلع ہوں۔

حضرت ابومحذورة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

القٰی علیّ رسول اللہ ﷺ التاذین ھو بنفسہٖ فقال قل اللہ اکبر . اللہ اکبر . اللہ اکبر . اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ. اشھد ان لا الہ الا اللہ. اشھد ان محمد رسول اللہ. اشھد ان محمد رسول اللہ قال ثم ارجع فمد من صوتک اشھد ان لا الہ الا اللہ . اشھد ان لا الہ الا اللہ. اشھد ان محمد رسول اللہ. اشھد ان محمد رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ. حی علی الصلوٰۃ. حی علی الفلاح حی علی الفلاح . اللہ اکبر اللہ اکبر. لا اِلہ الا اللہ . [ابوداؤد، ج ۱، ص ۸۰، کتاب الصلوٰۃ، باب کیف الاذان' مسلم ص ۱/ ۱۶۵' ترمذی ص ۱/ ۴۸' نسائی ص ۱/ ۴۷' ابن ماجہ ص ۵۲' دارمی ص ۱/ ۲۱۱۶' مشکوٰۃ ص ۱/ ۶۳]

"کہ رسول اللہ ﷺ نے بذاتِ خود مجھے اذان سکھائی اور فرمایا کہ (ابومحذورہ) کہہ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اللہ اکبر' اللہ اکبر۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمد رسول اللہ۔ اشھد ا ن محمد رسول اللہ۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دوبارہ پھر لوٹاؤ اور اپنی آواز کو لمبا کرو (اور یہ کہو) اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ اشھد ان محمد رسول اللہ ۔اشھد ان محمد رسول اللہ۔ حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح ۔حی علی

الفلاح۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ۔

یہ الفاظ کس قدر واضح طور پر دال ہیں کہ دوہری اذان کہنا رسول اللہ ﷺ کے حکم کے عین مطابق ہے (اگرچہ اکہری اذان کہنا بھی جائز ہے) مگر ستیاناس ہو تقلید کا کہ اس نے احناف کو آج تک نہ صرف اس سعادت سے محروم رکھا ہوا ہے بلکہ علی الاعلان اس کا انکار کرانے میں بھی جھجھک محسوس نہیں کی۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں فقہ حنفیہ کی معتبر کتاب ہدایہ اور اس کا صفحہ نمبر ۸۷ نکالئے آپ کو پہلی سطر پر ہی یہ الفاظ نظر آئیں گے۔

ولا ترجيع فيه [ہدایہ ج۱ ص۸۵، باب الاذان، فتاویٰ عالمگیری ص۱/۵۶، قدوری ص۳۷]

"اذان دوہری نہیں"

اور فتاویٰ عالمگیری میں ان الفاظ میں ترجیع کا معنی کیا گیا ہے کہ **وھو ان ياتي بشهادتين مرتين** ۔ اور وہ (ترجیع) یہ ہے کہ شہادتیں کو دوبارہ لوٹایا جائے (تفصیل کے لئے دیکھئے فتاویٰ عالمگیری کا صفحہ نمبر ۵۶ سطر نمبر ۲) اب کہو حنفی دوستو! کہ کیا آپ کبھی کبھار سنت رسول ﷺ پر بھی عمل کرتے ہوئے ترجیع والی یعنی دوہری اذان کہو گے؟

۱۵:۔ اکہری تکبیر

جس طرح احناف نے رسول اللہ ﷺ کی سکھائی ہوئی اذان کی مخالفت کی ہے اسی طرح احناف نے اقامت کو بھی معاف نہیں کیا۔ چنانچہ فرمان پیغمبر ﷺ بزبان حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ملاحظہ فرمائیں حضرت انس فرماتے ہیں۔

امر بلال ان يشفع الاذان و ان يوتر الاقامة قال اسماعيل فذكرته لايوب فقال الا الاقامة.

[بخاری ج۱ ص۸۵، کتاب الاذان، باب الاقامۃ واحدۃ الاقولہ قد قامت الصلوٰۃ، مسلم ۱/۱۶۴، ابو

داؤد ص ۱/۷۵، ترمذی ص ۱/۴۸، نسائی ص ۱/۷۷، ابن ماجہ ص ۵۳، دارمی ص ۱/۲۱۶]

''حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان میں کلمات دو دو دفعہ اور اقامت میں ایک ایک دفعہ کہے جائیں۔ اسماعیل فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو ایوب کے سامنے ذکر کیا تو انہوں نے کہا قد قامت الصلوٰۃ کے علاوہ۔ (یہ الفاظ دو مرتبہ ہی کہے جائیں گے۔)''

اب فقہ حنفی کی بھی سن لیجئے فرماتے ہیں:

و الاقامة مثل الاذان الا انه يزيد فيها بعد الفلاح قد قامت الصلوٰة مرتين.

[ہدایہ ج ۱ ص ۸۶، باب الاذان، شرح وقایہ ص ۱/۱۵۳، قدوری ص ۳۷]

''اور اقامت بھی اذان کی طرح ہی ہے صرف حی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوٰۃ کا اضافہ کیا جائے گا۔''

قارئین! اگر چہ دوہری اقامت بھی درست ہے اس سے انکار نہیں مگر اکہری اقامت بھی تو رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے آنحضرت ﷺ کا حکم ماننے سے انکار کیوں؟

16- تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانے کی کیفیت

نماز میں آنحضرت ﷺ سے رفع یدین کی دو حالتیں مروی ہیں ایک کندھوں کے برابر تک ہاتھ اٹھانا اور دوسری حالت ہے کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھانا۔ یہ دونوں ہی درست ہیں اور دونوں پر ہی عمل کیا جا سکتا ہے اور یہی اہلحدیث کا مسلک ہے۔ مگر فقہ حنفیہ نے ایک سنت تو اپنائی ہے اور دوسری کا سرے سے انکار ہی کر دیا ہے اور جو طریقہ اپنایا ہے اس کے بھی مطابق عمل نہیں کرتے بلکہ کانوں سے بھی ہاتھوں کو بلند کر دیتے ہیں کسی حنفی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں اور تجربہ حاصل کریں۔

لیجئے اب وہ حدیث پیش کرتا ہوں جس کی حنفی مذہب نے مخالفت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رأیت النبی ﷺ افتتح التکبیر فی الصلوٰۃ فرفع یدیه حین یکبر حتی یجعلهما حذو منکبیه و اذا کبر للرکوع فعله مثله و اذا قال سمع الله لمن حمدهٗ فعل مثله و قال ربنا لک الحمد و لا یفعل ذالک حین یسجدو لا حین یرفع راسه من السجود.

[بخاری ج ۱، ص ۱۰۲، باب الی این یرفع یدیہ، مسلم ص ۱/ ۱۶۸، ابوداؤد ص ۱/۱۰۴، ترمذی ص ۱/ ۵۹، نسائی ص ۱/ ۱۰۲، ابن ماجہ ص ۶۱، دارمی ص ۱/ ۲۲۹]

"کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز کی ابتداء میں جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے حتی کہ آپ ان دونوں کو اپنے کندھوں کے برابر کرتے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو اس طرح کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے (یعنی رکوع سے سر اٹھاتے) تو اسی طرح کرتے اور فرماتے ربنا لک الحمد اور جب آپ سجدہ کرتے تو ایسا نہ کرتے (یعنی رفع یدین نہ کرتے) اور جب سجدہ سے اٹھتے تو تب بھی رفع یدین نہ کرتے۔"

اب آپ فقہ حنفی بھی ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں

و یرفع یدیه مع التکبیر...... حتی یحاذی با بهامیه شحمة اذنیه

[ہدایہ ج ۱، ص ۹۸، کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ، شرح وقایہ ص ۱/ ۱۶۴، منیۃ المصلی ص ۲۵، قدوری ص ۲۹]

"یعنی تکبیر کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو بلند کرے یہاں تک کہ اپنے انگوٹھوں

کو اپنے کانوں کی لو تک پہنچائے۔''

قارئین! غور فرمائیں کہ کس طرح حدیث کی مخالفت کی جا رہی ہے اور پھر ہدایہ میں صاف لکھا ہے کہ شافعی کا مسلک ہے کہ کندھوں کے برابر تک ہاتھ اٹھائے جائیں اور ساتھ ہی تسلیم بھی کیا ہے کہ امام شافعی نے ابوحمید ساعدی کی روایت کردہ حدیث کو دلیل بنایا ہے۔ مگر برا ہو تعصب اور بغض کا کہ امام شافعی کی مخالفت میں حدیث کا ہی خلاف کر دیا۔

۱۷:۔ تکبیر تحریمہ

رسول اللہ ﷺ نے جب بھی نماز پڑھی ہے تو اسے اللہ اکبر سے شروع کیا ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

مفتاح الصلوٰۃ الطھور و تحریمھا التکبیر و تحلیلھا التسلیم

[ترمذی ج ۱، ص ۶، ابواب الطہارۃ باب ما جاء مفتاح الصلوۃ الطہور، بخاری ص ۱/۱۰۲، عن مالک بن الحویرث بالفاظ اذا صلی کبر، مسلم ص ۱/۱۹۴، عن عائشہ۔ ابوداؤد ص ۱/۱۱۰، نسائی ص ۱/۱۰۴، ابن ماجہ ص ۵۸، دارمی ص ۱/ ۲۲۵]

نماز کی چابی طہارت (وضو) ہے اور اس کی تحریم تکبیر ہے اور تحلیل سلام ہے یعنی جب آدمی تکبیر کہے گا تو نماز کے منافی تمام کام حرام ہو جائیں گے اور جب سلام کہے گا تو وہ تمام چیزیں حلال ہو جائیں گی۔ یہ کس قدر واضح ہے کہ نماز تب ہی نماز کے حکم میں ہوگی جب تکبیر سے ابتداء کی جائے گی بلکہ امام نسائی نے تو باقاعدہ تکبیر (یعنی اللہ اکبر کہنے) کے فرض ہونے کا باب باندھا ہے۔ تفصیل کا محل نہیں ہے آپ مذکورہ بالا حوالہ جات پڑھیں ان شاء اللہ العزیز ذہنی تسکین حاصل ہوگی۔ مگر فقہ حنفی اسے بھی اختلاف سے دور نہیں رکھنا چاہتی۔ چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے۔

فان قال بدل التکبیر اللہ اجل او اعظم او الرحمن اکبر او لا

اله الا الله او غيره من اسماء الله تعالٰى اجزاهٗ عند ابى حنيفه.

[ہدایہ ج ۱، ص ۹۹، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، شرح وقایہ ص ۱/۱۶۵، فتاوٰی عالمگیری ص ۶۸، منیۃ المصلی ص ۱۱۱، قدوری ص ۳۹]

"یعنی اگر نمازی تکبیر (اللہ اکبر) کے بدلے اللہ اجل یا۔ اللہ اعظم۔ یا۔ الرحمٰن اکبر۔ یا۔ لا الہ الا اللہ یا اس کے علاوہ اللہ تعالٰی کے کسی نام سے بھی نماز شروع کر لے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسے کفایت کر جائیں گے۔"

۱۸:۔ حنفی قیام

قارئین حنفی تکبیر تحریمہ کے بعد اب آپ کو حنفی قیام کی جھلک دکھانا چاہتا ہوں اس سے پہلے ذرا محمدی قیام کا نقشہ ذہن میں بٹھایئے۔ چنانچہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صليت مع النبى ﷺ فوضع يده اليمنٰى على يده اليسرى على صدره.

[ابن خذیمہ ص ۱/۲۴۳، بلوغ المرام ص ۴۲]

"کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھا۔"

قارئین کس قدر واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھے ہیں مگر فقہ حنفی نے اس کا بھی اختلاف کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں حنفی حضرات

و يعتمد بيده اليمنى على اليسرى تحت السرة. [ہدایہ ج ۱ ص ۱۰۰، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، شرح وقایہ ص ۱/۱۶۵، منیۃ المصلی ص ۱۲۵، قدوری ص ۴۰]

"یعنی بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر ناف کے نیچے باندھے۔"

قارئین اگرچہ ہدایہ میں تحت السرۃ کی دلیل نقل کرنے کی بھی کوشش کی گئی

ہے مگر وہ دلیل بالکل ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کو نقل کرنے والا عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی ہے جو متروک اور ضعیف ہے۔ [میزان الاعتدال]

۱۹:۔نماز کی ابتدا فارسی زبان میں

جس طرح احناف نے نماز کے دیگر مسائل میں رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کیا ہے اسی طرح انہوں نے قرأت میں بھی اختلاف کیا ہے چنانچہ آپ حدیث اور فقہ دونوں کو پڑھیں اور خود ہی فیصلہ کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ و ابابکر و عمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العلمین.

[بخاری ص ۱/۱۰۳، باب مایقرأ بعد التکبیر]

"یعنی رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ و عمرؓ نماز کی ابتداء الحمد للہ رب العلمین (سورۃ فاتحہ) سے کرتے تھے۔"

اب اس قدر واضح حدیث کی مخالفت کرنے سے بھی احناف نہیں چونکے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

فان افتتح الصلوٰۃ بالفارسیۃ اوقرء فیھا بالفارسیہ او ذبح سمّی بالفارسیۃ و ھو یحسن العربیۃ اجزاہ عند ابی حنیفۃ.

[ہدایہ ج ۱ ص ۹۹، کتاب الصلوۃ، باب صفۃ الصلوۃ، شرح وقایہ ص ۱/۱۶۵]

"یعنی اگر نماز کی ابتداء فارسی زبان میں کرے یا اس میں قرأت فارسی زبان میں کرے یا ذبح کرے اور فارسی میں نام لے اور وہ عربی بھی اچھی بول سکتا ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسے کفایت کر جائے گا۔"

قارئین کس قدر ہٹ دھرمی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہوں اور اس کے بعد دعائیں بھی عربی زبان میں پڑھیں پھر قرأت بھی عربی

زبان میں کریں مگر فرقہ حنفی ہے کہ اس نے نماز بھی فارسی زبان میں پڑھانا شروع کر دی ہے۔صرف فارسی ہی نہیں بلکہ ہدایہ میں لکھا ہے۔

ویجوز بایّ لسانٍ کان سوی الفارسیة

''کہ فارسی زبان کے علاوہ جس زبان میں بھی (مثلاً پنجابی، پشتو، انگریزی وغیرہ) میں نماز پڑھ لی جائے تو جائز ہے۔''

احناف کی اس حالت پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ:

خوف خدائے پاک دلوں سے نکل گیا
آنکھوں سے شرم سرور کون و مکان گئی

۲۰:۔نماز میں قرأت سے چھٹی

رسول اللہ ﷺ نے ہر رکعت میں قرأت کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ صحابی رسول اللہ ﷺ فقیہہ امتِ محمدیہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیئے فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء فسلم علی رسول اللہ ﷺ فرد رسول اللہ ﷺ قال ارجع فصل فانک لم تصل حتی فعل ذالک ثلاث مرّات فقال الرجل والذی بعثک بالحق ما احسن غیر ھذا علمنی قال اذا قمت الی الصلوۃ فکبر ثم اقراء ماتیسر معک من القران ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجداثم ارفع حتی تطمئن جالسا ثم افعل ذالک فی صلوتک کلّھا. [مسلم ج۱،ص۱۷۰،کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ وانہ اذا لم یحسن الفاتحۃ ولا امکنہ تعلمھا قرأ ما تیسر لہ غیرھا' بخاری ص۱/ ۱۰۹' ابوداؤد ۱/ ۱۰۶' دارمی ۱/ ۲۴۸' ترمذی ص۱/ ۶۷۔۶۱' ابن ماجہ ص۶۲]

''کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو ایک آدمی مسجد میں آیا اور نماز پڑھی پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جا واپس لوٹ جا اور نماز پڑھ بیشک تو نے نماز پڑھی ہی نہیں یہاں تک کہ وہ آدمی اس طرح تین دفعہ بار بار نماز پڑھ کر آتا تو حضرت اسے پہلے والا جواب دے دیتے جب تیسری مرتبہ آیا تو آنحضرت ﷺ کا جواب سن کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے مجھے اس سے بہتر نماز پڑھنا آتی ہی نہیں لہذا آپ مجھے نماز سکھا دیں تو آپ نے فرمایا کہ جب تو نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ پھر پڑھ جو تجھے قرآن مجید سے میسر ہو (یعنی قرأت کر) پھر رکوع کر یہاں تک کہ تو رکوع کی حالت میں مطمئن ہو جائے پھر اپنے سر کو اٹھا حتی کہ تو سیدھا کھڑا ہو جائے پھر اطمینان کی حالت میں سجدہ کر پھر سجدے سے اٹھ کر اطمینان کی حالت میں جلسہ میں بیٹھ پھر تو اسی طرح اپنی تمام نماز میں کر۔''

یہ تھی حدیث رسول اللہ ﷺ مگر فقہ حنفی اس کو تسلیم نہیں کرتی۔ چنانچہ فقہ کی ام الکتب کتاب ہدایہ میں لکھا ہے:

و ھو مخیر فی الاخیرین معناہٗ ان شاء سکت و ان شاء قرء و ان شاء سبح. [ہدایہ ج ۱، ص ۱۵۴، کتاب الصلوۃ فصل فی القرأۃ، باب النوافل]

''اور اس (نمازی) کو آخری دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے تو قرأت کرے چاہے تو سبحان اللہ ہی کہہ لے اور اگر چاہے تو خاموش ہی کھڑا رہے''

قارئین دیکھا آپ نے رسول اللہ ﷺ تو چاروں رکعات میں قرأت کا حکم دیں مگر فقہ حنفی ہے کہ نمازی کو قرأت کی بجائے تسبیح کا اختیار دے رہی ہے بلکہ اس سے

بھی بڑھ کر خاموش رہنے کا مشورہ دے رہی ہے۔ اب آپ کی مرضی ہے چاہو تو حدیث کے من سلوٰی کو قبول کر لو اور چاہو تو فقہ کے لہسن پیاز کو پسند کر لو۔

مانو نہ مانو جانِ جاں تمہیں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

۲۱:۔ سات آیات کے بدلے ایک آیت

رسول اللہ ﷺ نے نماز کے لئے سورۃ فاتحہ کی آیات کو ضروری قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں۔ آپ بھی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیئے۔ حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب.

[بخاری ج ۱ ص ۱۰۴، کتاب الاذان باب وجوب القرأۃ للامام والماموم فی الصلوٰت کلھا، مسلم ص ۱/ ۱۶۹، ترمذی ۱/ ۵۷، نسائی ۱/ ۱۰۹، ابن ماجہ ص ۶۰، دارمی ص ۱/ ۲۲۷، مشکوٰۃ ص ۱/ ۷۸، بلوغ المرام ص ۴۲]

"بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس آدمی نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔"

برادرانِ اسلام یہ حدیث کس قدر واضح ہے کہ جب تک سورۃ فاتحہ کی سات آیات نہ پڑھی جائیں گی اس وقت تک نماز نہیں ہوگی مگر فقہ حنفیہ بالکل ہی اس کے الٹ ہے۔ چنانچہ فقہ کی امہات الکتب ملاحظہ فرمائیں لکھا ہے:

و ادنی ما یجزیٔ من القرأۃ فی الصلوۃ ایۃ.

[ہدایہ ج ۱، ص ۱۱۹، کتاب الصلوۃ، باب صفۃ الصلوۃ، فصل فی القرأۃ، شرح وقایہ ص ۱/ ۱۸۲، فتاوی عالمگیری ص ۱/ ۶۹، منیۃ المصلی ص ۱۱۸، قدوری ص ۴۳]

"یعنی نماز میں اگر صرف ایک آیت ہی پڑھ لی جائے تو وہی کافی ہے۔

قارئین میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا نماز میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ

اگر سارا قرآن مجید بھی تلاوت کر جائے اگر فاتحہ نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز ہوگی ہی نہیں مگر فقہ ہے کہ اس نے فاتحہ کو بالکل ہی نظر انداز کر کے اس کے برابر سات آیات بھی ضروری قرار نہیں دیں بلکہ صرف ایک آیت کو ہی کافی قرار دیا ہے اور وہ آیت اگرچہ چھوٹی سی ہو۔ مثلاً منیۃ المصلی میں لکھا ہے کہ وہ آیت اگرچہ اتنی ہی ہو ''ثم نظر'' اور عالمگیری میں ہے کہ اگرچہ وہ آیت ''مدھا متان'' کے برابر ہی ہو۔

قارئین اب فیصلہ آپ کریں کہ کیا احناف کے دعوے کے مطابق فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے؟

۲۲:۔ امام کے پیچھے قرأت

قارئین آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فاتحہ کو نماز کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ اب جہاں احناف نے فاتحہ کے مقابلہ میں صرف ایک ہی آیت کی قرأت کا درس دیا ہے وہاں سورۃ فاتحہ تو درکنار مقتدی کو قرأت سے ہی منع کر دیا ہے جو کہ سراسر حدیث پیغمبر ﷺ کے خلاف ہے چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کنا خلف رسول اللہ ﷺ فی صلوٰۃ الفجر فقرأ رسول اللہ ﷺ فثقلت علیہ القرأۃ فلما فرغ قال لعلکم تقرؤن خلف امامکم قلنا نعم ھذا یا رسول اللہ ﷺ قال لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بھا.

[ابوداؤد ج۱ ص۱۲۶، کتاب الصلوٰۃ، باب من ترک القرأۃ فی صلوٰتہ، مسلم ص۱/۱۶۰، ترمذی ص ۱/۵۷، بخاری ۱/۱۰۴، ابن ماجہ ص۶۰، دارمی ص۱/۲۲۷]

''کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (اقتداء میں) فجر کی نماز پڑھی تو

رسول اللہ ﷺ نے قرأت کی تو قرأت آپ پر بھاری ہو گئی جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا شاید کہ تم اپنے امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہو تو ہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ معاملہ اسی طرح ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو (یعنی امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کرو) مگر سورۃ فاتحہ ضرور پڑھ لیا کرو اس لئے کہ اس کے (فاتحہ کے) بغیر نماز نہیں ہوتی۔

یہ تھا فرمان پیغبر ﷺ۔ کس قدر واضح ہے رسول اللہ ﷺ کا حکم کہ امام کے پیچھے بھی فاتحہ ضرور پڑھ لیا کرو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں قرأت جہری کیا کروں اس وقت بھی سورۃ فاتحہ پڑھا کرو کیونکہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

مگر فقہ حنفی نے بالکل ہی اس کے برعکس قانون وضع کیا ہے چنانچہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

ولا يقرأ المؤتم خلف الامام. [ہدایہ ج۱ ص۱۲۱، کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ فصل فی القرأۃ' شرح وقایہ ص ۱۷۳' قدوری ص ۴۳' مؤطا امام محمد ۹۶]

''یعنی مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔''

قارئین اب آپ فیصلہ خود کریں کہ ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں مگر دوسری طرف فقہ حنفیہ کے بزرگ ہیں کہ فرمان امام اعظم ﷺ کے خلاف قانون وضع کر رہے ہیں۔ اب حنفی دوستو! تم خود ہی بتاؤ کہ کیا فقہ کو چھوڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو سینے سے لگاؤ گے یا کہ فرمان پیغمبر سے منہ موڑ کر فقہ حنفی پر عمل کرو گے؟ حنفی دوستو! فیصلہ جو جی چاہے کرنا مگر قیامت کے دن کو سامنے رکھنا۔

۲۲۳:۔ بلند آواز سے آمین کہنا

انجمن احناف لمیٹڈ نے جہاں اور بہت سے مسائل میں رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کیا ہے وہاں ایک نماز میں آمین بلند آواز سے کہنا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی آمین کہی ہے اور صحابہ کو بھی کہنے کا حکم دیا۔ ترمذی شریف کی روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سمعت النبی ﷺ قرأ غیر المغضوب علیھم و لاالضآلین و قال آمین و مدبھا صوتہٗ. [ترمذی ج ۱ ص ۵۷، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التامین، بخاری ص ۱/ ۱۰۸، ابوداؤد ص ۱/ ۱۳۴، نسائی ۱/ ۱۱۳، ابن ماجہ ص ۶۱، دارمی ص ۱/ ۳۲۸]

''سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ نے ''**غیر المغضوب علیھم و لاالضآلین**'' پڑھا اور آمین کہی اور اس کے ساتھ اپنی آواز کو کھینچا یعنی بلند آواز سے آمین کہی۔ اور ابوداؤد شریف کی حدیث میں ''**رفع بھاصوتہٗ**'' کے الفاظ بھی ہیں کہ آپ نے اپنی آواز کو بلند کیا اور پھر صحابہ کرام بھی آمین کہا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف کے صفحہ نمبر ۱/ ۱۰۷ پر امام بخاری نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والوں نے آمین کہی۔ **حتی ان للمسجد للجۃ** ''یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھی۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی بلند آواز سے آمین مروی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے بخاری ص ۱/ ۱۰۷''

مگر ہمارے حنفی بھائی ہیں کہ حدیث رسول ﷺ اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم ماننے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں اور نام رکھا ہوا ہے اہلسنت والجماعت نہ سنت اپنائی اور نہ ہی حضور ﷺ کی جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کا طریقہ اپنایا یہ تو ایسے ہی ہے جیسا کہ کسی اندھے آدمی کا نام چراغ ہو۔ اس موضوع پر گلشن صمصام میں مولانا

علی محمد صمصام رحمۃ اللہ علیہ (المعروف بابا جی صمصام) کی نظم بھی موجود ہے اہل ذوق پڑھ سکتے ہیں۔

عرض کر رہا تھا کہ احناف نے اس مسئلہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کا خلاف کیا ہے دلیل اس کی فقہ حنفیہ کی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں لکھا ہے:

واذا قال الامام و لاالضآلین قال آمین و یقولها المؤتم......ویخفونها. [ہدایہ ج۱ص ۱۰۵، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ' شرح وقایہ ص ۱/۱۶۷۔ فتاویٰ عالمگیری، ج۱ص ۷۲۔ منیۃ المصلی ص ۱۲۸۔ قدوری ص ۴۰۔ موطاء امام محمد، ص ۱۰۵]

''یعنی جب امام'' ولاالضآلین '' کہے تو آمین بھی کہے اور مقتدی بھی آمین کہے اور دونوں (امام اور مقتدی) آہستہ (یعنی دل ہی میں) آمین کہیں۔''

اب کہو حنفی بھائیو سنتِ رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر عمل کرتے ہوئے آمین کی گونج سے عظمت اسلام کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے دشمنانِ اسلام کو ذلیل کرو گے یا پھر سرے سے حدیث رسول ﷺ کا ہی انکار کردو گے؟

۲۴:۔ امام کا آمین کہنا

گزشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ احناف نے رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے خلاف آہستہ آمین کہنا اختیار کیا ہے اور امام مقتدی کو آہستہ آمین کہنے کا حکم دیا گیا ہے مگر کیا علاج کیا جائے؟ اس رائے کے کیچڑ کا کہ جس میں نہ جانے سنت کے کتنے موتی دبا دیئے گئے ہیں۔ اور کہیں امام کو بالکل ہی آمین کہنے سے روک دیا ہے لو پہلے آپ سنت رسول ﷺ کے موتیوں کی چمک دمک دیکھیں کتاب ہے بخاری شریف اور باب ہے **جهر الامام بالتامین** (یعنی امام کا بلند آواز سے آمین کہنا) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال اذا اَمَّن الامام فاَمِّنوا فانهٗ من وافق تامینهٗ

تامین الملائکة غفر لهٔ ما تقدم من ذنبه.

[بخاری ج ۱، ص ۱۰۸، کتاب الاذان باب جهر الامام بالتامین، مسلم ص ۱/ ۱۷۶، ابوداؤد ص ۱/ ۱۳۵، ترمذی ص ۱/ ۵۷، نسائی ص ۱/ ۱۱۳، ابن ماجہ ص ۶۱، دارمی ص ۱/ ۲۲۸]

''کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو پس بیشک جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی تو اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔''

یہ حدیث کس قدر واضح ہے کہ امام بھی آمین کہے اور ترمذی کی حدیث میں صاف الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز سے آمین کہی (ملاحظہ ہو ترمذی ص ۱/ ۵۷ اور اس زیرِ نظر مسئلے سے گزشتہ مسئلہ یعنی نمبر ۲۳) مگر فقہ حنفیہ ہے کہ امام کو آمین کہنے سے روک رہی ہے۔

چنانچہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد امام محمد آمین کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آمین کہیں لیکن

فاما ابو حنیفة فقال یؤمن من خلف الامام و لا یؤ من الامام.

[مؤطا امام محمد ص ۱۰۵]

''امام ابوحنیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین کہے اور امام آمین نہ کہے۔''

اب حنفی دوستو تم خود ہی بتاؤ کہ فرمانِ پیغمبر ﷺ پر عمل کرو گے یا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے منہ پھیر کر فقہ کے لایعنی اور بے دلیل مسائل کو اپناؤ گے۔

۲۵:۔ قبل الرکوع رفع یدین

گزشتہ اوراق میں آپ نے نبی کریم ﷺ کی نماز کے قیام کا نقشہ دیکھا ہے اور ساتھ ہی حنفی قیام بھی آپ کی نظروں سے گزرا ہے۔ اب قیام کے بعد رکوع ہے رکوع میں جانے کا ایک محمدی طریقہ ہے اور ایک حنفی طریقہ۔ پہلے آپ محمدی طریقہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رأیت رسول اللہ ﷺ اذا قام فی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکونا حذو منکبیہ و کان یفعل ذالک حین یکبر للرکوع و یفعل ذالک اذا رفع رأسہ من الرکوع و یقول سمع اللہ لمن حمدہٗ و لا یفعل ذالک فی السجود.

[بخاری ج ۱، ص ۱۰۲، کتاب الاذان باب رفع الیدین اذا کبر و اذا رکع و اذا رفع، مسلم ۱/ ۱۶۸، ابوداؤد ۱/ ۱۰۶، ترمذی ۱/ ۵۹، نسائی ۱/ ۱۲۳، ابن ماجہ ص ۶۱، دارمی ص ۱/ ۲۲۹]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک بلند کیا اور اسی طرح کیا آپ نے جب رکوع کے لئے تکبیر کہی اور اسی طرح کیا جب رکوع سے سر اٹھایا اور کہتے تھے ''سمع اللہ لمن حمدہ'' اور آپ نے اس طرح سجدوں میں نہیں کیا۔ (یعنی رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کی ہے اور سجدوں میں نہیں کی)''

یہ تھا رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔ مگر فقہ حنفیہ واضح طور پر محمدی نماز ادا کرنے سے (یعنی رفع یدین کے ساتھ) روکتی ہے۔

چنانچہ فقہ حنفیہ کی ام الکتب کتاب ہدایہ میں لکھا ہے

ولا یرفع یدیہ اِلاّ فی التکبیرۃ الاولی.

[ہدایہ ج ۱ ص ۱۱۰، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، موطا امام محمد ص ۹۱، قدوری ص ۴۲]

''یعنی تکبیر اُولیٰ کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہ کی جائے''

حنفی دوستو غور کرو ایک طرف رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے اور ایک طرف فقہ حنفیہ ہے اب آپ کی مرضی ہے کہ حدیث پر عمل کر کے سنت رسول اللہ ﷺ کو اپناتے

ہوئے رفع یدین کر کے رکوع میں جائیں یا پھر فقہ حنفیہ پر عمل کر کے سنت رسول ﷺ کے دشمن بن جائیں۔

۲۶:۔رکوع میں اطمینان

قارئین اب تک آپ رکوع میں جا چکے ہیں اب رسول اللہ ﷺ کے رکوع کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں۔ بخاری شریف میں رسول اللہ ﷺ کے رکوع کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے رکوع، سجوذ قیام، قعود تقریباً برابر برابر ہوتے تھے اسی طرح دوسری کتب میں بالصراحت رسول اللہ ﷺ کے رکوع کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ مگر میں اس مقام پر صرف وہی ایک روایت نقل کرتا ہوں جس کو صاحبِ ہدایہ نے بھی اپنے خلاف امام شافعی کی دلیل بنا کر ہدایہ میں نقل کیا ہے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ فرد علیہ النبی ﷺ فقال ارجع فصل فانک لم تصل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ فرد علیہ النبی ﷺ فقال ارجع فصل فانک لم تصل ثلثا فقال والذی بعثک بالحق ما احسن غیرہ فعلمنی فقال اذا قمت الی الصلوۃ فکبر ثم اقرأ ما تیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا ثم اسجد حتی تطمئن ساجد اثم افعل ذلک فی صلوتک کلھا.

[بخاری ج ۱ ص ۱۰۹، کتاب الاذان باب امر النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعہ بالاعادۃ، مسلم ص ۱/۱۷۰،

ابوداؤد ص ۱/۱۰۶' ترمذی ص ۱/۶۷-۶۱' ابن ماجہ ص ۶۲' دارمی ص ۱/۲۴۸]

"کہ بیشک رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو ایک آدمی مسجد میں آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ واپس لوٹ جا اور نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز پڑھی ہی نہیں اس طرح تین مرتبہ ہوا (جب تیسری مرتبہ آپ نے اس کو نماز پڑھنے کا حکم دیا) تو وہ کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے مجھے اس سے اچھی نماز پڑھنا آتی ہی نہیں لہذا آپ مجھے نماز پڑھنا سکھا دیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر تحریمہ کہہ پھر جو تجھے قرآن مجید سے میسر ہو وہ قرأت کر پھر رکوع کر حتی کہ تو رکوع کی حالت میں مطمئن ہو جائے پھر رکوع سے سر اٹھا حتی کہ تو سیدھا کھڑا ہو جائے تو پھر اطمینان کی حالت میں سجدہ کر پھر طمانیت کے ساتھ جلسہ میں بیٹھ پھر اطمینان کے ساتھ دوسرا سجدہ کر پھر اپنی تمام نماز میں اسی طرح کر۔"

قارئین یہ روایت کس قدر واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابی کو اطمینان سے رکوع وغیرہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں آپ فرماتے ہیں کہ تو نے نماز پڑھی ہی نہیں مگر فقہ حنفیہ ہے کہ قوم کو اطمینان سے چھٹی کا درس دیتی ہے۔ چنانچہ فقہ کی معتبر کتاب فتاوٰی عالمگیری میں لکھا ہے:

فان ترک الطمانية تجوز صلوته.

[فتاوٰی عالمگیری ص ۱/۷۴' ہدایہ ص ۱/۱۰۶]

"یعنی اگر اطمینان سے رکوع نہ کرے تب بھی اس کی نماز ہو جائے گی۔"

اور صاحب ہدایہ نے صاف لکھا ہے کہ رکوع میں طمانیت فرض نہیں ہے اور ساتھ ہی امام شافعی کا مذہب بیان کیا ہے کہ وہ اس کو فرض مانتے ہیں اور پھر لطف کی

بات یہ ہے کہ ساتھ ہی مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ بھی نقل کر دیئے ہیں کہ امام شافعی کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان (کہ دوبارہ نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی) بھی نقل کر دیا ہے۔

قارئین آپ ہدایہ کی جلد نمبر ا کا صفحہ نمبر ۱۰۶ نکالیں اس میں لکھا ہے کہ رکوع میں طمانیت فرض نہیں ہے۔ کہو حنفی بھائیو! اب بتلاؤ رسول اللہ ﷺ تو حکم دیں کہ رکوع میں طمانیت اپناؤ اور ہم کہیں کہ ہم نہیں اپناتے کیونکہ یہ فرض نہیں ہے کیا یہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور گستاخی نہیں ہے فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کو مان کر اطمینان سے رکوع کرنا ہے یا پھر معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف فرض نہ ہونے کی پھبتی کسنی ہے۔

لایا تو ہے نصیب ہمیں کوئے یار تک
دیکھیں گزر ہو یا نہ ہو اس گلعزار تک

۲۷:۔ بعد الرکوع رفع یدین

قارئین اب آپ نے رکوع کرنے کے بعد دوبارہ کھڑے ہونا ہے اس میں ایک طریقہ ہے رسول اللہ ﷺ کا ایک ہے فقہ حنفی کا بتایا ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کا طریقہ آپ صحابی رسول ﷺ کی زبانی سنیئے فرماتے ہیں:

رأیت رسول اللہ ﷺ اذا قام فی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکونا حذو منکبیہ و کان یفعل ذالک حین یکبر للرکوع و یفعل ذالک اذا رفع راسہ من الرکوع و یقول سمع اللہ لمن حمدہ و لا یفعل ذالک فی السجود.

[بخاری ج ا ص ۱۰۲، کتاب الاذان باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع، مسلم ص ا/ ۱۶۸، ابوداؤد ص ا/ ۱۰۶، ترمذی ص ا/ ۵۹، نسائی ص ا/ ۱۲۳، ابن ماجہ ص ۶۱، دارمی ص ا/ ۲۲۹]

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے برابر رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور آپ سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔"

قارئین یہ ہے رسول اللہ ﷺ کے رکوع سے اٹھنے کا طریقہ کہ آپ رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے تھے۔ مگر فقہ حنفیہ اس کی مخالفت کرتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

ولا یرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولیٰ.

[ہدایہ ج۱ ص ۱۱۰، کتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ' مؤطا امام محمد ص ۹۱' قدوری ص ۴۲]

"یعنی تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع یدین نہ کی جائے۔"

قارئین حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور فقہ حنفیہ بھی۔ اب فیصلہ تو حنفی دوست ہی کر سکتے ہیں کہ حدیث پر عمل کرنا چاہیئے یا پھر فقہ حنفیہ پر۔

۲۸:۔ رکوع کے بعد قومہ کا حکم

امام الانبیاء' امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جہاں دوسری نماز سکھائی ہے وہاں رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونے کا بھی حکم دیا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نماز سکھاتے ہوئے فرمایا تھا۔

ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما.

[بخاری ج۱ ص ۱۰۹، کتاب الاذان باب امراء النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعه بالاعادۃ' مسلم ص ۱/۱۷۰' ابوداؤد ص ۱/۱۰۶' ترمذی ص ۱/۶۷-۶۱' دارمی ص ۱/۲۴۸' ابن ماجہ ص ۶۲]

"کہ تو رکوع کر حتی کہ تو رکوع کی حالت میں مطمئن ہو جائے پھر رکوع سے سر اٹھا حتی کہ تو سیدھا کھڑا ہو جائے (یہ حدیث مسئلہ نمبر ۲۶ میں مکمل گزر چکی ہے۔)"

یہ بھی حدیث خیر الانام ﷺ جس میں قومہ کا حکم دیا جا رہا ہے مگر فقہ حنفی کہتی ہے

وا ما الاستواء قائما فلیس بفرض

[ہدایہ ج ۱ ص ۱۰۷، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ]

''رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا (یعنی قومہ کرنا) کوئی فرض نہیں ہے۔''

حنفی دوستو ایک طرف رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے اور دوسری طرف فقہ حنفیہ ہے۔ اب آپ خود بتائیں کہ آپ حدیث پر عمل کریں گے یا پھر اس کے خلاف فقہ پر۔

۲۹:۔ سجدہ میں طمانیت

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو نماز سکھاتے ہوئے فرمایا تھا:

ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً.

[بخاری ج ۱ ص ۱۰۹، کتاب الاذان باب النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعہ بالاعادۃ، مسلم ص ۱/ ۱۷۰، دارمی ۱/ ۲۴۸، ابوداؤد ص ۱/ ۱۰۶، ترمذی ص ۱/ ۶۷۔ ۶۱، ابن ماجہ ص ۶۲]

''اطمینان کی حالت میں سجدہ کر (تفصیلی واقعہ مسئلہ نمبر ۲۶ میں گزر چکا ہے)''

لیکن فقہ حنفی کہتی ہے:

و اما الاستواء قائما فلیس بفرض و کذاالجلسة بین السجدتین و الطمانیة فی الرکوع و السجود.

[ہدایہ ج ۱ ص ۱۰۷، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ]

''جس طرح قومہ فرض نہیں اسی طرح جلسہ اور رکوع اور سجدہ میں اطمینان بھی فرض نہیں۔''

قارئین غور کرو نماز کا وہ کون سا رکن ہے جو حنفی دوست رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے خلاف ادا نہیں کرتے۔ حنفی دوستو خدا کے لئے اب وقت ہے باز آ جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت چھوڑ کر دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہو جاؤ کہ اسی میں

دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

۳۰:۔ دوسجدوں کے درمیان بیٹھنا

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس صحابی کو (جس کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے) نماز سکھاتے ہوئے فرمایا تھا:

ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع حتى تطمئن جالسا ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا.

[بخاری، ج ا ص ۱۰۹، کتاب الاذان باب امر النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعہ بالاعادۃ، مسلم ص ۱/۱۷۰، نسائی ص ۱/۱۵۴، دارمی ص ۱/ ۲۴۸، ابوداؤد ص ۱/ ۱۰۶، ترمذی ص ۱/ ۶۷۔۶۱، ابن ماجہ ص ۶۲]

"کہ رکوع، قومہ کرنے کے بعد پھر اطمینان کی حالت میں سجدہ کر پھر اپنے سر کو سجدہ سے اٹھا یہاں تک کہ تو اطمینان سے بیٹھ جائے اور پھر (دوسرا) سجدہ کر۔"

قارئین یہ حدیث تفصیل سے مسئلہ نمبر ۲۶ میں گزر چکی ہے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان پڑھ لیا کہ دوسجدوں کے درمیان بیٹھنا ضروری ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔ مگر فقہ حنفی کہتی ہے۔

اما الا ستواء قائما فليس بفرض و كذا الجلسة بين السجدتين.

[ہدایہ، ج ا ص ۱۰۷، کتاب الصلوۃ، باب صفۃ الصلوۃ۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۱/ ۷۵]

"یعنی جس طرح قومہ فرض نہیں ہے اسی طرح دوسجدوں کے درمیان بیٹھنا بھی ضروری نہیں۔"

اب کہو حنفی بھائیو کہ فرمانِ پیغمبر ﷺ کے موتی کو اپنی زینت بناؤ گے یا پھر فقہ کے لایعنی اور خلاف حدیث مسائل کو اپنا کر سنت رسول ﷺ کے مخالفین کی صف میں کھڑے ہوں گے؟

۳۱:۔جلسہٴ استراحت

نماز کے ہر ایک رکن کو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق ادا کرنے کا حکم ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے اور پھر ہادی کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے خود فرمایا ہے کہ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔تو رسول اللہ ﷺ جب ایک رکعت پڑھ لیتے تو دوسری رکعت میں کھڑے ہونے سے پہلے کچھ دیر بیٹھتے اسے جلسہ استراحت کہتے ہیں۔ چنانچہ صحابی رسول ﷺ کی زبانی سنیئے۔حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

انه رأى النبی ﷺ یصلی فاذا کان فی و تر من صلوته لم ینهض حتی یستوی قاعدا. [بخاری ج۱ص۱۱۳،کتاب الاذان باب من استویٰ قاعدا فی وتر من صلوتہ ثم نھض، ابوداؤد ص۱/۱۲۳، ترمذی ص۱/۶۴، نسائی ص۱/۱۳۶]

"کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جب بھی آپ اپنی طاق رکعت (یعنی ایک یا تین) پڑھتے تو اس وقت تک (دوسری یا چوتھی رکعت کے لئے) نہ اٹھتے جب تک (ایک دفعہ) سیدھے بیٹھ نہ جاتے۔"

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ پیغمبر ﷺ کی جلسہ استراحت والی سنت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ لوگو! جلسہ استراحت سنت ہے۔مگر فقہ حنفی ہے کہ اسے ماننے کے لئے تیار ہی نہیں۔چنانچہ فقہ حنفیہ کی امہات الکتب میں لکھا ہے۔

واستوىٰ قائما علی صدور قدمیه ولا یقعد. [ہدایہ ج۱ص۱۱۰،کتاب الصلوۃ،باب صفۃ الصلوۃ، شرح وقایہ ص۱/۱۲۹، فتاویٰ عالمگیری ص۱/۷۵، منیۃ المصلی ص۱۳۲]

"یعنی سجدہ کرنے کے بعد اپنے قدموں پر سیدھا کھڑا ہو جائے اور بیٹھے نہ (یعنی جلسہٴ استراحت نہ کرے)

اب حنفی دوستو تم خود ہی جواب دو کہ کیا فقہ حنفیہ نے جلسہ استراحت

سے چھٹی کرا کر رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کا درس تو نہیں دیا۔ اگر بات اسی طرح ہے اور یقیناً اسی طرح ہے تو پھر آپ کو اہل سنت کہلانا چھوڑ دینا چاہئے۔ آپ کی حقیقت تو اس وقت آشکار ہو جاتی ہے۔ جب سنت آپ کے افعال میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ میں تو آپ کے بارے میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں۔"

بھرم کھل جائے ظالم تیرے قامت کی درازی کا
اگر اس طرہ پُر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

۳۲:۔ دوسری رکعت میں کھڑے ہونے کے وقت اعتماد علی الارض

قارئین اوپر آپ نے جلسہ استراحت کے متعلق پڑھا ہے اب تک ایک رکعت پڑھ لی۔ جلسہ استراحت بھی کر لیا اب سوال ہے کہ دوسری رکعت کے لئے کس طرح اٹھا جائے تو اس سوال کا جواب صحابی رسول اللہ ﷺ ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الا احدثکم عن صلوۃ رسول اللہ ﷺ فیصلی فی غیر وقت صلوٰۃ فاذا رفع راسہ من السجدۃ الثانیۃ فی اول الرکعۃ استوی قاعدا ثم قام فاعتمد علی الارض.

[نسائی ج ا ص ۱۳۶، کتاب الافتتاح، باب الاعتماد علی الارض عند النھوض؛ بخاری ص ا/۱۱۴]

"کہ کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ بتاؤں تو آپ نے بغیر وقت کے نماز ادا کی جب پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر کو اٹھایا تو جلسہ استراحت کیا پھر زمین پر اعتماد (یعنی ہاتھوں کو زمین پر رکھتے ہوئے ہاتھوں پر وزن ڈال کر) کرتے ہوئے (دوسری رکعت کے لئے) کھڑے ہوئے۔"

قارئین یہ روایت کس قدر واضح ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے۔ مگر فقہ حنفی نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے اس مبارک فعل سے بھی روک دیا۔ چنانچہ فقہ کی امہات الکتب میں لکھا ہے۔

واستوی قائما علی صدور قدمیہ ولا یقعد و لا یعتمد بیدیہ علی الارض. [ہدایہ ج۱ص۱۱۰، کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ، شرح وقایہ ص۱/ ۱۶۹، فتاوی عالمگیری ص۱/ ۷۵، منیۃ المصلی، ص۱۳۲]

"یعنی (دونوں سجدے کرنے کے بعد) اپنے قدموں کے پنجوں پر ہی کھڑا ہو جائے نہ ہی جلسہ استراحت کے لئے بیٹھے اور نہ ہی اپنے ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائے۔"

قارئین میں تو اس سوچ میں گم ہوں کہ وہ کون سا مسئلہ ہے جو احناف نے رسول اللہ ﷺ کے حکم یا فعل کے خلاف ایجاد نہیں کیا اور نہ جانے حنفی دوست کس جرأت سے یہ دعویٰ کر دیتے ہیں؟ کہ فقہ حنفی تو قرآن و حدیث کا نچوڑ ہے۔ اور قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے فقہ حنفیہ پڑھنا ضروری ہے۔

قارئین فقہ حنفی پڑھ کر قرآن و حدیث کو سمجھنا تو دور کی بات ہے میں کہتا ہوں۔ اگر آدمی کا صرف یہی عقیدہ باقی رہ جائے کہ قرآن و حدیث حجت ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔

ورنہ جس نے فقہ حنفی کو آنکھیں بند کر کے قبول کیا ہے پھر وہ قرآن میں تحریف کے لئے بھی تیار ہو گیا۔ اور تقلید کے لبادے میں واضح الفاظ میں فرمان پیغمبر ﷺ کو تسلیم کرنے سے بھی انکار کر گیا۔ (تفصیل پیچھے گزر چکی ہے) مذکورہ بالا مسئلے میں بھی صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ ہمارا مذہب امام شافعی کے مذہب کے

خلاف ہے کیونکہ امام شافعی اعتماد علی الارض کے قائل ہیں اور امام شافعی کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی اعتماد علی الارض کیا کرتے تھے اور اس پر مزید لطف یہ ہے کہ اسی مقام پر ہدایہ میں بین السطور یہ لکھا ہے کہ یہ روایت امام بخاری کی روایت کردہ ہے۔

اب حنفی دوست خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا امام شافعی کی مخالفت کی آڑ میں فرمانِ پیغمبر ﷺ کا انکار کر دینا ہے یا تقلیدی دلدل سے نکل کر سنت محمدی کے صراط مستقیم پر گامزن ہونا ہے۔

۳۳۔دو رکعتوں کے بعد رفع یدین

قارئین جب دوسری رکعت پڑھی جائے گی تو پھر آپ نے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونا ہے تو اس کے لئے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیئے۔امام نافع بیان کرتے ہیں کہ:

ان ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوۃ کبر و رفع یدیه و اذا رکع رفع یدیه و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع یدیه و اذا قام من الرکعتین رفع یدیه و رفع ذالک ابن عمر الی النبی ﷺ .

[بخاری ج ۱ ص ۱۰۲، کتاب الاذان، باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین، ابوداؤد ص ۱/۱۰۶، نسائی ص ۱/۱۳۹، ابن ماجہ ص ۶۲]

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے رفع یدین کرتے اور اس حدیث کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ تک مرفوع بیان کیا ہے (یعنی عبداللہ بن عمرؓ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے)“

اس حدیث سے کس طرح اظہر من الشمس ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے۔

مگر فقہ حنفی اس کا بھی انکار کرتی ہے چنانچہ فقہ حنفیہ کی کتب میں لکھا ہے۔

ولا یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولیٰ.

[ہدایہ ج ۱ ص ۱۱۰، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، مؤطا امام محمد ص ۹۱، قدوری ص ۴۲]

''یعنی تکبیر اولی کے علاوہ رفع یدین نہ کی جائے۔''

اب غور کرو حنفی دوستو ایک طرف رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے کہ آپ تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے اور ایک طرف فقہ حنفی ہے کہ اس سے روکتی ہے اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ سنت خیر الانام ﷺ کو اپنانا ہے یا سنت کی مخالفت کر کے فقہ حنفی کو اپنانا ہے؟

۳۴:۔ تشہد میں تورک

قارئین احناف کی نماز کا ایک ایک مسئلہ حدیث کے خلاف ہے مگر اختصار کے ساتھ چند ایک کا ذکر کر رہا ہوں کیونکہ اصل مقصد صرف فقہ حنفی کا اصل چہرہ دکھانا ہے کہ یہ لوگ اہل سنت والجماعت کے لبادے میں سنت رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب تین یا چار رکعت ادا فرماتے تو آپ کا تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ مختلف ہوتا مثلاً پہلے تشہد میں اور طریقہ اور دوسرے تشہد میں دوسرا طریقہ۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابوحمید الساعدی دس ۱۰ اصحابہ کرام کی موجودگی میں فرماتے ہیں:

انا کنت احفظکم لصلوٰۃ رسول اللہ ﷺ رأیتہ اذا کبر جعل یدیہ حذو منکبیہ و اذا رکع امکن یدیہ من رکبتیہ ثم ھصر ظھرہ فاذا رفع رأسہ استویٰ حتی یعود کل فقار مکانہ و اذا

سجد وضع یدیه غیر مفترش و لا قابضهما و استقبل با طراف اصابع رجلیه القبلة فاذا جلس فی الرکعتین جلس علی رجله الیسریٰ و نصب الیمنیٰ فاذا جلس فی الرکعة الاخرة قدم رجله الیسریٰ و نصب الاخریٰ و قعد علی مقعدته.

[بخاری ج ۱ ص ۱۱۴، کتاب الاذان، باب سنة الجلوس فی التشهد' ابوداؤد ص ۱/ ۱۳۸' ترمذی ص ۱/ ۶۷]

''کہ میں تم سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کی زیادہ حفاظت کرنے والا ہوں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ جب آپ تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے برابر کرتے اور جب رکوع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھتے اور کمر کو سیدھا کرتے اور جب اپنے سر کو اٹھاتے (رکوع سے) تو سیدھے کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ تمام ہڈیاں اپنی جگہ پر لوٹ آتیں اور جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اس طرح رکھتے کہ نہ تو وہ کھلے ہوتے تھے اور نہ بند۔ اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کے کناروں کو قبلہ رخ کر لیتے اور جب دو رکعتوں کے بعد (یعنی پہلے تشہد میں) بیٹھتے تو اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں کو (دائیں پنڈلی کے نیچے سے) آگے نکال لیتے اور دوسرا (یعنی دایاں پاؤں) کھڑا کر کے اپنی پیٹھ پر بیٹھتے تھے۔''

یہ تھا رسول اللہ ﷺ کا نماز میں آخری تشہد بیٹھنے کا طریقہ کہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے بایاں پاؤں دائیں پنڈلی کے نیچے سے باہر نکال کر بائیں ران پر بیٹھتے تھے جس طرح کہ آج اہل حدیث آخری تشہد میں بیٹھتے ہیں یہ رسول اللہ ﷺ کی ہی سنت ادا کرتے ہیں۔ مگر فقہ حنفی نے صاف صاف اس سنت پر عمل کرنے سے روک دیا ہے۔

چنانچہ لکھا ہے۔

وجلس في الاخيرة كما جلس في الاولىٰ.

[ہدایہ ج ۱، ص ۱۱۴، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، شرح وقایہ ص ۱/ ۱۷۰، فتاویٰ عالمگیری ص ۱/ ۷۶،

منیۃ المصلی، ص ۱۳۴، قدوری ص ۴۲]

''یعنی جس طرح نماز پڑھنے والا پہلے تشہد میں بیٹھتا ہے اسی طرح آخری تشہد میں بھی بیٹھے۔''

اب کہو حنفی دوستو کیا اب بھی ابھی تک سمجھ نہیں آئی کہ فقہ حنفی کے بہت سارے مسائل قرآن وحدیث کے خلاف ہیں اور کیا اب بھی فقہ پر عمل کرتے ہوئے دونوں تشہد ایک طرح بیٹھ کر سنت رسول ﷺ کی مخالفت کرو گے یا پھر سنت رسول ﷺ پر عمل کر کے تقلیدی لعنت سے نجات حاصل کرو گے۔

۳۵:۔ پہلے تشہد میں درود

ناطقِ وحی امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنی دو رکعت سے زیادہ والی نماز میں پہلے تشہد میں بھی درود شریف پڑھا کرتے تھے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ایک طویل حدیث میں) فرماتی ہیں:

كنا نعد لرسول الله ﷺ سواكه و طهوره فيبعثه الله ما شاء الله ان يبعثه من الليل فيتسوك و يتوضأ ثم يصلي تسع ركعات لا يجلس فيهن الا عند الثامنة فيدعوا ربه و يصلي على نبيه ثم ينهض و لا يسلم ثم يصلي التاسعة فيقعد ثم يحمد ربه و يصلي على نبيه و يدعو ثم يسلم تسليمة يسمعنا......الخ

[بیہقی ص ۲/ ۲۰۰، باب فی قیام اللیل۔ نسائی ص ۱/ ۲۰۲]

''یعنی رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھتے اور مسواک اور وضو کرنے کے بعد نو

رکعت نماز پڑھتے۔صرف آٹھویں رکعت میں بیٹھتے اللہ تعالیٰ کے نبی پر درود پڑھتے دعا کرتے اور بغیر سلام پھیرے کھڑے ہو جاتے پھر نویں رکعت پڑھتے تو تشہد میں حمد باری تعالیٰ اور درود علی نبیہ کے بعد دعا کرتے پھر سلام پھیرتے......الخ''

قارئین اس حدیث میں صاف طور پر موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہلے تشہد میں درود پڑھتے تھے مگر فقہ حنفی کی سنیئے کیا کہتی ہے؟ لکھا ہے:

ولا یزید علی هذا فی القعدة الاولیٰ.

[ہدایہ ص ۱/۱۱۳' باب صفۃ الصلوۃ' شرح وقایہ ص ۱/۱۷۰' قدوری ص ۴۲]

''یعنی پہلے قعدہ (تشہد) میں ''التحیات للہ والصلوٰت...... اشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ'' سے زیادہ نہ پڑھا جائے''

قارئین غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ تو پہلے تشہد میں درود شریف پڑھیں اور فقہ حنفیہ اس سے منع کرے۔اسی پر ہی بس نہیں بلکہ شرح وقایہ باب سجود السھو میں لکھا ہے:

روی عن ابی حنیفة ان من زاد علی التشهد الاوّل حرفا یجب علیه سجود السهو......الخ

[شرح وقایہ ص ۱/۲۲۰' فتاوٰی عالمگیری ص ۱/۱۲۷]

''یعنی امام ابوحنیفہ سے یہ روایت کی گئی ہے کہ اگر پہلے تشہد میں ''**التحیات للّٰہ والصلوٰت...... واشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ**'' سے ایک حرف بھی زیادہ پڑھے گا تو سجدہ سھو لازم آئے گا۔

آگے لکھتے ہیں کہ یہ بھی روایت ہے کہ اگر ''**اللھم صلی علی محمد**'' تک پڑھ لے تو سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا۔یعنی اگر اتنا پڑھ لے تو لازم نہیں اور اگر مکمل

درود پڑھے گا تو سجدہ سہو لازم آجائے گا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

حنفی دوستو اب تم خود ہی بتاؤ کہ کیا آپ سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتے ہوئے پہلے تشہد میں درود پڑھیں گے یا پھر فقہ پر عمل کرتے ہوئے بھولے سے پڑھنے سے بھی سجدہ سہو ادا کریں گے؟

۳۶:۔ سلام کے بدلے گوز

قارئین گزشتہ اوراق میں آپ اختصار کے ساتھ محمدی نماز اور حنفی نماز کے متعلق کچھ جان چکے ہیں۔ اب آپ نے نماز سے فارغ ہونا ہے تو سوال ہے کہ کیا اس میں بھی رسول اللہ ﷺ اور احناف کے طریقے میں فرق ہے۔ آیئے ملاحظہ فرمائیں:

ام المومنین صدیقہ کائنات حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہؓ بیان فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ یستفتح الصلوٰۃ بالتکبیر و القراۃ بالحمد للہ رب العلمین و کان اذا رکع لم یشخص رأسه و لم یصوبه و لکن بین ذالک و کان اذا رفع راسه من الرکوع لم یسجد حتی یستوی قائما و کان اذا رفع راسه من السجدۃ لم یسجد حتی یستوی جالسًا و کان یقول فی کل رکعتین التحیۃ و کان یفرش رجله الیسری و ینصب رجله الیسری و کان ینهیٰ عن عقبۃ الشیطان و ینهی ان یفترش الرجل ذراعیه افتراش السبع و کان یختم الصلوٰۃ بالتسلیم.

[مسلم، ج ا، ص ۱۹۴، کتاب الصلوٰۃ، ابوداؤد ص ا/۱۴۳، ترمذی ص ا/۶۵، نسائی ص ا/۱۵۵، ابن ماجہ ص ۶۵، دارمی ص ا/۲۵۲، دارقطنی ص ا/۳۵۹، باب مفتاح الصلوٰۃ الطہور]

''کہ رسول اللہ ﷺ نماز کو تکبیر سے اور قرأۃ کو الحمد للہ رب العلمین سے شروع کرتے اور جب رکوع کرتے تو نہ ہی اپنے سر کو زیادہ جھکاتے اور نہ ہی بلند رکھتے بلکہ اس کے درمیان (یعنی سیدھا) رکھتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس وقت تک دوسرا سجدہ نہ کرتے جب تک سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے۔ اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اس وقت تک دوسرا سجدہ نہ کرتے جب تک کہ سیدھے بیٹھ نہ جاتے اور ہر دو رکعتوں کے بعد تشہد بیٹھتے اور اپنے بائیں پاؤں کو بچھا لیتے اور دائیں کو کھڑا کر لیتے اور شیطان کے بیٹھنے سے منع فرماتے تھے اور اس بات سے بھی منع فرماتے تھے کہ آدمی درندے کی طرح کہنیاں بچھا کر بیٹھے اور (رسول اللہ ﷺ) سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرتے تھے۔''

قارئین حدیث کے آخری الفاظ پر غور کریں اور پھر بیان بھی کر رہی ہیں آنحضرت ﷺ کی رفیقہ حیات اور ام المؤمنین کہ رسول اللہ ﷺ سلام کے ساتھ نماز کا اختتام فرماتے تھے۔ اور ترمذی اور دار قطنی میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ ''تحلیلھا التسلیم'' کہ آدمی نماز سے فارغ ہی سلام کے ساتھ ہوتا ہے۔ مگر آیئے فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب ہدایہ کی ورق گردانی کیجئے۔ باب الحدث فی الصلوٰۃ پہلی جلد کا صفحہ نمبر ۱۳۰ اور سطر نمبر ۵ کے آخری الفاظ آپ کو نظر آئیں گے کہ:

و ان تعمدت الحدث فی ھذہ الحالۃ او تکلم او عمل عملاً ینا فی الصلوٰۃ تمت صلوٰتہ.

[ہدایہ ج ۱، ص ۱۳۲، کتاب الصلوٰۃ، باب الحدث فی الصلوٰۃ، شرح وقایہ ص ۱/ ۱۸۵، منیۃ المصلی ص ۱۲۳]

''اور اگر تشہد کی حالت میں جان بوجھ کر حادث ہو جائیں (یعنی پاخانے کی جگہ سے زور لگا کر ہوا نکال دے) یا پھر کلام کرے یا کوئی بھی ایسا کام

کرے جو نماز میں کرنا جائز نہیں (میں ان کاموں کی تفصیل عرض نہیں کرتا آپ خود ہی سمجھ جائیں گے یاولی الالباب) تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ہدایہ کے مذکورہ بالا صفحہ پر ہی مذکورہ عبارت سے پہلے لکھا ہے کہ اگر تشہد میں آدمی کا وضو خود بخود ٹوٹ جائے (یعنی جان بوجھ کر نہ توڑے بلکہ خود ہی ٹوٹ جائے) تو وہ آدمی وضو کرے اور پھر سلام پھیرے اور نماز سے فارغ ہو جائے کیونکہ سلام پھیرنا (نماز کے آخر میں) واجب ہے۔''

قارئین ان تقلیدی مرض کے بیمار فقیہوں کی فقاہت کا اندازہ لگائیں کہ اگر وضو خود بخود ٹوٹ گیا ہے تو پھر دوبارہ وضو کر کے نماز مکمل کرنا پڑے گی۔ لیکن اگر نمازی آدمی نے جان بوجھ کر وضو توڑا ہے تو نہ وضو کرنے کی ضرورت ہے نہ نماز دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے بلکہ اس کی وہ نماز مکمل ہو جائے گی۔ (فیاللعجب)

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی

حنفی دوستوں سے ایک گزارش

اب تو یہ حنفی دوست ہی بتائیں گے کہ کیا رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر نماز سے فارغ ہوں گے یا فقہ کے اس فضول فتوے پر عمل کرتے ہوئے تشہد کی حالت میں جان بوجھ کر زور سے گوز مار کر نماز کو خیر باد کہیں گے۔

لیکن میں اپنے ان مخلص حنفی دوستوں سے کہ جنہیں فقہ حنفی کے ان اخلاق سے بعید مسائل کا علم ہی نہیں اور نہ ہی انہیں کسی حنفی مولوی نے بتایا ہے کہ بھائی اس طرح بھی نماز ہو جائے گی میں ان کی خدمت میں یہ گزارش ضرور کروں گا کہ اب صحیح بات کا علم ہو جانے کے بعد آپ ایسی فقہ کے کانٹوں سے دامن کو بچا کر قرآن وحدیث

کے پھولوں سے اپنے قلوب واذہان کو معطر کریں کہ نجات کا دارومدار اسی پر ہے۔

۳۷:۔امامت کی شرائط

قارئین گزشتہ اوراق میں میں نے احناف کی نماز سے متعلقہ چند مسائل پیش کئے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی نماز کے خلاف ہیں اور کچھ جان بوجھ کر میں نے نظر انداز کر دیئے ہیں کہ تفصیل عرض کرنا مقصود نہیں صرف تقلید کی آڑ میں دشمنانِ سنتِ پیغمبر آخر الزمان ﷺ کا تعارف مقصود ہے اب آیئے میں آپ کے سامنے نماز باجماعت کے چند مسائل پیش کرتا ہوں جو حنفی مذہب کے رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہیں ۔ ان میں سردست مسئلہ ہے امام کا کہ امام کیسا ہونا چاہیئے ۔ چنانچہ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

قال رسول اللہ ﷺ یؤمّ القوم اقرء ھم لکتاب اللہ فان کانوا فی القرأۃ سواء فاعلمھم بالسنۃ فان کانوا فی السنۃ سوأء فاقد مھم ھجرۃ فان کانوا فی الھجرۃ سوآء فاقد مھم سلماً و لا یؤمن الرجل الرجل فی سلطانہٖ و لا یقعد فی بیتہٖ علی تکرمتہٖ الا باذنہٖ.

[مسلم ج ۱، ص ۲۳۶، کتاب المساجد باب من احق بالامامۃ' ابوداؤد ص ۱/۸۶' ترمذی ص ۱/۵۵' نسائی ص ۱/۹۰' ابن ماجہ ص ۱/۶۹]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قوم کی امامت وہ آدمی کرائے جو کتاب اللہ کو زیادہ پڑھنے والا ہو پس اگر وہ (یعنی قوم کے لوگ) قرأت میں برابر ہوں تو پھر وہ آدمی جماعت کرائے جو سنت کا علم زیادہ رکھتا ہے اگر وہ سب سنت کے علم میں بھی برابر ہوں تو پھر وہ آدمی جماعت کرائے جس نے ہجرت پہلے کی ہو اگر وہ ہجرت کرنے میں بھی سب برابر ہوں تو پھر وہ جماعت کرائے جو مسلمان پہلے ہوا ہے اور کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی امامت

اس کی سلطنت میں نہ کرائے اور نہ ہی اس کے گھر میں بغیر اس کی اجازت کے اس کی (خاص) عزت والی جگہ پر ہی بیٹھے (بعض روایات میں "فاقد مھم سلماً" کی جگہ "فاقدمھم سِنًّا" کے الفاظ ہیں کہ جو عمر میں بڑا ہو وہ جماعت کرائے۔) یہ تھا فرمانِ پیغمبر ﷺ جو آپ نے پڑھا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے صاف فرمایا کہ فلاں فلاں شرائط والا آدمی (قرآن کا قاری، سنت کا عالم، مہاجر، مسلمان) امام بن سکتا ہے اس حدیث میں جو کہ صحیح حدیث ہے اور مسلم میں موجود ہے اور یہ الفاظ بھی مسلم کے ہیں اس میں امام کی صرف چار شرائط بیان کی گئی ہیں۔ مگر فقہ حنفی نے ان چار پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان چار سے بڑھا کر کسی نے تو دس بیان کی ہیں (مثلاً تنویر الابصار) اور کسی نے اکیس تک بیان کی ہیں۔ میں علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کی بجائے اختصار کی وجہ سے ان اکیس کو اکٹھی ہی ذکر کر دیتا ہوں۔"

چنانچہ ردالمختار علی درالمختار میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

والاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلوٰة ثم الاحسن تلاوة للقراة ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقاً ثم الاحسن وجهاً ثم اصبحهم اى اسمحهم و جها ثم اكثرهم حسبًا ثم الاشرف نسبًا ثم الاحسن صوتاً ثم الاحسن زوجة ثم الاكثر مالاً ثم الاكثر جاهاً ثم الانظف ثوبًا ثم الاكبر رأسا والاصغر عضواً ثم المقيم على المسافر ثم الحر الاصلى على العتيق ثم المتيمم عن حدث على المتيمم عن جنابة فان استووا يقرع اوالخيار الى القوم.

[ردالمختار علی درالمختار شرح فی تنویر الابصار ص ۱/۱۳-۴۱۲]

''یعنی ۱:۔ امامت کا سب سے زیادہ حق دار وہ شخص ہے جو نماز کے احکام سب سے زیادہ جانتا ہو۔ ۲:۔ پھر وہ جو سب سے اچھی تلاوت کرنے والا ہو۔ ۳:۔ پھر وہ جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ ۴:۔ پھر وہ جو سب سے پہلے اسلام لایا ہو۔ ۵:۔ پھر سب سے اچھے اخلاق والا۔ ۶:۔ پھر سب سے زیادہ خوبصورت۔ ۷:۔ پھر سب سے زیادہ روشن چہرے والا۔ ۸:۔ پھر سب سے زیادہ حسب والا۔ ۹:۔ پھر سب سے زیادہ شریف نسب والا۔ ۱۰:۔ پھر سب سے زیادہ اچھی آواز والا۔ ۱۱:۔ پھر سب سے زیادہ خوبصورت بیوی والا۔ ۱۲:۔ پھر سب سے زیادہ مال والا۔ ۱۳:۔ پھر سب سے زیادہ بڑے مرتبے والا۔ ۱۴:۔ پھر سب سے زیادہ خوش لباس۔ ۱۵:۔ پھر بڑے سر والا۔ ۱۶:۔ چھوٹے آلہ تناسل والا۔ ۱۷:۔ پھر مقیم مسافر پر۔ ۱۸:۔ پھر اصلی آزاد آزادشدہ پر۔ ۱۹:۔ پھر وضو کے قائم مقام تیمّم کرنے والا غسل کے قائمقام تیمّم کرنے والے پر۔ ۲۰:۔ تو اگر ان سب شرائط میں برابر ہوں تو ''پھر قرعہ اندازی کی جائے گی یا ۲۱:۔ پھر قوم کو اختیار دے دیا جائے گا کہ جس کو چاہے امام بنائے۔ (یعنی قوم کا اختیاری امام)''

قارئین غور فرمایئے یہ وہ شرائط ہیں جو فقہ حنفی نے امام کے لئے مقرر کی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تو صرف چار شرطیں ہی بتائی ہیں مگر فقہ نے چار سے اکیس کردی ہیں۔اور یہ اب ایسی شرائط ہیں کہ جن لوگوں نے اپنا کوئی امام مقرر کرنا ہو تو پہلے وہ امام کی بیوی اور پھر امام کا آلہ تناسل چیک کرتے پھریں ویسے فقہ نے یہ نہیں بتایا کہ یہ سب چیزیں چیک کرنے کے لئے کن افراد کو مقرر کیا جائے گا۔کیا وہ مسجد

(جس کے لئے امام کی ضرورت ہے) کی انتظامیہ ہوگی یا کوئی اور افراد شاید اس کمی کو بعد میں آنے والا کوئی فقیہہ پورا کردے۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

قارئین غور فرمائیں جب ان شرائط والا امام تلاش کرنے کی ضرورت پیش آئے گی تو باجماعت نماز ادا کرنے والے لوگ کن مشکلات کا شکار ہوجائیں گے۔

گزشتہ اوراق میں یہ عرض کرچکا ہوں کہ تقلید کو اپنا کر مقلدین نے خود اپنے آپ کو مشکلات کی دلدل میں پھنسا لیا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو انہیں اس بات کا حکم نہیں دیا تھا اور پھر حلالہ کی ایک مثال بھی نقل کی ہے اب اس مقام پر بھی خود ہی احناف نے مشکلات کو دعوت دی ہے اب یہ ایسی مشکل میں پھنس گئے ہیں کہ اگر فقہ پر عمل کریں تو حیا اور اخلاق سے کنارہ کشی کرنا پڑتی ہے اور اگر حیا اور اخلاق کا دامن تھامے رکھیں تو تقلید سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔

خرابی میں پڑا ہے سینے والا جیب و داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

۳۸:۔ امامت کا حق دار

قارئین ابھی آپ نے فقہ اور حدیث میں موجود امامت کی شرائط کا مطالعہ کیا ہے کہ حدیث میں چار شرطیں ہیں اور فقہ میں اکیس۔ اب حنفی آپ کو دھوکا دینے کی کوشش کریں گے کہ نہیں ہماری فلاں کتاب میں تو چار ہی شرطیں ہیں۔ یہ درست ہے کہ فقہ حنفی کی بعض کتابوں میں چار شرطیں بھی مذکور ہیں مگر وہ بھی حدیث کے مطابق نہیں بلکہ اس کے برعکس ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا حدیث دوبارہ پڑھیں اس میں ترتیب اس طرح ہے کہ:

یوم القوم اقرأهم لکتاب اللہ فان کانوا فی القراۃ سواء

فاعلمهم بالسنة فان كانوا في السنة سواء فاقدمهم هجرة فان كانوا في الهجرة سواء فاقدمهم سلما...... الحديث.

[مسلم ج ا، ص ۲۳۶، کتاب المساجد باب من احق بالامامة' ابوداؤد ص ا/ ۸۶' ترمذی ص ا/ ۵۵' نسائی ص ا/ ۹۰' ابن ماجہ ص ۶۹]

''کہ سب سے پہلے قرآن زیادہ پڑھنے والے کا حق ہے برابری کی صورت میں دوسرے نمبر پر اعلم بالسنة (یعنی سنت کا زیادہ علم رکھنے والے) کا حق ہے پھر تیسرے نمبر پر پہلے ہجرت کرنے والے کا حق ہے اور چوتھے نمبر پر پہلے اسلام لانے والے کا حق ہے۔''

مگر فقہ حنفی نے یہ ترتیب بالکل ہی ختم کر دی ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی معتبر کتب میں لکھا ہے کہ:

والاولٰى بالامامة الاعلم بالسنة ثم الاقرأ ثم الاورع ثم الاسن.

[شرح وقایہ ص ا/ ۱۷۵' ہدایہ ص ا/ ۱۲۱' فتاویٰ عالمگیری ص ا/ ۸۳ منیۃ المصلی ص قدوری ص ۴۴]

''یعنی امامت کا سب سے زیادہ حق دار وہ شخص ہے جو سنت کا علم سب سے زیادہ رکھتا ہو پھر دوسرے نمبر پر قرأت زیادہ کرنے والا ہو۔ پھر تیسرے نمبر پر سب سے زیادہ پرہیز گار پھر جو تمام لوگوں سے عمر میں بڑا ہو۔''

قارئین یہ تھا فقہ حنفی کا وہ مسئلہ جو حدیث مصطفیٰ ﷺ کے خلاف تھا کہ حدیث میں بھی چار شرطیں ہیں اور فقہ حنفی میں بھی چار مگر فقہ نے کچھ میں تو ترتیب بدلی اور کچھ شرطوں کو ویسے ہی تبدیل کر ڈالا۔ اب یہ کام آپ کا ہے کہ اگر آپ کو کوئی فقہ حنفی میں بھی چار ہی شرطیں ہیں کہہ کر ورغلانے کی اور اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرے تو آپ اسے شرائط اور ترتیب میں فرق بتا کر وہیں دبوچ لیں اور ایسا دبائیں کہ سنت کا دشمن دوبارہ اٹھنے کا نام ہی نہ لے۔

اب حنفی دوستو تم خود ہی بتاؤ کہ کیا آپ حدیث میں موجود صرف چار شرطوں پر ہی اکتفاء کرتے ہوئے اپنا امام مقرر کریں گے یا پھر اپنے متوقع امام کی زوجہ محترمہ کو دربدر لیئے پھریں گے کیا یہ واقعی سب سے زیادہ حسین ہے یا کسی گویے (گانے والے) کی بیوی اس سے خوبصورت ہے۔ اور اگر اس مصیبت سے جان چھوٹی تو پھر امام صاحب کی باری آئے گی کہ آیا ہمارے متوقع امام کا آلہ تناسل مقتدیوں کے آلہ تناسل سے چھوٹا ہے یا کہ بڑا۔ ویسے اگر آپ فقہ پر ہی عمل کرنا چاہیں اور حدیث کو نظر انداز ہی کر دیں تو میرا مفت مشورہ ہے کہ خدا کے لئے امام اور مقتدیوں کا مقابلہ کرانے کے لئے مسجد کا انتخاب نہ کریں بلکہ کوئی اور ہی جگہ تلاش کریں۔ (کرم فرمائی کا شکریہ)

ایک متبع سنت نے دردبھرے انداز میں اس فقہ کا تعارف کرایا ہے۔ اس میں زیر بحث مسئلہ پر چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

امامت کرن لئی حدیثاں جو آئیاں — شرطاں شرع نے صرف چار لائیاں
اتھے وی انہاں دا انکار ویکھو — ہدایہ تے درمختار ویکھو
شرطاں نیں انہاں نے کولوں ودھایاں — چونہہ توں ودھا کے تے اِکی بنایاں
شرط وی تے دسن بڑی من موہنی — امامت کرائے جدی رن بڑی سوہنی
فقہ والیاں نے ایہہ مسئلے بنائے !! — جدی واج سوہنی اوہ امامت کرائے
فقہ والیو عمل اس تے کماؤ — تے مہدی حسن توں امامت کراؤ
فقہ والیاں نے پایا اے پھڈا — امامت کرائے جدا سر بڑا وڈا
امامت کرن لئی اوہ تیار ہووے — چھوٹا جدا سب توں ہتھیار ہووے
لوکو دہائی۔ دہائی۔ دہائی — لکھن لگیاں نوں شرم اِی نہ آئی
ماسہ وی نئیں گی فقہ جھک دی اے — جیویں دل کرداپئی بک دی اے

نبی دی مخالف فقہ پاڑ دیو ایہو جئی رنگیلی فقہ ساڑ دیو
اماماں دیاں ایہہ نئیں جے تعلیماں تے کولوں بنالئی فقہ انہاں ناماں نیاں

۳۹:۔ نابینا امام

گزشتہ اوراق میں آپ امام کی شرائط کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔ لگتے ہاتھ امامت کے بارے میں اور معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں ان میں ایک اندھے آدمی کی امامت کا مسئلہ ہے کہ کیا اندھا آدمی امام بن سکتا ہے یا کہ نہیں؟۔

تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق تو نابینا آدمی امام بن سکتا ہے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ استخلف ابن ام مکتوم یؤم الناس و ھو اعمٰی.

[ابوداؤد ج ا، ص ۹۵، کتاب الصلوٰۃ' نسائی ص ا/۹۱]

"بیشک رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ام مکتوم کو اپنا خلیفہ بنایا اور وہ لوگوں کو امامت کراتے تھے اور وہ نابینا تھے۔"

یہ روایت کس قدر واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود ایک اندھے آدمی کو اپنا نائب مقرر کیا ہے جو لوگوں کو جماعت بھی کراتا تھا۔ مگر فقہ حنفی چہ جائیکہ اس بات کو اپنائے۔ پسند ہی نہیں کرتی۔ چنانچہ فقہ حنفیہ کی امہات الکتب میں لکھا ہے۔

فان امّ عبد او اعرابی او فاسق او اعمٰی او مبتدع او ولد الزنا کرِہ.

[شرح وقایہ ص ا/۱۷۵' ہدایہ ص ا/۱۲۲' درمختار ص ا/۴۱۴' منیۃ المصلی ص ۱۴۶' قدوری ص ۴۴]

"اس بات کو ناپسند کیا گیا ہے کہ کوئی غلام یا دیہاتی یا فاسق یا نابینا یا بدعتی یا ولدالزنا (یعنی حرام زادہ) امامت کرائے۔"

اب کہو حنفی دوستو! کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی پسند کو اپناتے ہوئے اندھے آدمی کے پیچھے نماز پڑھو گے یا پھر فقہ کی پسند کو اپنا کر فعلِ رسول ﷺ کو مکروہ کہو گے۔

یعنی اب عمل حدیث پر کرو گے یا فقہ پر؟

۴۰:۔غلام کی امامت

اب آیئے فقہ حنفی کا ایک اور مسئلہ جو حدیثِ پیغمبر ﷺ کے خلاف ہے وہ ہے غلام کی امامت کا مسئلہ کہ آیا غلام امام بن سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اس مسئلہ میں بھی فقہ حنفی نے حدیث کا خلاف کیا ہے۔ چنانچہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

لما قدم المهاجرون الاوّلون العصبة موضعا بقباء قبل مقدم رسول الله ﷺ كان يؤمهم سالم مولٰى ابى حذيفة و كان اكثرهم قراٰنا.

[بخاری، ج۱، ص۹۶، کتاب الاذان، باب امامۃ العبد والمولیٰ]

"کہ مہاجرین کی پہلی جماعت رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے قباء جگہ پر پہنچی تو ان کی امامت حضرت سالم جو کہ ابوحذیفہ کے غلام تھے کراتے تھے وہ ان لوگوں میں قرآن کا علم زیادہ رکھتے تھے۔"

رسول اللہ ﷺ کے زمانے کی بات ہے صحابہ کرام ایک غلام کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔ مگر فقہ حنفی کہتی ہے۔

"**ویکرہ تقدیم العبد**" [ہدایہ ج۱ص۱۲۴، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ'

شرح وقایہ ص۱/۱۷۵' درمختار ص۱/۱۳۲' منیۃ المصلی ص۱۴۶' قدوری ص۴۴]

"یعنی غلام کی امامت مکروہ ہے۔"

اب یہ فیصلہ تو حنفی دوست خود کریں گے کہ وہ فقہ کو اپنائیں گے کہ حدیث کو؟

۴۱:۔نابالغ کی امامت

امامت کے مسائل میں ایک مسئلہ نابالغ کی امامت کا ہے چنانچہ اوپر جو آپ

مسئلہ نمبر ۳۷ میں حدیث پڑھ کر آئے ہیں اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی بچہ دوسروں کی بہ نسبت قرآن زیادہ جانتا ہے تو وہ امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی ایک طویل حدیث ہے۔ حضرت عمرو بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک پانی کے گھاٹ پر رہتے تھے اور وہاں سے قافلے وغیرہ گزرتے تھے اور ان سے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بارے میں لوگوں کی گفتگو ہوتی تھی تو ان لوگوں سے میں نے قرآن مجید کا کچھ حصہ یاد کرلیا۔ فتح مکہ کے بعد میرے والد صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تو واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صلوا صلوٰۃ کذافی حین کذا و صلوٰۃ کذافی حین کذا فاذا حضرت الصلوٰۃ فلیؤذن احدکم و لیؤمکم اکثرکم قرآنا فنظروا فلم یکن احد اکثر قرآنامنی لما کنت اتلقی من الرکبان فقدمونی بین ایدیھم و انا بن ست او سبع سنین و کانت علی بردۃ کنت اذ سجدت تقلصت عنی فقالت امرأۃ من الحی الا تغطون عنا است قارئکم فاشتروا فقطعوا لی قمیصا فما فرحت بشیٔ فرحی بذالک القمیص.

[بخاری ص ۲/۶۱۴، کتاب المغازی، ابوداؤد ص ۱/۸۶، نسائی ص ۱/۹۱]

”کہ فلاں نماز فلاں وقت میں ادا کرو فلاں نماز فلاں وقت میں ادا کرو۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہے اور پھر تم میں سے جس شخص کو قرآن مجید زیادہ یاد ہو وہ جماعت کرائے تو (عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں) انہوں نے (قوم قبیلہ والوں نے) دیکھا کہ مجھ سے زیادہ قرآن مجید کسی کو بھی یاد نہیں کیونکہ میں قافلے والوں کو ملتا رہتا تھا اس وجہ سے مجھے قرآن مجید زیادہ یاد تھا تو انہوں نے مجھے اپنا امام بنالیا اور اس وقت میری عمر کوئی چھ سات سال تھی۔ مجھ پر ایک چادر ہوتی تھی جو سجدے کے

وقت اکٹھی ہو جاتی تھی۔ حتیٰ کہ قبیلے کی ایک عورت نے کہہ ہی دیا کہ اپنے امام صاحب کی دُبر تو ہم سے ڈھانپ (چھپا) لو تو قبیلے والوں نے میرے قمیص کے لئے کپڑا خرید کر قمیص بنوا کر مجھے دیا تو مجھے جتنی خوشی وہ قمیص حاصل کر کے ہوئی اتنی کسی اور بات سے خوشی نہیں ہوئی۔“

قارئین غور فرمائیں ایک چھ سات سال کی عمر کا بچہ جو اگرچہ بالغ نہیں ہوا مگر سن تمیز کو تو پہنچ چکا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اپنے قبیلے والوں کی امامت کراتا ہے جبکہ اس کا باپ پیچھے مقتدی بن کر کھڑا ہے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اسے منع نہیں فرمایا اور نہ ہی قبیلے والوں کو کہا ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ بچہ جماعت کرا سکتا ہے۔ مگر فقہ حنفی اس کا بھی انکار کرتی ہے چنانچہ فقہ کی معتبر کتب میں لکھا ہے کہ:

ولا یجوز للرجال ان یقتدوا بامرأۃ او صبی.

[ہدایہ ج۱ ص۱۲۶، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، شرح وقایہ ص۱/۱۷۶، قدوری ص۴۴]

”کہ مردوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ عورت یا بچے کی اقتداء (امامت) میں نماز ادا کریں۔“

غور فرمائیں قارئین کہ ایک کام رسول اللہ ﷺ کی زندگی مبارک میں ہوتا رہا مگر ناطقِ وحی علیہ الصلوۃ والسلام نے منع نہ فرمایا۔ صحابہ کرام اس کام کو کرتے رہے مگر فقہ حنفی ہے کہ اس کے ناجائز ہونے کا اعلان کر رہی ہے۔ اب یہ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ آپ حدیث پر عمل کرتے ہیں یا کہ خلاف حدیث فقہ حنفی پر؟

۴۲:۔ امام کے نفل اور مقتدیوں کے فرض

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایسا بھی ہوتا رہا کہ امام نفل ادا کر رہا ہے اور پیچھے کھڑے مقتدی فرض ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت

جابر فرماتے ہیں:

كان معاذ يصلى مع النبى ﷺ ثم ياتى قومهٔ فيصلى بهم.

[بخاری ج، ص ۹۸، کتاب الاذان، باب اذا صلىٰ ثم امَّ قوماً' دار قطنی ص ۱/۲۷۴' مشکوٰۃ ص ۱/۱۰۳' نسائی ص ۱/۹۶' ابوداؤد ص ۱/۸۸]

''یعنی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پہلے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے پھر اپنی قوم کے پاس آتے اور ان کو نماز پڑھاتے (یعنی ان کی امامت کراتے تھے)''

اب اس حدیث سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ امام اگر نفل پڑھ رہا ہو تو پیچھے فرض نماز پڑھنا جائز ہے۔ مگر فقہ حنفی اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ چنانچہ کتب فقہ حنفی میں لکھا ہے۔

ولا يصلى المفترض خلف المتنفل.

[ہدایہ ج ۱، ص ۱۲۹، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ' شرح وقایہ ص ۱/۱۷۷' قدوری ص ۴۵]

''یعنی فرض نماز پڑھنے والا آدمی نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔''

حنفی دوستو! کیا فقہ کا یہ قانون یہ مسئلہ حدیثِ رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہیں ہے؟ ایک کام رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہوا تو کسی نے اعتراض نہ کیا خود ناطقِ وحی ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔ مگر یہ فقہ ہے کہ حکماً ایسا کرنے سے روک رہی ہے آخر اس فقہ کو یہ اختیار کس نے تفویض کیا ہے کہ سنت کے مخالف حکم دے۔؟

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

حنفی لوگ اس مقام پر یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نفل ادا کرتے تھے اور پھر جب امامت کراتے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرض ادا فرماتے تھے مگر یہ بات بالکل ہی فضول ہے اور اس کی کوئی بھی دلیل نہیں جبکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ کے پیچھے فرض نماز ہوتی تھی اور بعد میں قوم کو نماز پڑھاتے

ہوئے نفل پڑھتے اور پیچھے قوم فرض ادا کرتی۔ چنانچہ دار قطنی کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے۔

هی لهٗ تطوع ولهم فريضة.

[دار قطنی ص ۱/۲۷۴]

''کہ وہ نماز یعنی (دوسری) حضرت معاذؓ کی نفل نماز ہوتی اور پیچھے پڑھنے والی قوم کی فرض نماز ہوتی۔''

امید ہے کہ اب اس واضح نص کی موجودگی میں حنفی کم از کم یہ مغالطہ دینے کی سعی لاحاصل نہیں کریں گے (ان شاءاللہ تعالیٰ)

۴۳:۔ عورت کی امامت

قارئین اگر امامت کی بات چل نکلی ہے تو اس سلسلے میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں کہ فقہ حنفی نے جس کے خلاف کیا ہے۔ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے کہ:

انها كانت تؤذن و تقيم و تؤم النساء و تقوم و سطهن.

[مستدرک حاکم، ج ا، ص ۲۰۴، کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ المرأۃ النساء فی الفرائض، ابوداوٗد ص ۱/۸۷]

''یعنی حضرت عائشہ اذان کہتی تھی اور اقامت اور پھر امامت کراتی تھیں اور عورتوں کے درمیان کھڑی ہوتی تھیں اس روایت سے کس قدر واضح ہے کہ عورت عورتوں کی امامت کرا سکتی ہے۔''

ابوداوٗد شریف کی روایت میں ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول اللہ ﷺ نے خود جماعت کرانے کا حکم دیا ہے اور مستدرک حاکم کی روایت میں فرض نماز کا بھی ذکر ہے کہ وہ امامت بھی فرض نماز کی ہوتی تھی۔ مگر کیا کیا جائے اس رائے اور قیاس کے مرض کا کہ حدیث پیغمبر ﷺ کی مخالفت اس نے اپنا شعار بنالیا ہے چنانچہ فقہ حنفی میں

لکھا ہے:

ویکرہ للنساء ان یصلین و حدھن الجماعۃ.

[ہدایہ ج ا ص ۱۲۵، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ شرح وقایہ ص ا/ ۱۷۶ قدوری ص ۴۴]

”یعنی مکروہ سمجھا گیا ہے کہ عورتیں علیحدہ جماعت سے نماز پڑھیں۔ یعنی مردوں کی جماعت کے علاوہ جماعت کرائیں۔“

قارئین اوپر آپ نے حدیث پڑھی اور پھر رسول اللہ ﷺ نے ام ورقہؓ کو جماعت کرانے کا حکم دیا ہے مگر یہ فقہ حنفی ہے کہ اسے مکروہ سمجھ رہی ہے۔ تو گویا جس کام کو رسول خدا ﷺ کرنے کا مشورہ ہی نہیں بلکہ حکم دیں لیکن فقاہت کا تقاضا ہے کہ اس کو ناپسند کیا جائے۔ یہ حال ہے امت کے دعویداروں کا۔

کیے ہیں آپ نے اس پیار میں لاکھوں ستم ہم پر
خدانخواستہ اگر تم خشمگیں ہوتے تو کیا ہوتا

حنفی دوستو! اب خود ہی غور کرو کہ کیا مخالفت حدیث کا نام فقاہت ہے؟ اور پھر یہ نہیں کہ حنفی احباب تک یہ حدیث نہیں پہنچی بلکہ اس سے اگلی عبارت ہے کہ اگر عورت امامت کرائے تو درمیان میں کھڑی ہو کیونکہ حضرت عائشہؓ جماعت کراتے وقت درمیان میں کھڑی ہوتی تھیں۔

تو اس کا مطلب صاف ہے کہ حنفی مذہب جان بوجھ کر ایک جائز کام کو مکروہ کہہ رہا ہے اور اس کا نام رکھا ہے فقاہت (سبحان اللہ)

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

۴۴:۔ فرائض کی جماعت کے وقت نفل

رسول اللہ ﷺ سے احناف نے جو اختلاف کیے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جماعت کے وقت نفل پڑھنا چنانچہ مسلم شریف کی روایت یوں ہے

الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ.

[مسلم ج۱ص ۲۴۷، کتاب المساجد ترمذی ص۱/۹۶ نسائی ص۱/۱۰۰]

''فقیہہ امت محمدیہ ﷺ حضرت ابوہریرۃؓ (فداہٗ ابی وامی وروحی) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو پھر صرف فرض نماز ہی ہوتی ہے۔یعنی جماعت کھڑی ہونے کے بعد پھر آدمی نفل وغیرہ نہیں پڑھ سکتا بلکہ اس کو جماعت کے ساتھ فرض ہی پڑھنے چاہئیں۔ورنہ اس کی دوسری نماز (نفل وغیرہ) نہیں ہوگی۔''

قارئین یہ روایت کس طرح واضح الفاظ میں پکار رہی ہے کہ لوگو! فرمانِ پیغمبر ﷺ ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو کوئی آدمی سنتیں نفل وغیرہ نہیں پڑھ سکتا۔مگر فقہ حنفی اس کی مخالفت کرتی ہے۔چنانچہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ:

ومن انتھٰی الی الامام فی صلوٰۃ الفجر و ھو لم یصل رکعتی الفجر ان خشی ان تفوتہٗ رکعۃ و یدرک الاخریٰ یصلی رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم یدخل.

[ہدایہ ج۱ص ۱۵۹، کتاب الصلوٰۃ، باب ادراک الفریضۃ فتاوٰی عالمگیری ص۱/۱۲۰]

''یعنی آدمی مسجد میں پہنچا تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور اس نے ابھی تک فجر کی دو رکعت سنتیں نہیں پڑھی تھیں تو اگر آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ایک رکعت تو فوت ہو جائے گی مگر دوسری رکعت میں وہ جماعت میں مل جائے گا تو فجر کی سنتیں مسجد کے دروازے کے پاس پڑھ لے پھر جماعت کے ساتھ مل جائے۔''

قارئین مذکورہ بالا مسلم شریف کی روایت بھی پڑھیں اور ہدایہ کی اس

عبارت کو بھی زیر نظر لائیں اور پھر فیصلہ خود کریں کہ حنفی کس قدر جرأت مند واقع ہوا ہے کہ فرمانِ پیغمبر ﷺ کی ببانگ دہل مخالفت کر رہا ہے اور یہ عمل یعنی جماعت کے وقت سنتیں پڑھنے کا آج تک احناف کی تمام مساجد میں ہو رہا ہے اور بعض اوقات میں نے خود ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جماعت کے وقت سنتیں پڑھتے رہتے ہیں اور ان کی جماعت فقہ حنفی کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے اس طرح وہ جماعت کے ثواب سے محروم ہو جاتے ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

۴۵:۔ فجر کی سنتوں کی قضا

قارئین اوپر آپ نے پڑھا ہے کہ حنفی مذہب نے جماعت کے وقت فجر کی سنتیں پڑھنے کی اجازت دی۔ حالانکہ ناطقِ وحی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے تو سوال یہ ہے کہ حنفی مذہب نے ایسا کیوں کیا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حنفی مذہب میں فجر کی سنتیں اگر آدمی فرض سے پہلے نہ پڑھ سکے تو اس کی قضا بھی نہیں دے سکتا تو اس مسئلے میں بھی حنفی مذہب نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے خلاف کیا۔ چنانچہ آپ پہلے حدیث ملاحظہ فرمائیں بعد میں فقہ حنفیہ۔ حضرت قیس بن فہد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

رأى رسول الله ﷺ رجلاً يصلي بعد صلوٰة الصبح ركعتين فقال رسول الله ﷺ أصلوٰة الصبح مرتين فقال الرجل لم اكن صليت الركعتين اللتين قبلها فصليتها الأن قال فسكت عنه رسول الله ﷺ.

[مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۷۵، کتاب الصلوٰۃ، باب قضاء سنۃ الفجر بعد الفرض، دار قطنی ص ۱/۳۸۴]

"رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو فجر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھ رہا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو نے صبح (فجر) کی نماز دو مرتبہ

پڑھی ہے تو وہ آدمی کہنے لگا کہ میں نے فرضوں سے پہلے والی دو رکعتیں (یعنی سنتیں) نہیں پڑھی تھیں تو وہ سنتیں میں نے اب پڑھی ہیں تو حضرت قیسؓ فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ اس کے بارے میں خاموش ہو گئے۔"

قارئین اس روایت سے صاف طور پر واضح ہے کہ فجر کی نماز کی سنتوں کی قضا ہے۔ اگر فجر کی سنتوں کی قضا نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ خاموش ہونے کی بجائے اس آدمی کو منع فرما دیتے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے تو ایسا نہیں کیا۔ البتہ حنفی مذہب نے وہ کام کر دکھایا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے نہ بتایا نہ خود اس پر عمل کیا۔ چنانچہ فقہ حنفی کی کتب میں مذکورہ بالا حدیث کی مخالفت ان الفاظ سے کی گئی ہے کہ:

اذا فاتته رکعتا الفجر لا یقضیهما قبل طلوع الشمس...... ولا بعد ارتفاعها عند ابی حنیفة و ابی یوسف.

[ہدایہ ج ۱ ص ۱۵۹، کتاب الصلوٰۃ، باب ادارک الفریضۃ، شرح وقایہ ص ۱/۲۱۲]

"یعنی جب کسی آدمی کی فجر کی سنتیں رہ جائیں (نہ پڑھ سکے) تو اس کی قضا سورج طلوع ہونے سے پہلے نہیں دے سکتا اور نہ ہی بعد میں یہ مسلک امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا ہے۔"

قارئین آپ غور کریں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے تو فجر کی سنتوں کی قضا دی گئی۔ مگر ناطق وحی ﷺ نے منع نہ فرمایا لیکن ارباب احناف نے منع کر دیا۔ کیا یہ رسول خدا ﷺ کی مخالفت نہیں ہے اور کیا فقاہت اس کا نام ہے۔؟

۴۶:۔ فجر کی سنتوں کی قضاء کا وقت

قارئین آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ مقلدین حنفیہ نے تقلیدی گرداب میں پھنس کر اس تقلید نامراد کی وجہ سے حدیث کے خلاف کرتے ہوئے فجر کی سنتوں کو فرض نماز کی جماعت کے وقت پڑھنے کی اجازت دی کیونکہ اگر سنتیں قضا ہو جائیں تو

بعض ائمہ احناف کے نزدیک قضا دے ہی نہیں سکتا لیکن یہ تو ضروری بھی بہت ہیں اور فضیلت بھی بہت اس لئے دروازے کے قریب پڑھنے کی منطق چلائی۔ اور یہ دونوں مسئلے (فجر کی سنتیں جماعت کے وقت پڑھنا اور ان سنتوں کی اگر قضا ہو جائے تو قضا ہی نہ دینا) ہی حدیث کے خلاف ہیں (کما تقدم) اب کچھ احناف کے نزدیک فجر کی سنتوں کی قضا دے سکتا ہے۔ مگر ان بزرگوں نے بھی حدیث پیغمبر ﷺ کے خلاف کیا ہے۔ چنانچہ پہلے حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت قیس بن فہد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

انه جآءَ والنبی ﷺ یصلی صلوٰۃ الفجر فصلی معه فلما سلّم قام فصلی رکعتی الفجر فقال لهٗ النبی ﷺ ماهاتان الرکعتان فقال لم اکن صلیتها قبل الفجر فسکت و لم یقل شیئا.

[مستدرک حاکم ج ۱، ص ۲۷۵، کتاب الصلوٰۃ، باب قضاء سنۃ الفجر بعد الفرض۔ ابن خذیمہ ص ۲/۱۶۴، دار قطنی ص ۱/۳۸۴]

"کہ میں آیا اور نبی کریم ﷺ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا (یعنی نماز سے فارغ ہو گئے) تو میں نے کھڑے ہو کر فجر کی سنتیں (دو رکعت) ادا کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دو رکعتیں کون سی ہیں تو میں نے کہا کہ میں نے فجر سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں (ان کو اب پڑھا ہے) تو رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے اور کوئی بات نہ کی۔"

قارئین اس حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ قیس بن فہدؓ صحابی رسول ﷺ نے فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد طلوع شمس سے پہلے ادا کی ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے علم ہو جانے کے باوجود منع نہیں فرمایا جو اس بات کی دلیل ہے کہ طلوع شمس سے پہلے آدمی فجر کی سنتوں کی قضاء دے سکتا ہے مگر فقہ حنفی نے اس کا انکار کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

و اذا فاتته رکعتا الفجر لا یقضیهما قبل طلوع الشمس...... و لا بعدارتفاعها عند ابی حنیفة و ابی یوسف و قال محمد احب الی ان یقضیهما الی وقت الزوال.

[ہدایہ، ج ا، ص ۱۵۹، کتاب الصلوۃ، باب ادراک الفریضۃ، شرح وقایہ ص ۲۱۲]

''یعنی اگر کسی آدمی کی فجر کی سنتیں قضا ہو جائیں تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کی قضا دے ہی نہیں سکتا نہ طلوع شمس سے پہلے اور نہ ہی بعد میں لیکن امام محمد کے نزدیک طلوع شمس کے بعد زوال کے وقت تک فجر کی فوت شدہ سنتوں کی قضا دے سکتا ہے۔''

حنفی دوستو! غور کرو کہ اس بات میں ائمہ احناف متفق ہیں کہ طلوع شمس سے پہلے تو فجر کی سنتوں کی قضا ادا کر ہی نہیں سکتا البتہ طلوع شمس کے بعد کا اختلاف ہے۔ کچھ کہتے ہیں ادا کر سکتا ہے جیسا کہ امام محمد، اور کچھ کہتے ہیں کہ ادا کر ہی نہیں سکتا۔ کابی حنیفة و ابی یوسف (دیکھئے شرح وقایہ ص ۱/۲۱۲ حاشیہ نمبر ۷)

قارئین حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے فجر کی سنتیں طلوع شمس سے پہلے پڑھی گئیں مگر آپ نے منع نہیں فرمایا۔ مگر فقہ حنفی ہے کہ اس سے منع کر رہی ہے۔ اور پھر لطف یہ کہ سنتوں کی ادائیگی کے مسئلہ میں تو ارباب احناف میں اختلاف ہے مگر طلوع شمس سے پہلے ادا کرنے میں سبھی حضرات نے حدیث کے خلاف اتحاد کر لیا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

تھیں میری اور رقیب کی راہیں جدا جدا\
آخر کو دونوں منزل جاناں پہ ایک ہو گئے

۴۷:۔ سجدہ سہو کا مسئلہ

نماز کے ان مسائل کا تذکرہ چل رہا ہے جو فقہ حنفی کے حدیثِ پیغمبر ﷺ کے

خلاف ہیں۔ صرف چند ایک مسائل کا تذکرہ کر رہا ہوں ورنہ اگر صرف نماز کے ہی ایسے مسائل جمع کیے جائیں تو ان کے لئے ایک طویل دفتر درکار ہے۔ ان میں سے ایک اہم مسئلہ سجدہ سہو سے متعلقہ ہے۔ کہ آدمی کو اگر نماز میں شک پڑھ جائے کہ میں نے نا معلوم کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو وہ یقین پر بنا کر لے اور آخر میں سجدہ سہو ادا کرے۔ مثلاً ایک آدمی عصر کی نماز پڑھ رہا ہے درمیان میں اسے یہ شک پڑ گیا ہے کہ پتہ نہیں میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا کہ دو رکعتیں اس کو جس بات میں غالب گمان ہے وہ اس پر بنا کر لے مثلاً اگر اس کا زیادہ یقین دو رکعت پر ہے تو وہ آدمی دو اور پڑھے اور اگر یہ زیادہ یقین ہے کہ میں نے تین پڑھی ہیں تو ایک رکعت اور پڑھے اور دونوں صورتوں میں آخر میں سجدہ سہو ادا کرے۔ چنانچہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

قال رسول اللہ ﷺ اذا شک احدکم فی صلوتہٖ فلم یدر کم صلی ثلاثًا ام اربعًا فلیطرح الشک و لیبن علی ما استیقن ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم فان کان صلّٰی خمسًا شفعن لہٗ صلوٰتہٗ و ان کان صلی اتماما لاربع کانتا ترغیمًا للشیطان.

[مسلم ج ۱ ص ۲۱۱، کتاب المساجد' ابن ماجہ ص ۸۵]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی آدمی کو اپنی نماز کے بارے میں شک پڑ جائے کہ پتہ نہیں میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں تو وہ شک کو چھوڑ دے اور یقین پر بنا کر لے (مذکورہ بالا مثال ذہن میں لائیں) پھر سلام پھیرنے سے قبل دو سجدے کرے۔ اگر تو اس نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں تو یہ دو سجدے اس کے لئے اس کی نماز کو شفع یعنی جوڑا بنا دیں گے (یعنی چھ رکعتیں بن جائیں گی چار فرض اور دو نفل) اگر اس نے پوری چار رکعتیں پڑھی ہیں تو یہ دو سجدے شیطان کے لئے ذلت بن جائیں گے۔"

قارئین غور فرمائیں اس حدیث میں ہے کہ شک کو چھوڑ دے اور یقین پر بنا کرلے مگر فقہ حنفی نہیں مانتی۔ چنانچہ لکھا ہے:

و من شک فی صلٰوته فلم یدر اثلثا صلی ام اربعا و ذالک اوّل ما عرض لهٗ استانف.

[ہدایہ ج۱، ص۱۶۸، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود السھو' شرح وقایہ ۱/۲۲۵]

''یعنی کسی آدمی کو نماز میں شک پڑ گیا کہ پتہ نہیں اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور یہ بھول اس کو پہلی دفعہ ہوئی ہے تو وہ آدمی از سرِ نو نماز پڑھے۔''

قارئین رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں کہ شک کی صورت میں یقین پر بنا سے نہ صرف اس کی نماز مکمل ہوئی بلکہ اسے مزید فائدہ بھی ہوگا کہ یا دو نفل بن جائیں گے یا شیطان کی ذلت کا سبب بنے گا۔ لیکن فقہ حنفی ہے کہ اس کو سابقہ نماز سے دستبردار ہو کر نئے سرے سے پڑھنے کا حکم دے رہی ہے۔

حنفی دوستو! اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کرنا ہے یا کہ حدیث کو چھوڑ کر فقہ حنفی پر؟

۴۸:۔ سجدہ سہو کا طریقہ

قارئین اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ سجدہ سہو کے مسئلہ میں احناف نے رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کیا ہے کہ نماز میں شک کی صورت میں رسول اللہ ﷺ سجدہ سہو کا حکم دیتے ہیں اور احناف نماز دوبارہ پڑھنے کا۔ صرف یہی نہیں بلکہ انجمن احناف نے تو سجدہ سہو ادا کرنے کے طریقے میں بھی اختلاف کیا ہے۔ آیئے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صلّٰی لنا رسول اللہ ﷺ رکعتین من بعض الصلوٰت ثم قام فلم یجلس فقام الناس معه فلما قضٰی صلوته و نظرنا تسلیمه کبر

فسجد سجدتین و هو جالس قبل التسلیم ثم سلّم.

[مسلم، ج ۱ ص ۲۱۱، کتاب المساجد، ترمذی ص ۱/ ۸۹، ابن ماجہ ص ۸۵]

''کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کسی نماز (دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ظہر کی نماز تھی۔ دیکھئے مسلم ترمذی وغیرہ) کی دو رکعتیں پڑھائیں پھر کھڑے ہو گئے اور (پہلے تشہد میں) نہ بیٹھے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ پس جب آپ ﷺ نے نماز کو مکمل کیا۔ (یعنی آخری تشہد میں بیٹھے) اور ہم نے آپ کے سلام پھیرنے کا انتظار کیا تو آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور بیٹھنے کی حالت میں ہی سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا۔ یہ تھا طریقہ رسول اللہ ﷺ کا۔ آپ نے سلام سے پہلے سجدہ سہوادا کیا۔''

مگر فقہ حنفی اس طریقے کو اپنانے سے انکار کرتی ہے۔ چنانچہ فقہ کی مشہور کتب میں لکھا ہے:

یسجد للسهو فی الزیادة و النقصان سجدتین بعد السلام ثم لیتشهد ثم یسلم.

[ہدایہ ج ۱، ص ۱۶۴، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود السہو، شرح وقایہ ص ۱/ ۲۲۰، فتاویٰ عالمگیری ص ۱/ ۱۲۵، منیۃ المصلی ص ۷۰، قدوری ص ۴۹]

''یعنی نماز میں کمی بیشی کی صورت میں سلام کے بعد دو سجدے کیے جائیں گے پھر دوبارہ تشہد پڑھا جائے گا پھر سلام پھیرا جائے گا۔''

حنفی دوستو! اب حدیث، فعل پیغمبر ﷺ بھی آپ کے سامنے ہے اور فقہ حنفی بھی۔ آپ بتائیں کہ آپ فقہ حنفی پر عمل کریں گے یا حدیثِ پیغمبر ﷺ پر؟

۴۹:۔ فقہ حنفی نے نماز پیغمبر ﷺ کو باطل کر دیا (استغفر اللہ)

قارئین بات سجدہ سہو کی چل پڑی ہے تو اس کے متعلق فقہ حنفی کی جرأت کا

اندازہ لگائیں کہ اس فقہ نے ناطقِ وحی سید الانبیاء اور امام الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیاری نماز کو باطل قرار دے دیا۔ چنانچہ ایک دفعہ کی آنحضرت ﷺ کی نماز ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ صلی الظھر خمسًا فقیل لہٗ ازید فی الصلوٰۃ فقال و ماذاک قال صلیت خمسًا فسجد سجدتین بعد ما سلّم.

[بخاری ج ۱ ص ۱۶۳، کتاب التہجد، باب اذا اصلی خمسًا۔ مسلم ص ۱/۲۱۲' ابوداؤد ص ۱/۱۴۶' ترمذی ص ۱/۹۰' نسائی ص ۱/۱۴۷' ابن ماجہ ۸۴' دارمی ص ۱/۲۹۱]

''کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعتیں پڑھیں تو آپ ﷺ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا نماز زیادہ ہوگئی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ معاملہ کیا ہے؟ تو آپ کو جواب میں بتایا گیا کہ آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں تو آپ ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدے ادا کئے۔''

ایک اعتراض کا جواب

قارئین کوئی علم سے کورا' نادان مقلد آپ کو یہ دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کر سکتا ہے کہ مسئلہ نمبر ۴۸ میں جو بیان کیا گیا ہے کہ حنفی سلام سے پہلے سجدہ سہو ادا نہ کر کے مخالفت رسول اللہ ﷺ کے مرتکب ہوتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ اس مذکورہ بالا مسئلہ نمبر ۴۹ والی حدیث میں ہمارے مذہب کے مطابق سلام کے بعد سجدہ سہو کا ذکر ہے۔

تو قارئین یہ اس بیچارے کا اعتراض اور اس حدیث سے اپنے مذہب کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل بالکل ہی فضول ہے۔ سلام کے بعد سجدہ سہو آنحضرت ﷺ کا کرنا جو کہ مذکورہ حدیث میں ہے۔ یہ تو اس وقت ہے جب آپ کو سلام کے بعد یاد دلایا گیا ہے۔ اور جو حنفیہ کا مسلک ہے وہ یہ ہے کہ آخری تشہد میں ''اشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ'' تک تشہد پڑھ کر پھر ایک طرف سلام پھیرا جائے۔ (بحوالہ

فتاویٰ عالمگیری ص ۱/۱۳۵) پھر سجدہ سہو کرنے کے بعد دوبارہ التحیات سے شروع کر کے آخر تک تشہد پڑھے اور سلام پھیرے۔ یہ ہے حنفی مذہب کا طریقہ اور اس حدیث میں آپ کو یہ طریقہ خوردبین لگا کر دیکھنے سے بھی نظر نہیں آئے گا تو اس طرح حنفی مقلد ایسا اعتراض پیدا کرنے والا خود ہی اپنے دام میں پھنس جائے گا کہ صرف قبل السلام سجدہ سہو والی حدیث کی ہی حنفی مذہب نے مخالفت نہیں کی بلکہ بعد السلام سجدہ سہو والی روایت کا بھی حنفی مخالف ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اس مقام پر قبل السلام سجدہ سہو والی بحث میں نے جان بوجھ کر چھوڑ دی ہے کیونکہ یہاں یہ مقصود نہیں ہے کہ سجدہ سہو قبل السلام کس صورت میں ہونا چاہئے اور بعد السلام کس صورت میں؟ یہاں تو صرف حنفی مذہب کا نقشہ پیش کرنا مقصود ہے کہ یہ مذہب نام ہی مخالفتِ رسول اللہ ﷺ کا ہے۔

تو بات چل رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے پانچ رکعتیں نماز پڑھی پھر یاد دلانے پر آپ ﷺ نے نماز لوٹانے کی بجائے صرف سجدہ سہو پر ہی اکتفا کیا ہے مگر فقہ حنفی اس کا بھی انکار کرتی ہے۔ چنانچہ کتب فقہ میں یوں خامہ فرسائی کی گئی ہے:

ان قید الخامسة بسجدة بطل فرضهٗ عندنا.

[ہدایہ، ج ۱، ص ۱۶۶، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود السہو' فتاویٰ عالمگیری ص ۱/۱۲۹' قدوری ص ۴۹]

"یعنی اگر کسی نے بھولے سے سجدہ کے ساتھ پانچویں رکعت ادا کر لی تو ہمارے (احناف کے) نزدیک اس کی وہ تمام فرض نماز باطل ہو گئی۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں صاف ظہر کے الفاظ بھی موجود ہیں کہ اس کی ظہر کی نماز فاسد ہو گی۔"

حنفی دوستو رسول اللہ ﷺ تو سہواً چار کی بجائے پانچ رکعتیں پڑھنے پر سجدہ سہو

ادا کریں مگر فقہ حنفی اسے باطل قرار دے کر دوبارہ فرض نماز پڑھنے کا حکم دے۔ کیا آپ سہواً پانچ رکعتیں پڑھنے کی صورت میں فقہ پر عمل کر کے نماز پیغمبر ﷺ کو باطل قرار دے کر دوبارہ نماز پڑھیں گے یا سنتِ امام الانبیاء پر عمل کرتے ہوئے سجدہ سہوادا کر کے فقہ حنفی کے اس مسئلے کے باطل ہونے کا اعلان کریں گے؟

۵۰:۔ مسافرت کی حد

جن مسائل میں فقہ حنفی نے رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کیا ہے۔ ان میں سے ایک مسئلہ مسافرت کا ہے کہ مسافر کتنا سفر کرے تو قصر نماز ادا کر سکتا ہے تو اس سلسلے میں بھی احناف نے رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے۔ چنانچہ پہلے رسولِ اللہ ﷺ کا طریقہ ملاحظہ فرمائیں۔ جناب یحیٰی بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قصر نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

کان رسول اللہ ﷺ اذخرج مسیرۃ ثلاثۃ امیال او ثلاثۃ فراسخ شعبۃ الشاک صلی رکعتین.

[مسلم ج ۱ ص ۲۴۲، کتاب الصلوٰۃ، المسافرین وقصرھا' ابوداؤد ص ۱/۱۷۰]

''کہ رسول اللہ ﷺ جب تین میل یا تین فرسخ (شعبہ کو شک ہے کہ لفظ تین میل اس نے اپنے شیخ سے سنا ہے یا تین فرسخ) سفر کرتے دو رکعت (یعنی قصر) نماز ادا فرماتے۔''

ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آدمی کم از کم نو میل سفر کرے (آج کے کلومیٹر کے حساب سے لگایا جائے گا کیونکہ میل بڑا ہوتا ہے اور یہ انگریزی کلومیٹر چھوٹا) تو آدمی قصر کر سکتا ہے مگر فقہ حنفی اس کو تسلیم کرنے سے انکاری ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے:

السفر الذی یتغیر به الاحکام ان یقصد مسیرة ثلثة ایام و لیا لیها.

[ہدایہ ص ۱/ ۱۶۵ باب الصلوٰۃ المسافر۔ شرح وقایہ ص ۱/ ۲۳۴ قدوری ص ۵۶]

’’یعنی سفر کے احکام اس پر مرتب ہوتے ہیں جس میں تین دن اور ان کی راتیں سفر کا قصد کیا گیا ہو یعنی جو اس سے کم سفر کرے گا تو وہ مسافر ہی نہیں اور جب مسافر نہیں تو قصر نماز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔‘‘

اب کہو حنفی دوستو کیا سنتِ ناطق وحی ﷺ پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حق دار بنو گے یا مخالفت کر کے فقہ پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا نشانہ بنو گے؟

۵۱:۔ جمع بین الصلوٰتین فی السفر

ناطق وحی خاتم المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جب کبھی سفر میں تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ دو نمازیں جمع فرما لیتے تھے مگر فقہ حنفی نے اس کا انکار کر کے بھی رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ پہلے آپ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن ابن عباس قال کان رسول الله ﷺ یجمع بین صلوٰة الظهر و العصر اذا کان علی ظهر سیر ویجمع بین المغرب و العشآء.

[بخاری ص ۱/ ۱۴۹ باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء، مسلم ص ۱/ ۲۴۵ ابوداؤد ص ۱/ ۱۷۱]

’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر میں ہوتے تو ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔‘‘

یہ روایت کس قدر واضح ہے کہ سفر میں نمازیں جمع کر کے پڑھنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ مسلم اور ابوداؤد وغیرہ میں صراحت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ

کبھی عصر کو مقدم کر کے ظہر کے ساتھ پڑھتے اور کبھی ظہر کو مؤخر کر کے عصر کے ساتھ پڑھتے تھے اس طرح مغرب اور عشاء بھی۔ مگر فقہ حنفی نے اس کے مخالف کیا۔ چنانچہ شرح وقایہ میں لکھا ہے:

ولا یجمع فرضان فی وقت بلا حج.

[شرح وقایہ ص ۱/ ۱۵۰، کتاب الصلوٰۃ]

"یعنی حج کے موقعہ کے علاوہ دو فرض نمازیں ایک وقت میں جمع نہیں کی جاسکتیں۔"

اب کہو حنفی دوستو سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتے ہوئے سفر میں نمازیں جمع کرنے کی سہولت حاصل کرو گے یا پھر فقہ حنفی پر عمل کر کے سنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دو گے؟

۵۲:۔ مغرب سے پہلے دو رکعت نفل

قارئین لیجئے ایک اور مسئلہ ملاحظہ فرمائیں جس میں احناف نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف کیا ہے۔ حضرت عبداللہ المزنی بیان کرتے ہیں:

عن النبی ﷺ قال صلوا قبل صلوٰۃ المغرب قال فی الثالثة لمن شآء کراهية ان یتخذها الناس سنةً.

[بخاری ص ۱/ ۱۵۸، باب الصلوٰۃ قبل المغرب۔ مسلم ص ۱/ ۲۷۸، ابوداؤد ص ۱/ ۱۸۲]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مغرب کی نماز سے پہلے نماز پڑھو۔ (دو مرتبہ فرمایا کہ مغرب کی نماز سے پہلے نماز پڑھو) اور تیسری مرتبہ فرمایا کہ جو پڑھنا چاہے وہ پڑھ لے تاکہ لوگ سنت نہ بنالیں۔ یعنی مقصد یہ ہے کہ پڑھنے کی اجازت ہے اور ضروری نہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ تیسری مرتبہ "لمن شآء" کے لفظ ارشاد نہ فرماتے تو پھر غروب آفتاب کے بعد فرض نماز سے پہلے

نفل پڑھنا ضروری ہو جاتا۔ بلکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ اتنی کثیر تعداد میں لوگ مغرب کی اذان کے بعد نفل پڑھتے تھے کہ اگر
باہر سے کوئی اجنبی آتا تو وہ سمجھتا کہ شائد جماعت ہو چکی ہے۔ (مسلم)

قارئین حدیث آپ کے سامنے ہے اور مسجد نبویؐ میں مدینہ منورہ میں عہد رسول اللہ ﷺ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل بھی آپ کے سامنے ہے۔ مگر فقہ حنفی نے تاخیر کا بہانہ بنا کر اس سنت پر بھی عمل کرنے سے روک دیا ہے۔ چنانچہ فقہ کی معتبر کتب میں لکھا ہے:

ولا یتنفل بعد الغروب قبل الفرض لمافیه من تاخیر المغرب.

[ہدایہ ص ۱/۸۶ کتاب الصلوٰۃ۔ شرح وقایہ ص ۱/۱۵۰ فتاویٰ عالمگیری ص ۱/۵۳]

''یعنی غروب آفتاب کے بعد فرض نماز سے پہلے نفل نہ پڑھے جائیں تا کہ
مغرب کی نماز میں تاخیر نہ ہو جائے۔''

اب کہو حنفی بھائیو فرمان پیغمبر ﷺ پر عمل کر کے اپنے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ کرو گے یا پھر مغرب سے قبل دو رکعت نماز کا انکار کر کے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرو گے؟

قارئین یہ بات یاد رہے کہ یہ نفل پڑھنا کوئی ضروری نہیں ہیں بلکہ جو آدمی پڑھنا چاہے پڑھ لے اور جو نہ پڑھنا چاہے نہ پڑھے مگر فقہ حنفی نے تو بالکل ہی پڑھنے سے منع کر دیا ہے جو کہ علی الاعلان رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہے۔

۵۳:۔ خطبہ جمعہ کے وقت نماز

رسول اللہ ﷺ کے وہ فرامین جنہیں مضبوطی سے تھامنے کا ہمیں حکم ہے حنفی دوستوں نے نہ صرف انہیں چھوڑا ہے بلکہ ان کی مخالفت بھی شروع کر رکھی ہے۔ چنانچہ ان میں ایک حکم ہے جب امام خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہو جائے یا خطبہ دے رہا

ہو تو کیا آدمی نماز پڑھ سکتا ہے؟ فرمانِ پیغمبر (فداہ ابی و امی و روحی و جسدی و کل شیءٍ ما عندی) ﷺ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جآء سليك الغطفاني يوم الجمعة و رسول الله ﷺ يخطب فجلس فقال له يا سليك قم فاركع ركعتين و تجوز فيهما ثم قال اذا جآء احدكم يوم الجمعة والامام يخطب فليركع ركعتين و يتجوز فيهما.

[مسلم ص ۱/ ۲۸۷ کتاب الجمعۃ بخاری ص ۱/ ۱۲۷ ابو داؤد ص ۱۵۹]

"کہ حضرت سلیک غطفانی جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے خطبہ کے دوران تشریف لائے اور بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے سلیک اٹھ کر مختصر سی دو رکعت نماز پڑھ لو۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (کہ اے لوگو سن لو) جب بھی تم میں سے کوئی آدمی اس حالت میں مسجد میں آئے کہ امام جمعہ کا خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو رکعت مختصر سی نماز پڑھے۔"

قارئین یہ حدیث کس قدر واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کو جو جمعہ کے خطبہ کے دوران سنتیں پڑھے بغیر بیٹھ گیا تھا اس کو سنتیں پڑھنے کا حکم دیا ہے پھر عام حکم فرما دیا کہ آئندہ بھی اگر کوئی آدمی امام کے خطبہ کے دوران آئے تو پہلے دو رکعت نمازِ پڑھے پھر بیٹھے۔ میں نے یہ طویل حدیث اس لئے ذکر کی ہے کہ حنفی لوگ عام طور پر لوگوں کو مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ غریب آدمی تھا تو اس کی امداد کرانا لوگوں سے مقصود تھا اس لئے اس کو کھڑے ہو کر دوران خطبہ دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم فرمایا تھا لیکن اس حدیث میں تو ایسا کوئی اشارہ تک بھی نہیں ہے اور پھر اس کو کہنے کے بعد عام لوگوں کو بھی حکم دے کر قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے رسول اللہ ﷺ نے یہ اجازت ہی نہیں بلکہ حکم دے دیا ہے کہ آپ نے اگر

پہلے سنتیں نہیں پڑھیں تو دوران خطبہ دو رکعت پڑھیں۔ یہاں یہ بحث نہیں ہے کہ اس آدمی کو کس لئے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اور کیا یہ ایک ہی واقعہ ہے یا کہ الگ الگ؟

یہاں تو صرف حنفیت کا اسلام کے لبادے میں لپٹا ہوا بھیانک چہرہ دکھانا مقصود ہے۔ اب آیئے فقہ حنفی کا مطالعہ کیجئے اس میں لکھا ہے:

واذا خرج الامام یوم الجمعة ترک الناس الصلوٰۃ والکلام حتی یفرغ من خطبته.

[ہدایہ ص ۱/۱۷۱ باب الصلوٰۃ الجمعہ، شرح وقایہ ص ۱/۲۴۴، فتاویٰ عالمگیری ص ۱/۱۴۸، قدوری ص ۵۴]

''یعنی جب امام خطبہ دینے کے لئے نکل کھڑا ہو تو لوگوں کو نماز اور باتیں چھوڑ دینی چاہئیں یہاں تک کہ امام خطبہ سے فارغ ہو جائے۔''

اب کہو حنفی بھائیو کیا آپ فرمان رسول اللہ ﷺ کو تسلیم کرتے ہوئے جمعہ کے کے خطبہ کے دوران دو رکعت نماز پڑھ کر بیٹھیں گے یا فقہ پر عمل کرتے ہوئے فرمانِ پیغمبر ﷺ کی مخالفت کریں گے۔ فیصلہ جو بھی کریں قیامت کے دن کا حساب و کتاب سامنے رکھیں۔

۵۴:۔ مسجد میں جنازہ

قارئین بات کو مختصر کرتا ہوں دوسرے مسائل میں تو احناف نے اختلاف کیا ہی تھا مگر افسوس کہ حنفی بزرگوں نے انسان کی زندگی کے آخری سفر کے وقت میں بھی رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے دستبرداری کا اعلان نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خود مسجد میں نماز جنازہ پڑھی ہے مگر فقہ حنفی اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ آپ پہلے حدیث ملاحظہ فرمائیں:

ان عائشہ لما توفی سعد بن ابی وقاص قالت ادخلوا به

المسجد حتی اصلی علیه فانکر ذالک علیها فقالت واللہ لقد صلی رسول اللہ ﷺ علی ابنی بیضاء فی المسجد سهیل واخیه.

[مسلم ص ۱/۳۱۳ فصل فی الجواز الصلوٰۃ علی المیت فی المسجد ترمذی ص ۱/۲۰۰ نسائی ص ۱/۲۲۶]

''جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس کا جنازہ مسجد میں داخل کیا جائے تا کہ میں بھی جنازہ میں شریک ہوسکوں تو اس پر انکار کیا گیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ نے ابنِ بیضاء کے دونوں بیٹوں سہیل اور اس کے بھائی (سہل بن بیضاء) کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی۔''

قارئین یہ تھی حدیث حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی سنت ہے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مگر فقہ حنفی اس کا انکار کرتی ہے۔ چنانچہ فقہ کی امہات الکتب ملاحظہ فرمائیں لکھا ہے:

ولا یصلی علی میّت فی مسجد جماعة.

[ہدایہ ص ۱/۱۸۱ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت۔ شرح وقایہ ص ۱/۲۵۵ فتاوی عالمگیری ص ۱/۱۶۵ قدوری ص ۵۹]

''یعنی جماعت والی مسجد میں نماز جنازہ ادا نہ کی جائے۔''

حنفی دوستو حدیث پیغمبر ﷺ بھی آپ کے سامنے ہے اور فقہ حنفی بھی اب آپ کی مرضی ہے کہ سنت سید الابرار ﷺ کو پسند کرلیں یا فقہ حنفی کو۔

۵۵:۔ مرد کا جنازہ

رسول اللہ ﷺ جب مرد کا جنازہ پڑھتے تو اس کے سر کے برابر کھڑے ہوتے تھے۔ جناب ابو غالب بیان کرتے ہیں:

صلیت مع انس بن مالک علی جنازۃ رجل فقام حیال راسه ثم جاؤا بجنازۃ امرأۃ من قریش فقالوا یا ابا حمزۃ صل علیها

فقام حيال وسط السرير فقال له العلاء بن زياد هكذا رأيت رسول الله ﷺ قام على الجنازة مقامك منها و من الرجل مقامك منه قال نعم فلما فرغ قال احفظوا.

[ترمذی ۱/۲۰۰ باب این یقوم الامام من الرجل والمرأۃ، ابن ماجہ ص ۱۰۷]

''کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ کے ساتھ ایک مرد کے جنازے کی نماز پڑھی تو حضرت انس بن مالکؓ اس مرد کے سر کے برابر کھڑے ہوئے پھر ایک قریش قبیلے کی عورت کے جنازے میں اس کی چارپائی کے درمیان کھڑے ہوئے تو اس موقعہ پر علاء بن زیاد نے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح دیکھا ہے کہ مرد کے جنازے کے وقت سر کے برابر (سامنے) اور عورت کے درمیان میں کھڑے ہوئے تو حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ ہاں (میں نے اس طرح دیکھا ہے) تو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو کہا (اے لوگو) اس بات کو یاد کرلو۔

اس روایت میں حضرت انس بن مالکؓ کس قدر واضح الفاظ میں یہ اعلان کر رہے ہیں کہ مرد کے جنازے میں مرد کے سر کے برابر کھڑا ہونا رسول اللہ کی سنت ہے مگر فقہ حنفی اس کی مخالفت کرتی ہے۔''

چنانچہ لکھا ہے۔

و يقوم الذى يصلى على الرجل والمرأة بحذاء الصدر.

[ہدایہ ص ۱/۱۸۱ فصل فی الصلوۃ علی المیت، شرح وقایہ ص ۱/۲۵۴، فتاوی عالمگیری ص ۱/۱۶۳، قدوری ص ۵۹]

''یعنی جنازہ پڑھانے والا امام مرد اور عورت کے سینے کے برابر کھڑا ہو۔''

قارئین حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور فقہ حنفی بھی اب جی چاہے تو حدیث کو سینے سے لگالو اور اگر جی چاہے تو حدیث کو چھوڑ کر فقہ حنفی کو قبول کرلو۔

۵۶:۔ عورت کا جنازہ

جس طرح مرد کا جنازہ پڑھنے میں احناف نے رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کیا ہے اسی طرح عورت کا جنازہ پڑھنے میں بھی احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف موجود ہے ۔ چنانچہ حدیث مصطفیٰ ﷺ کا مطالعہ کیجئے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صلیت ورآء النبی ﷺ علی امرأۃ ماتت فی نفاسھا فقام علیھا وسطھا.

[بخاری ص ۱/ ۱۷۷ باب این یقوم من المرأۃ والرجل۔ مسلم ص ۱/ ۳۱۱' ترمذی ص ۱/ ۲۰۰' ابن ماجہ ص ۱۰۷]

"میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ایک ایسی عورت کا جنازہ پڑھا جو نفاس کی حالت میں فوت ہوئی تھی تو آنحضرت ﷺ اس عورت کی میت کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔ یہ تھی حدیثِ رسول اللہ ﷺ۔ اب فقہ حنفی بھی ملاحظہ فرمائیں۔ حنفی بزرگ فرماتے ہیں:

ویقوم الذی یصلی علی الرجل والمرأۃ بحذأ الصدر.

[ہدایہ ص ۱/ ۱۸۱ فصل فی الصلوۃ علی المیت' شرح وقایہ ص ۱/ ۲۵۴' فتاوی عالمگیری ص ۱/ ۱۶۳' قدوری ص ۵۹]

"یعنی امام مرد اور عورت کے جنازہ میں سینے کے برابر کھڑا ہو۔"

حنفی دوستو اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق عورت کے جنازے میں درمیان میں کھڑے ہوں یا سنت سے منہ پھیر کر فقہ حنفی پر عمل کرتے ہوئے سینے کے برابر کھڑے ہو جائیں۔ مگر کم از کم کلمہ پڑھنے کی تو لاج رکھ لینا۔

۵۷:۔ جنازے میں پانچ تکبیریں

رسول اللہ ﷺ نے جنازے کی نماز میں چار تکبیریں بھی کہی ہیں اور پانچ

بھی۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں:

کان زیدیکبر علی جنائزنا اربعا وانه کبر علی جنازة خمسًا فسالته فقال کان رسول الله ﷺ یکبرها.

[مسلم ص ۱/ ۳۱۰ فصل فی التکبیر علی الجنازۃ خمسًا، ترمذی ص ۱/ ۱۹۸، نسائی ص ۱/ ۲۲۷، ابن ماجہ ص ۱۰۸]

”کہ حضرت زید بن ارقم ؓ ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے ایک جنازہ پر انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں تو حضرت عبدالرحمان فرماتے ہیں میں نے سوال کیا (ان پانچ تکبیروں کے متعلق) تو حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بھی (اسی طرح) پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے۔“

یہ حدیث کس قدر واضح ہے کہ پانچ تکبیریں بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ مگر فقہ حنفی ملاحظہ ہو لکھا ہے۔

و لو کبر الامام خمسًا لم یتابعه المؤتم.

[ہدایہ ص ۱/ ۱۸۰ فصل فی الصلوۃ علی المیت، فتاوی عالمگیری ص ۱/ ۱۶۳]

”اگر امام پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی اس کی اقتداء نہ کرے (یعنی مقتدی پانچویں تکبیر نہ کہے۔)

کہو حنفی دوستو پانچ تکبیریں جنازہ کی نماز میں کہنا اس پیغمبر ﷺ کی سنت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ...... الخ“ اس پیغمبر ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کبھی پانچ تکبیریں بھی کہو گے یا کہ فقہ حنفی کے خلاف سنت حکم پر عمل کرو گے۔

۵۸:۔ جنازے میں فاتحہ

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ کوئی نماز بھی بغیر سورۂ فاتحہ کے نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب. مگر فقہ حنفی نے جہاں دوسری نمازوں میں متقدیوں کو فاتحہ سے چھٹی دی اس سے بھی بڑھ کر جنازہ کی نماز میں فاتحہ کو بالکل ہی ختم کر دیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صلیت خلف ابن عباس علی جنازۃ فقرأ بفاتحۃ الکتاب وقال لتعلموا انها سنة.

[بخاری ص ۱/۱۷۸ باب قرآءۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ]

''کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک جنازہ کی نماز پڑھی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور (بعد میں) فرمایا کہ لوگو جان لو کہ یہ (جنازہ میں فاتحہ پڑھنا) رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔''

قارئین افسوس کہ اس مسئلہ میں بھی احناف نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہوئے یہ حکم صادر فرمادیا کہ:

ولا یقرأ فیها القرآن و لو قرأ الفاتحة بنیة الدعاء فلا باس به و ان قرأها بنیة القرأة لا یجوز لانها محل الدعاء دون القرأة.

[فتاوی عالمگیری ص ۱/۱۶۴ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت' شرح وقایہ ص ۱/۲۵۳]

''نماز جنازہ میں قرآن نہ پڑھا جائے اور اگر فاتحہ دعا کی نیت سے پڑھ لی جائے تو کوئی حرج نہیں اور اگر قرأت کی نیت سے پڑھے گا تو یہ جائز نہیں کیونکہ یہ قرأت کا نہیں دعا کا محل ہے۔''

قارئین غور کیا آپ نے کہ ایک سنت کو ٹھکرایا اور دوسرا اس پر دلائل دینا شروع کر دیئے کہ یہ دعا کا وقت ہے قرأت کا نہیں۔

حنفی دوستو کیا رسول اللہ ﷺ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ دعا کا محل ہے اور تمہیں معلوم ہو گیا ہے (انا للہ و انا الیہ راجعون) صاف کیوں نہیں کہتے کہ ہمیں سنتِ

رسول ﷺ کی مخالفت کرنے کی عادت پڑگئی ہے جو چھوٹ نہیں سکتی کہ:

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

۵۹:۔خودکشی کرنے والے کا جنازہ

ناطق وحی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے خودکشی کرنے والے کا جنازہ نہیں پڑھا۔مگر فقہ حنفی نے جائز قرار دے دیا ہے۔ چنانچہ یہ اختلاف بھی ملاحظہ فرمائیں۔
حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اتی النبی ﷺ برجل قتل نفسه بمشاقص فلم یصل علیه.

[مسلم ص ۱/۳۱۴ فصل فی الجواز زیارۃ قبور المشرکین ومنہ الاستغفار لھم' نسائی ص ۱/۲۲۵]

''یعنی رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ایسے شخص کا جنازہ لایا گیا جس نے چھری سے اپنے آپ کو قتل کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔''

یہ فعل رسول اللہ ﷺ کا تھا مگر فقہ حنفی کی بھی سن لیجئے فرماتے ہیں۔

من قتل نفسه عمداً یصلی علیه عند ابی حنیفة و محمد رحمهما الله و هو الاصح.

[فتاوی عالمگیری ص ۱/۱۶۳ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت]

''یعنی امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھا جائے گا اور یہ اصح (صحیح ترین) ہے۔''

قارئین غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ تو خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھیں ہی نہ مگر فقہ حنفی کہے کہ پڑھنا صحیح ترین ہے۔اب آپ خود ہی غور فرمائیں کہ کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کر کے فقہ کے اس مسئلے کو غلط ترین کہیں گے یا پھر فقہ حنفیہ پر عمل کر کے فعل رسول اللہ ﷺ کو غلط تسلیم کریں گے۔(**العیاذ باللہ من ھٰذہ خرافات الحنفیه**)

۶۰:۔ ایک رکعت وتر

وتر نماز ایک بہت اہم نماز ہے چونکہ یہ نماز فرض کے علاوہ ہے اس لئے اس کی تعداد کوئی حتمی نہیں۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف رکعات پڑھنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ طاق ہوں۔ ''مثلاً ایک' تین' پانچ'' مگر فقہ حنفی نے اس اجازت کو تین رکعات میں مقید کر کے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی ہے۔ یہاں میں صرف یہ بتاؤں گا کہ ایک رکعت وتر پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ مگر فقہ حنفی نے اس کا انکار کر دیا ہے۔ چنانچہ پہلے آپ حدیث پیغمبر ﷺ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

ان رجلا سأل النبی ﷺ عن صلوٰۃ اللیل فقال رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ فاذ اخشی احدکم الصبح صلی رکعۃ واحدۃ توتر لہ ماقد صلی.

[بخاری ص ۱/۱۳۵ باب ماجآء فی الوتر' مسلم ص ۱/۲۵۳' ابوداؤد ص ۱/۲۰۱' ترمذی ص ۱/۱۰۶' نسائی ص ۱/۲۰۰' ابن ماجہ ص ۸۲' مستدرک حاکم ص ۱/۳۰۲' دار قطنی ص ۲/۲۳' دارمی ص ۱/۳۱۰]

''کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور جب کوئی صبح کے طلوع ہونے کا خطرہ محسوس کرے تو پھر ایک رکعت پڑھ لے وہ اس کی سابقہ نماز کے لئے وتر بن جائے گی۔''

قارئین یہ فرمان پیغمبر ﷺ کس قدر واضح ہے کہ ایک رکعت وتر بھی جائز ہے۔ مگر فقہ حنفی نہیں مانتی۔ چنانچہ علامہ بدر الدین عینی حنفی نے نقل کیا ہے کہ:

قال ابوحنیفۃ لا یصح الایتار بواحدۃ.

[عمدۃ القاری ص ۷/۴ باب الوتر' مرقاۃ ص ۳/۱۶۶]

''یعنی امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ ایک رکعت وتر پڑھنا درست نہیں ہے۔''

کہو حنفی بھائیو اب آپ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے ایک رکعت وتر پڑھیں گے یا فقہ پر عمل کرتے ہوئے فرمان پیغمبر ﷺ پر درست نہ ہونے کا الزام لگائیں گے۔

٦١:۔ایک رکعت نماز کا ہی انکار

قارئین اوپر تو آپ نے پڑھا ہے کہ احناف نے ایک وتر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کیا ہے' اب جو حوالہ میں نقل کرنے والا ہوں۔اس میں حنفیوں نے رسول کریم ﷺ کے فرمان کے بالکل برعکس ایک رکعت کے نماز ہونے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ چنانچہ مذکور بالا حدیث دوبارہ پڑھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رجلا سأل النبی ﷺ عن صلٰوۃ الیل فقال رسول اللہ ﷺ صلٰوۃ الیل مثنٰی مثنٰی فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعة واحدة توتر لهٗ.

[بخاری ص ۱/۱۳۵ باب ماجآء فی الوتر]

''کہ ایک آدمی نے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے جواباً فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور جب تم میں سے کوئی صبح کے طلوع ہونے کا خطرہ محسوس کرے تو ایک رکعت نماز پڑھ لے وہ اس کے لئے وتر بن جائے گی۔''

قارئین اس روایت میں صاف الفاظ میں موجود ہے کہ ''صلی رکعة واحدہ'' وہ ایک رکعت نماز پڑھ لے۔اس سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ مگر فقہ حنفی نے اس کا صاف انکار کر دیا ہے۔ چنانچہ علامہ عینی حنفی نے عمدۃ القاری میں امام ابو حنیفہ کا قول نقل کیا ہے:

ولا تکون الرکعة الواحدة صلاة قط.

[عمدۃ القاری ص ۸/۴ باب ماجآء فی الوتر]

"یعنی ایک رکعت تو نماز ہو ہی نہیں سکتی۔"

حنفی بھائیو اب آپ بتائیں کہ کیا آپ فرمان پیغمبر ﷺ پر عمل کرتے ہوئے ایک رکعت کا نماز ہونا تسلیم کریں گے یا فقہ حنفی پر عمل کر کے ایک رکعت کے نماز ہونے سے ہی انکار کر دیں گے۔

ایک سلام سے نو رکعت

رسول اللہ ﷺ رات کو ایک ہی سلام سے نو رکعت ادا فرماتے تھے۔ مگر فقہ حنفی نے اس کی بھی مخالفت کی ہے۔ چنانچہ ایک لمبی حدیث میں حضرت سعد بن ہشام نے بیان کیا ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سوال کیا کہ:

یا ام المومنین انبئینی عن وتر رسول اللہ ﷺ فقالت کنا نعدلہ سواکہ و طھورہ فیبعثہ اللہ ماشآء ان یبعثہ من اللیل فیتسوک و یتوضأ و یصلی تسع رکعات لا یجلس فیھا اِلا فی الثامنة فیذکر اللہ و یحمدہ و یدعوہ ثم ینھض ولا یسلم ثم یقول فیصلی التاسعة ثم یقعد فیذکر اللہ و یحمدہٗ و یدعوہٗ ثم یسلم تسلیما یسمعنا ثم یصلی رکعتین بعد ما یسلم و ھو قاعد فتلک احدیٰ عشرة رکعة یا بنی......الخ.

[مسلم ص ۲۵۶/۱ باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل وان الوتر رکعة وان رکعة صلوٰۃ صحیحة]

"کہ اے ام المومنینؓ مجھے رسول اللہ ﷺ کے وتر کے بارے میں بتایئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے لئے مسواک اور وضو کا پانی تیار کرتے تو رسول اللہ ﷺ جتنا اللہ تعالیٰ چاہتے رات کو اٹھتے مسواک کرتے اور وضو کرتے پھر آپ نو رکعت نماز پڑھتے تو صرف آٹھویں

رکعت میں جا کر آپ بیٹھتے (یعنی آٹھ رکعت پڑھنے سے پہلے تشہد نہ بیٹھتے تھے) اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی تعریف کرتے اور اس سے دعا کرتے پھر آپ سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہو کر نویں رکعت پڑھتے پھر آپ بیٹھتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی تعریف کرتے اور اس سے دعا مانگتے پھر آپ سلام پھیرتے پھر آپ سلام پھیرنے کے بعد بیٹھنے کی حالت میں ہی دو رکعت نماز پڑھتے تو (میرے بیٹے) یہ کل گیارہ رکعتیں ہوئیں۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ایک ہی سلام سے نو رکعت ادا فرماتے تھے مگر فقہ حنفی نے اس کے خلاف کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

قال ابو حنیفة ان صلی ثمان رکعات بتسلیمة جاز و تکرہ الزیادة علی ذالک.

[ہدایہ ص ۱/ ۱۴۷ باب النوافل]

"یعنی امام ابو حنیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر آٹھ رکعتیں ایک سلام سے پڑھے تو جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ پڑھے تو مکروہ ہے۔ (تو گویا پھر رسول اللہ ﷺ کا فعل مکروہ ہوا۔ العیاذ باللہ)"

کہو حنفی بھائیو سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرو گے یا فقہ حنفی پر عمل کر کے فعل رسول اللہ ﷺ کو مکروہ قرار دو گے۔

۶۳:۔ تین رکعت وتر پڑھنے کا طریقہ

ام المومنین صدیقہ کائنات رفیقہ حیات ناطق وحی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ (فداھا ابی وامی وروحی وجسدی) وتر کی نماز کے متعلق بیان فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث لا یقعد الا فی اخرھن.

[مستدرک حاکم ص ۱/۳۰۴ کتاب الوتر]

''رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور ان میں تشہد نہیں بیٹھتے تھے مگر آخر میں۔''

ام المومنینؓ کا فرمان کس قدر واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تین رکعت وتر پڑھتے تو صرف آخر میں ایک ہی تشہد بیٹھتے مگر فقہ حنفی نے اس کی بھی ڈٹ کر مخالفت کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

الوتر واجب و هو ثلث ركعات بتسليمة و يقرأ في كل ركعة منه الفاتحة و سورة و يجلس على رأس الاولين منه و يقتصر على التشهد.

[نور الایضاح ص ۹۴ باب الوتر]

''وتر تین رکعت واجب ہیں ایک ہی سلام کے ساتھ ہر رکعت میں فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی ایک سورۃ پڑھی جائے گی اور دو رکعتوں کے آخر میں تشہد بیٹھے گا اور تشہد کو مختصر کیا جائے گا۔''

اب کہو حنفی بھائیو کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کریں گے یا کہ فقہ حنفی پر؟

۶۴: نماز کسوف کا طریقہ اور حنفی اختلاف

رسول اللہ ﷺ نے سورج گرہن کے وقت نماز پڑھی تو ایک رکعت میں آپ ﷺ نے دو رکوع کیے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔

انخسفت الشمس على عهد النبي ﷺ فصلى رسول الله ﷺ فقام قيامًا طويلا نحواً من قرآءة سورة البقرة ثم ركع ركوعا طويلا ثم رفع فقام طويلا و هو دون القيام الاول ثم ركع

رکوعا طویلاً و هو دون الرکوع الاول ثم سجد ثم قام قیامًا طویلاً و هو دون القیام الاول ثم رکع رکوعا طویلاً و هو دون الرکوع الاول ثم رفع فقام قیاما طویلا و هو دون القیام الاول ثم رکع رکوعا طویلا و هو دون الرکوع الاول ثم سجد ثم انحرف و قد تجلت الشمس ...... الخ.

[بخاری ص ۱/۱۴۳ باب صلوٰۃ الکسوف جماعۃ' مسلم ص ۱/ ۲۹۸' ابوداؤد ص ۱/ ۱۶۷' نسائی ص ۱/۱۷۳]

''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج کو گرہن ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تو سورۃ بقرہ کی قراۃ کی طرح لمبا قیام کیا پھر لمبا رکوع کیا پھر (رکوع سے سر کو اٹھایا) پھر لمبا قیام کیا اور وہ پہلے قیام کے علاوہ تھا (یعنی کچھ چھوٹا تھا) پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کچھ چھوٹا تھا پھر سجدہ کیا پھر لمبا قیام کیا پہلے قیام سے کچھ چھوٹا پھر لمبا ررکوع کیا پہلے رکوع سے کچھ چھوٹا پھر رکوع سے سر کو اٹھایا تو لمبا قیام کیا پہلے قیام سے کچھ چھوٹا پھر لمبا رکوع کیا پہلے رکوع سے کچھ چھوٹا پھر سجدہ کیا پھر آپ نماز سے فارغ ہوئے اور بیشک سورج صاف ہو گیا تھا۔''

قارئین اس حدیث میں صاف موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تو خسوف کی نماز میں ایک رکعت میں دو رکوع کیے ۔بعض روایات میں دو سے بھی زیادہ رکوعات کا ذکر ہے مگر فقہ حنفی نے ان تمام روایات کی مخالفت کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

اذا نکسفت الشمس صلی الامام بالناس رکعتین کھیأۃ النافلۃ فی کل رکعۃ رکوع واحد.

[ہدایہ ص ۱/ ۱۷۵ باب الصلوٰۃ الکسوف' فتاوی عالمگیری ص ۱۵۲' شرح وقایہ ص ۱/ ۲۰۸]

''یعنی جب سورج کو گہن لگ جائے تو امام لوگوں کے ساتھ دو رکعتیں نماز پڑھے نفل نماز کی طرح ہر رکعت میں ایک ہی رکوع کرے۔''

قارئین غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ تو خسوف کی نماز میں ایک رکعت میں دو یا اس سے زیادہ رکوع کریں مگر فقہ حنفی صرف ایک ہی رکوع کو مشروع قرار دے رہی ہے اب یہ فیصلہ تو حنفی دوست ہی کریں گے کہ حدیث پر عمل کرنا ہے یا پھر فقہ حنفی پر؟

۶۵: ۔نماز خسوف میں جہری قرأت

رسول اللہ ﷺ نے جب خسوف کی نماز پڑھائی تو آپ ﷺ نے جہری قرأت کی۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جھر النبی ﷺ فی صلوٰۃ الخسوف بقراء ته فاذا فرغ من قراء ته کبر فرکع و اذا رفع من الرکعة قال سمع اللہ لمن حمده ربنا و لک الحمد......الخ

[بخاری ص ۱/۱۴۵ باب الجھر بالقراۃ فی الکسوف' ترمذی ص ۱/۱۲۶' نسائی ص ۱/۱۷۷]

''کہ رسول اللہ ﷺ نے خسوف کی نماز میں قرأت بلند آواز سے کی قرأت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے تکبیر کہی اور رکوع کیا اور جب رکوع سے سر کو اٹھایا تو فرمایا سمع اللہ لمن حمده ربنا ولک الحمد.''

یہ تھا رسول اللہ ﷺ کی قرأت کا طریقہ مگر حنفی مذہب اس کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

و یطول القراء ة فیھما و یخفی عند ابی حنیفة.

[ہدایہ ص ۱/۱۷۵' باب صلوٰۃ الکسوف' شرح وقایہ ص ۱/۲۰۸' فتاوٰی عالمگیری ص ۱/۱۵۳]

''یعنی خسوف کی دونوں رکعتوں میں لمبی قرأت کرے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے کہ قرأت مخفی (آہستہ) کرے۔''

''حنفی بھائیو اب بتاؤ کہ کیا آپ سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کریں گے یا پھر فقہ حنفی پر عمل کرتے ہوئے فرمانِ پیغمبر ﷺ کی مخالفت کریں گے؟

۶۶:۔نماز خسوف میں خطبہ

رسول اللہ ﷺ نے جب خسوف کی نماز پڑھائی تو آپ ﷺ نے خطبہ بھی ارشاد فرمایا چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کی نماز خسوف کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

ثم سلم و قد تجلت الشمس فخطب الناس فقال فی کسوف الشمس والقمر انهما اٰیتان من آیات الله لا یخسفان لموت احدولا لحیاته فاذا رأیتموها فانزعوا الی الصلوٰة.

[بخاری ص ۱/۱۴۳ باب ھل یقول کسفت الشمس اوخسفت، مسلم ص ۱/۲۹۸، نسائی ص ۱/۱۷۸]

"کہ (حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس طرح آپ ﷺ نے خسوف کی نماز پڑھائی) پھر آپ ﷺ نے سلام پھیرا اور تحقیق سورج صاف ہو گیا تھا آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ سورج اور چاند کے گرہن کے بارے میں کہ بیشک وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ خسوف نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کی زندگی کی وجہ سے تو جب تم اس (خسوف) کو دیکھو تو نماز کے لئے جلدی کرو۔"

اس حدیث میں صاف طور پر الفاظ موجود ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز خسوف کے بعد لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا مگر فقہ حنفی نے ڈنکے کی چوٹ پر اس کی مخالفت کی ہے۔ چنانچہ بزرگان حنفیت فرماتے ہیں:

ولیس فی الکسوف خطبة.

[ہدایہ ص ۱/۱۶۷ باب صلوٰۃ الکسوف، شرح وقایہ ص ۱/۲۰۸]

"یعنی سورج گرہن کی نماز میں خطبہ نہیں ہے۔"

کہو حنفی دوستو سنتِ رسول ﷺ کو درست تسلیم کرو گے یا فقہ حنفی کو۔

۶۷:۔ نماز استسقاء

امام الرسل ناطق وحی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے نماز استسقاء باجماعت بھی پڑھائی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

خرج رسول الله ﷺ بالناس الى المصلى يستسقى فصلى بهم ركعتين جهر فيهما بالقراء ة واستقبل القبلة يدعوو رفع يديه و حوّل رداۂ حين استقبل القلبة.

[مشکوٰۃ ص ۱/۱۳۱ باب الاستسقاء بخاری ص ۱/۱۳۹، مسلم ص ۱/۲۹۳، ابوداؤد ص ۱/۱۶۴]

''یعنی رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ عیدگاہ کی طرف نکلے پانی طلب کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور ان دونوں رکعتوں میں قرأت کو بلند آواز سے کیا اور قبلہ رخ ہو کر دعا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور قبلہ رخ ہو کر اپنی چادر کو الٹ پلٹ کیا۔''

قارئین اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ نماز استسقاء باجماعت پڑھنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے مگر فقہ حنفی کے بزرگ فرماتے ہیں۔

ليس في استسقاء صلوٰة مسنونة في جماعة.

[ہدایہ ص ۱/۱۷۶ باب الاستسقاء، شرح وقایہ ص ۱/۲۰۸، قدوری ص ۵۷، فتاویٰ عالمگیری ص ۱/۱۵۳]

''کہ نماز استسقاء باجماعت پڑھنا مسنون نہیں ہے۔''

کہو حنفی دوستو کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے فعل کو سنت تسلیم کریں گے یا کہ فقہ حنفی پر عمل کرتے ہوئے فعل رسول اللہ ﷺ کے سنت ہونے سے انکار کریں گے؟

۶۸:۔ نماز استسقاء میں چادر پلٹنا

رسول اللہ ﷺ نے نماز استسقاء کے موقع پر اپنی چادر کو الٹ پلٹ کیا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن زید فرماتے ہیں:

رأيت النبى ﷺ يوم خرج تستسقى قال فحول الى الناس ظهرهٔ واستقبل القبلة يدعو ثم حول رداء ہ ثم صلى لنا ركعتين جهر فيها بالقرأة.

[بخاری ص ۱/ ۱۳۹ باب کیف حول النبی ﷺ ظہرہ الی الناس، مسلم ص ۱/ ۲۹۲، ابوداؤد ص ۱/ ۱۶۴، ترمذی ص ۱/ ۱۲۴، نسائی ص ۱/ ۱۷۹]

''یعنی دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک دن پانی طلب کرتے ہوئے نکلے تو اپنی پیٹھ کو لوگوں کی طرف گھمایا اور قبلہ رخ ہو کر دعا کرتے تھے پھر اپنی چادر کو گھمایا پھر ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی اور دونوں رکعتوں میں جہری قرأت کی۔''

قارئین اس حدیث میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز استسقاء کے موقعہ پر اپنی چادر کو الٹ پلٹ کیا ہے مگر فقہ حنفی اس کو نہیں مانتی چنانچہ لکھا ہے:

اما عند ابى حنيفة فلا يقلب رداء ہ.

[ہدایہ ص ۱/ ۱۷۶ باب الاستسقاً، شرح وقایہ ص ۱/ ۲۰۸، فتاوی عالمگیری ص ۱/ ۱۵۳]

''کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک (نماز استسقاً میں) چادر کو الٹ پلٹ نہ کیا جائے۔''

قارئین غور فرمائیں ایک طرف حدیث پیغمبر ﷺ ہے اور دوسری طرف امام ابوحنیفہ کا مذہب بیان کیا گیا ہے اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ہدایہ میں جہاں یہ عبارت لکھی گئی ہے اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی حدیث نقل کی گئی ہے کہ آپ سے تحویل رداء ثابت ہے۔ اور امام محمد شاگرد رشید امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی حدیث کے مطابق ہے اور پھر آگے امام ابوحنیفہ کا مخالف حدیث مذہب بیان کیا گیا ہے۔ (انا للہ و

انا الیہ راجعون)

دعا قنوت پڑھنے کے بارے میں

ناطق وحی رسول اللہ ﷺ وتر کی نماز کے علاوہ دوسری نمازوں میں بھی بسا اوقات قنوت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ امام محمد بن سیرین بیان فرماتے ہیں:

سئل انس بن مالک اقنت النبی ﷺ فی الصبح قال نعم فقیل او قنت قبل الرکوع قال بعد الرکوع یسیراً.

[بخاری ص ۱/۱۳۶ باب القنوت قبل الرکوع وبعدہ' مسلم ص ۱/۲۳۷' ابوداؤد ص ۱/۲۰۴' ترمذی ص ۱/۹۱]

"یعنی رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز میں قنوت پڑھی ہے تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہاں رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے پھر کہا گیا کہ کیا رکوع سے پہلے آنحضرت ﷺ قنوت پڑھا کرتے تھے تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ (نہیں) رکوع کے بعد۔"

قارئین حدیث مصطفیٰ ﷺ آپ کے سامنے ہے اس میں صاف موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ فجر کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے مگر فقہ حنفی اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے چنانچہ لکھا ہے کہ:

ولا یقنت فی صلاۃ غیرھا.

[ہدایہ ص ۱/۱۴۵ باب صلوٰۃ الوتر' شرح وقایہ ص ۱/۲۰۰' فتاویٰ عالمگیری ص ۱/۱۱۱' قدوری ص ۴۳]

"یعنی وتر کی نماز کے علاوہ دوسری نمازوں میں دعائے قنوت نہ پڑھی جائے۔"

قارئین یہ حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور فقہ حنفی بھی اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ عمل کس پر کرنا ہے؟

۷۰:۔اونٹوں کے باڑے میں نماز

قارئین بات بہت ہی طویل ہوگئی ہے حالانکہ میرا مقصد تو صرف حنفی مذہب کی نقاب کشائی ہے کوئی ضخیم کتاب بنانا نہیں ہے اس لئے میں بہت سے مسائل کو نظر انداز کر گیا ہوں لیکن نماز چونکہ اسلام کا ایک رکن ہے اس لئے اس کے مسائل کچھ زیادہ نقل کر دیئے ہیں۔اب آخر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نماز پڑھنے کی جگہوں کے بارے میں بھی فقہ حنفی نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی ہے۔اس کے بعد چند ایک دوسرے مسائل کا تذکرہ کروں گا۔(ان شاء اللہ)

امام کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور بکریوں کے باڑے میں نماز کو جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ صلوا فی مرابض الغنم ولا تصلوا فی اعطان الابل.

[ترمذی ص ۱/۸۱ باب ماجآء فی الصلاۃ فی المرابض الغنم و اعطان الابل۔ابن ماجہ ص ۵۶]

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کرو اور اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھا کرو۔''

قارئین یہ تھی حدیث جس میں امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

ان یکون حکم الصلاۃ فی موضع الابل کھو فی موضع الغنم قیاسا و نظراً علی ما ذکرنا و ھذا قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف و محمد رحمھم اللہ تعالیٰ.

[طحاوی ج ۱ ص ۲۲۵، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ فی اعطان الابل]

''یعنی ابو حنیفہ' ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جو حکم بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کا ہے وہی اونٹوں کے باڑے کا حکم ہے۔''

حنفی دوستو' حدیث اور فقہ آپ کے سامنے پیش کر کے میں نے اپنی ذمہ داری نبھا دی ہے۔اب انتخاب آپ نے کرنا ہے کہ حدیث پر عمل کیا جائے یا مخالف حدیث فقہ پر؟

۷۱:۔ دیہات میں جمعہ

قارئین رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں گاؤں میں جمعہ ادا کیا گیا مگر آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا مگر فقہ حنفی اس کی انکاری ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان اول جمعة جمعت بعد جمعة في مسجد رسول الله ﷺ في مسجد عبدالقيس بجواثيٰ من البحرين.

[بخاری ص ۱/۱۲۲' باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن' ابوداؤد ص ۱/۱۵۳]

''کہ بیشک رسول اللہ ﷺ کی مسجد (مسجد نبویؐ) کے بعد سب سے پہلا جمعہ بحرین کے علاقے میں جواثی جگہ پر مسجد عبدالقیس میں ادا کیا گیا۔''

قارئین اس روایت میں صاف موجود ہے کہ جواثی جگہ پر مسجد نبوی کے بعد جمعہ کا آغاز کیا گیا اور ابوداؤد شریف کی روایت میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ جواثی بحرین کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔مگر فقہ حنفی کی لم ترانی بھی سنیئے کہ کس طرح ڈنکے کی چوٹ پر اس کی مخالفت کرتی ہے چنانچہ لکھا ہے کہ:

لا تصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلي المصر ولا تجوز في القرىٰ.

[ہدایہ ص ۱/۱۶۸ باب صلوٰۃ الجمعۃ' قدوری ص ۵۳]

"کہ جمعہ صرف شہر کی جامع مسجد یا شہر کی عید گاہ میں پڑھنا درست ہے گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔"

قارئین حدیث اور فقہ حنفی دونوں آپ کے سامنے ہیں اب آپ خود ہی احناف کے ایمان' اسلام کا اندازہ لگائیں کہ اسلام سے کس قدر تعلق ہے؟

قارئین یہ فقہ حنفی کے اکہتر مسائل ہیں جو صرف نماز کے مسئلے کے متعلقہ ہیں اور فقہ کے یہ مسائل حدیث مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ہیں اب کچھ مسائل دوسرے اسلامی ارکان کے بھی ملاحظہ فرمائیں جو حنفیوں کے حدیث کے خلاف ہیں۔

۷۲:۔ روزے کی نیت

روزے کی نیت کا مسئلہ یہ ہے کہ فرض روزے کے لئے رات کو نیت کرنا ضروری ہے۔ ام المومنین حضرت حفصہؓ بیان فرماتی ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام لہ.

[ابوداؤد ۱/۳۳۳ باب النیۃ فی الصوم' ترمذی ص ۱/۱۵۴' نسائی ۱/۲۶۱' ابن ماجہ ص ۱۲۲' دارمی ص ۱/۳۳۹]

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کرے اس آدمی کا کوئی روزہ نہیں۔"

قارئین یہ تھی رسول اللہ ﷺ کی حدیث جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ روزے کی نیت فجر سے پہلے پہلے ضروری ہے مگر فقہ حنفی اس حدیث کے خلاف ہے چنانچہ فقہ حنفی کی امہات الکتب میں یوں مرقوم ہے۔

فیجوز بنیۃ من اللیل و ان لم ینو حتی اصبح اجزأتہ النیۃ ما بینہ و بین الزوال.

[ہدایہ ص ۱/۲۱۱ کتاب الصوم' شرح وقایہ ص ۱/۳۰۵' فتاوٰی عالمگیری ص ۱/۱۹۶' قدوری ص ۶۹]

''یعنی رات کو نیت کرنا جائز ہے اور اگر آدمی صبح تک نیت نہ کرے تو زوال سے پہلے پہلے نیت کرلے تو اس کو کفایت کر جائے گی۔''

قارئین غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں کہ اگر فجر سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی جائے گی تو روزہ نہیں ہوگا مگر فقہ حنفی کہتی ہے کہ صبح کے وقت سے سورج ڈھلنے کے وقت (یعنی دوپہر) سے پہلے تک نیت کرنا جائز ہے اور اس آدمی کا روزہ ہو جائے گا۔ حنفی بھائیو کیا آپ واقعی حدیث کو چھوڑ کر فقہ پر عمل کریں گے؟

۷۳:۔ میت کی طرف سے روزہ

ام المومنین صدیقہ کائنات رفیقہ حیات امامِ اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتی ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال من مات و علیه صیام صام عنه ولیه.

[بخاری، ج۱، ص۲۶۲، کتاب الصوم، باب من مات وعلیہ صوم، مسلم ص۱/۳۶۲]

''کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا ہو اور اس کے ذمے کچھ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھے۔''

یہ ہے فرمان پیغمبر ﷺ مگر فقہ حنفی اس کی بھی مخالفت کرتی ہے چنانچہ فقہ حنفی کی ام الکتب ہدایہ میں لکھا ہے:

ولا یصوم عنه الولی .

[ہدایہ ص۱/۲۲۳ کتاب الصوم، شرح وقایہ ص۱/۳۱۵]

''یعنی میت کی طرف سے اس میت کا ولی روزہ نہیں رکھ سکتا۔''

حنفی دوستو حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور خلاف حدیث فقہ بھی کیا آپ سچ حدیث کو چھوڑ کر خلاف حدیث فقہ پر عمل کریں گے؟

۷۴:۔شوال کے چھ روزے

امام اعظم ﷺ نے رمضان مبارک کے بعد شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال كان كصيام دهر.

[مسلم ۱/۳۶۱ باب استحباب صوم ستة من شوال اتباعا رمضان، ترمذی ص ۱/۱۵۷]

"کہ جس شخص نے رمضان المبارک کے مہینے کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے مہینے کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے سال بھر کے روزے رکھے۔"

شوال کے چھ روزوں کی یہ فضیلت رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے مگر فقہ حنفی نے سرے سے اس کے جواز کا ہی انکار کر دیا۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں یوں خامہ فرسائی کی گئی ہے کہ:

ويكره صوم ستة من شوال عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ متفرقا كان اور متتابعا.

[فتاوی عالمگیری ص ۱/۲۰۱ باب فی ما یکرہ لصائم وما لا یکرہ]

"یعنی امام ابو حنیفہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے رکھنے مکروہ ہیں خواہ الگ الگ رکھے یا پے در پے (لگاتار) ہر صورت میں مکروہ ہیں۔ حنفی دوستو کیا آپ امام ابو حنیفہ کی تقلید کرتے ہوئے امام اعظم رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو مکروہ قرار دے کر اتباع رسول اللہ ﷺ سے دستبردار ہو جاؤ گے۔"

۷۵:۔روزے کے کفارے کا مسئلہ

رمضان المبارک کے مہینے میں جان بوجھ کر روزہ توڑنے والے پر قضا اور

کفارہ لازم آتا ہے۔ جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ان میں سے ایک جماع کرنا بھی ہے اگر آدمی روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھے تو اس پر قضا اور کفارہ بھی لازم ہے جس طرح کہ حدیث مبارک میں ایک واقعہ آتا ہے فقیہہ امتِ محمدیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بینما نحن جلوس عندالنبی ﷺ اذجاء ہ رجل فقال یا رسول اللہ ﷺ هلکت قال مالک قال وقعت علی امرأتی و انا صائم فقال رسول اللہ ﷺ هل تجد رقبة تعتقها قال لا قال فهل تستطیع ان تصوم شهرین متتابعین قال لا قال فهل تجد اطعام ستین مسکینا قال لا قال فمکث النبی ﷺ فبینا نحن علی ذالک اتی النبی ﷺ بعرق فیها تمر و العرق المکتل قال این السائل فقال انا قال خذهذا فتصدق به فقال الرجل اعلی افقر منی یا رسول اللہ فاللہ ما بین لا بتیها یرید الحرتین اهل بیت افقر من اهل بیتی فضحک رسول اللہ ﷺ حتی بدت انیابه ثم قال اطعمه اهلک.

[بخاری ص ۱/۲۶۰ باب اذ جامع فی رمضان ولم یکن له شیٔ فتصدق علیه فلیکفر، مسلم ص ۱/۳۵۴]

"کہ ہم ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں ہلاک ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو غلام آزاد کرنے کی طاقت رکھتا ہے، اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو لگاتار دو مہینے روزے رکھ سکتا ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا

تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت رکھتا ہے، اس نے کہا نہیں تو رسول اللہ ﷺ تھوڑی دیر ٹھہرے ہم اس حالت میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سائل کہاں ہے؟ وہ (سائل) کہنے لگا کہ میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ٹوکرا اٹھا لے اور اس کو صدقہ کر دے تو وہ آدمی کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اپنے سے زیادہ فقیر پر صدقہ کروں اللہ کی قسم مدینے کے ان دو سنگلاخوں کے درمیان کوئی گھر بھی میرے گھر والوں سے زیادہ فقیر نہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کر ہنس پڑے حتی کہ آپ کی داڑھیں نظر آنا شروع ہو گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جا اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دے۔"

قارئین اس حدیث میں واضح موجود ہے کہ جماع سے روزہ توڑنے کی صورت میں رسول اللہ ﷺ نے کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے مگر فقہ حنفی نے اس کفارے کو بھی ختم کر دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں بزرگان حنفیت:

ولو جامع ميتة او بهيمة فلا كفارة انزل او لم ينزل.

[ہدایہ ص ۱/۲۱۹ کتاب الصوم، شرح وقایہ ص ۱/۳۱۲، فتاوی عالمگیری ص ۱/۲۰۵]

"اور اگر آدمی روزے کی حالت میں مردہ عورت یا چوپائے (گدھی وغیرہ) سے جماع کرے تو کفارہ لازم نہیں ہے انزال ہو یا نہ ہو۔"

(فقہ حنفی کی موجودگی میں اگر قبر[1] سے میت کو نکال کر زنا نہیں کیا جائے گا تو اور کیا کیا جائے گا۔ ملک کو حنفی اسٹیٹ بنانے کا مطالبہ کرنے والوں کے لئے لمحہ فکریہ۔ مؤلف)

اس سے اگلے صفحہ پر اس طرح خامہ فرسائی کی گئی ہے:

و من جامع فيما دون الفرج فانزل فعليه القضاء و لا

---

[1] کچھ عرصہ قبل وزیر آباد شہر ضلع گوجرانوالہ میں ایک اوباش نوجوان نے ایک عورت کی لاش کو قبر سے نکال کر زنا کیا تھا۔

کفارۃ علیہ. [فتاوی عالمگیری]

''شرمگاہ کے علاوہ جماع کرنے سے انزال کی صورت میں قضاء ادا کرنا ہو گی کفارہ اس پر ہے ہی نہیں۔''

یہ حنفی روزہ ہے اگر انزال نہ ہو تو روزہ بھی نہیں ٹوٹتا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

حنفی دوستو! اب تم خود ہی بتاؤ کہ ایسی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے کفارہ ادا کرو گے یا فقہ پر عمل کرتے ہوئے کفارہ ہڑپ کر جاؤ گے؟

قارئین روزے کے مسئلے میں بہت سی صورتوں میں فقہ حنفی نے حدیث کے خلاف کیا ہے مگر میں طوالت کے خوف سے باقی تمام صورتوں کو جان بوجھ کر نظر انداز کر گیا ہوں اب آگے چلیئے

۷۶:۔ اعتکاف اور حنفیت کی حدیث سے مخالفت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

ان عمر سأل النبی ﷺ قال کنت نذرت فی الجاھلیة ان اعتکف لیلة فی المسجد الحرام قال فاوف بنذرک.

[بخاری ص ۱/۲۷۲ باب الاعتکاف لیلاً]

''کہ بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنی نذر کو پورا کر (یعنی ایک رات اعتکاف کر)''

قارئین اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک رات کا اعتکاف کرنا جائز ہے اور رات کو روزہ نہیں رکھا جاتا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف کرنے کے لئے روزہ شرط نہیں ہے۔ مگر فقہ حنفی کے بزرگ فرماتے ہیں:

والصوم من شرطه عندنا.

[ہدایہ ص ۱/ ۲۲۹ باب الاعتکاف، فتاوی عالمگیری ص ۱/ ۲۱۱]

''یعنی ہمارے (احناف کے) نزدیک اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے۔''

قارئین حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور فقہ حنفی بھی کیا اب بھی ایسی فقہ کو جو حدیث کی مخالف ہوگی قرآن وحدیث کا نچوڑ کہا جائے گا؟

۷۷:۔ اعتکاف کا وقت

ناطقِ وحی امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کرتے تو فجر کی نماز پڑھ کر معتکف (اعتکاف کرنے کی جگہ) میں داخل ہوتے جیسا کہ ام المومنین صدیقہ کائنات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

كان النبي ﷺ يعتكف في العشر الاواخر من رمضان فكنت اضرب له خبآء فيصلي الصبح ثم يدخله فاستاذنت حفصة عائشة ان تضرب خبآء فاذنت لها فضربت خباء فلما رأته زينب بنت جحش ضربت خبآء اخر فلما اصبح النبي ﷺ رأى الاخبية فقال ما هذا فاخبر فقال النبي ﷺ البر ترون بهن فترك الاعتكاف ذالك الشهر ثم اعتكف عشراً من شوال.

[بخاری ص ۱/ ۲۷۲ باب الاعتکاف النسآء، مسلم ص ۱/ ۳۷۱، ابوداؤد ص ۱/ ۳۳۴]

''یعنی رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے تو میں (حضرت عائشہ) آپ ﷺ کے لئے خیمہ تیار کرتی آپ فجر کی نماز پڑھ کر اس میں داخل ہوتے تھے ایک دفعہ حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کی اجازت سے خیمہ تیار کیا تو یہ دیکھ کر زینب بنت جحش نے ایک اور خیمہ تیار کر دیا جب صبح کے وقت آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو فرمایا یہ کیا بات ہے

جب آپ ﷺ کو خبر دی گئی (کہ ایک خیمہ حفصہ اور دوسرا زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تیار کیا ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے نیکی کا ہی ارادہ کیا ہے تو آپ ﷺ نے اس رمضان کے مہینے میں اعتکاف چھوڑ دیا۔ پھر شوال میں ایک عشرہ اعتکاف کیا۔"

قارئین اس حدیث میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز پڑھ کر معتکف میں داخل ہوتے تھے۔ مگر فقہ حنفی کہتی ہے کہ فجر کے بعد نہیں بلکہ رات ہی کو داخل ہو جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں بزرگان حنفیت:

و لو قال لله علی ان اعتکف یومین لزمه الاعتکاف بلیلتیهما یدخل المسجد قبل غروب الشمس فیکمث تلک الیلة و یومها و اللیلة الثانیة و یومها و یخرج بعد غروب الشمس و کذا هذا فی الایام الکثیرة یدخل قبل غروب الشمس.

[فتاوٰی قاضیخان برحاشیہ فتاوٰی عالمگیری ص ۱/۲۲۴ فصل فی الاعتکاف' فتاوٰی عالمگیری ص ۱/۲۱۴]

"یعنی اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے دو دن اعتکاف کروں گا (نذر مان لے) تو اس پر ان دو دنوں کی راتوں کا بھی اعتکاف لازمی ہے۔ اعتکاف کرنے والا آدمی سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے پھر وہ رات اور اس رات کا دن اور پھر دوسری رات اور اس کا دن مسجد میں ٹھہرے اور (دوسرے دن) سورج غروب ہونے کے بعد مسجد سے باہر نکلے اس طرح زیادہ دنوں کے اعتکاف کے لئے ہے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔"

قارئین اس عبارت میں میرا اصل مقصد صرف آخری الفاظ ہیں کہ اگر دو دنوں سے زیادہ اعتکاف کرنا ہو تو آدمی مغرب سے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے مگر

میں نے اتنی طویل عبارت صرف اس لئے نقل کر دی ہے تا کہ بات سمجھنے میں ذرا آسانی رہے۔اب حدیث بھی آپ کے سامنے ہے جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ دس دن اعتکاف کرتے اور فجر کی نماز پڑھ کر اعتکاف کی جگہ میں داخل ہوتے مگر فقہ حنفی میں ہے کہ اگر دو یا دو سے زیادہ دن اعتکاف کرنا ہوتو سورج غروب ہونے سے پہلے داخل ہونا چاہئے اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ عمل حدیث پر کرنا ہے یا کہ فقہ پر؟

۷۸:۔فطرانے کا مسئلہ

رسول اللہ ﷺ نے فطرانہ ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے اگر چہ غلام ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فرض رسول اللہ ﷺ زکوٰۃ الفطر صاعا من تمر اوصاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین و امر بھا ان تودّی قبل خروج الناس الی الصلوٰۃ.

[بخاری ص ۱/۲۰۴ باب فرض صدقہ الفطر' مسلم ص ۱/ ۳۱۷' ابوداؤد ص ۱/ ۲۲۷' ترمذی ص ۱/ ۱۴۶' نسائی ص ۱/۲۸۴]

''رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان خواہ آزاد ہو یا غلام۔ مذکر ہو یا مؤنث۔ چھوٹا ہو یا بڑا اتمام پر ایک صاع کھجوروں کا یا جو کا فرض کیا اور اس بات کا حکم دیا کہ نماز پڑھنے کے لئے نکلنے سے پہلے پہلے ادا کیا جائے۔''

قارئین اس روایت میں ہر مسلمان پر صدقۃ الفطر ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے اور ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

اما غنیکم فیزکیه اللہ تعالیٰ و اما فقیر کم فیرد اللہ تعالیٰ علیه اکثر مما اعطاہ.

''کہ جب غنی فطرانہ ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو پاک کر دے گا

اور جب فقیر ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بھی جو اس نے دیا ہے زیادہ لوٹا دے گا۔ یعنی لوگ جو اسے فطرانہ دیں گے وہ اس کے فطرانہ ادا کرنے سے زیادہ ہوگا۔"

مگر فقہ حنفی اس کو تسلیم نہیں کرتی چنانچہ کتب فقہ میں لکھا ہے:

صدقة الفطر واجبة علي الحر المسلم اذا كان مالكا لمقدار النصاب فاضلا عن مسكنة و ثيابة و اثاثه...... الخ.

[ہدایہ ص ۱/ ۲۰۸ باب صدقۃ الفطر' شرح وقایہ ص ۱/ ۳۰۲]

"یعنی صدقہ فطر ہر آزاد مسلمان پر فرض ہے جب وہ اس کے مکان اور رہائش وغیرہ کے علاوہ زکوٰۃ کا نصاب موجود ہو۔ یعنی تمام اخراجات نکال کر پھر اتنا مال ہو کہ جتنی مقدار میں زکوٰۃ فرض ہوتی ہے تب جا کر صدقہ فطر واجب ہوگا۔"

قارئین حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور فقہ بھی کہ جس میں سے غلام اور کم مال والے آدمی کو فطرانہ ادا کرنے سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے۔ اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ حدیث پر عمل کرتے ہیں یا فقہ پر؟

۷۹:۔ مدینہ حرم نہیں ہے

ناطقِ وحی امام الانبیاء ﷺ نے اپنی پیاری زبان سے ارشاد فرمایا ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عن النبی ﷺ قال المدينة حرم من كذا الى كذالا يقطع شجر ها و لا يحدث فيها حدث من احدث فيها حدثا فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين.

[بخاری ص ۱/ ۲۵۱ باب حرم المدینۃ۔ مسلم ص ۱/ ۴۴۰]

''رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ یہاں سے لے کر وہاں تک حرم ہے (یعنی آپ نے نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا) اس جگہ سے نہ تو درخت کاٹے جائیں اور نہ ہی کوئی بدعت جاری کی جائے جس نے اس میں کوئی بدعت جاری کی اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔''

قارئین غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ نے کس طرح واضح الفاظ میں مدینہ کو حرم قرار دیا ہے بلکہ مسلم کی روایت میں تو یہ الفاظ بھی موجود ہیں: **انی حرمت المدینة کما حرم ابراهيم مكة** ۔ کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا ہے میں مدینہ منورہ کو حرم قرار دیتا ہوں۔ مگر فقہ حنفی نے اس کا صاف انکار کر دیا ہے چنانچہ علامہ عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں:

وقال الثوری و عبدالله بن المبارک و ابو حنيفة و ابو يوسف و محمد ليس للمدينة حرم كما كان لمكة.

[عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۱/۲۲۹]

''کہ امام ثوری عبداللہ بن مبارک اور امام ابوحنیفہ، ابویوسف، امام محمد کا یہ قول ہے کہ جس طرح مکہ حرم ہے اس طرح مدینہ حرم نہیں ہے۔''

حنفی دوستو کیا آپ حدیث مصطفیٰ ﷺ کو مانیں گے یا فقہ کو۔

۸۰:۔ امور حج میں تقدیم و تاخیر

رسول اللہ ﷺ نے حج کے اعمال میں تقدیم و تاخیر کرنے والے شخص کو جن الفاظ میں جواب دیا ہے وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیئے فرماتے ہیں:

قال رجل للنبی ﷺ ذرت قبل ان ارمی قال لاحرج قال حلقت قبل ان ذبح قال لا حرج قال ذبحت قبل ان ارمی قال لاحرج.

[بخاری ص ۱/۲۳۲ باب الذبح قبل الحلق، مسلم ص ۱/۴۲۱]

''ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے طواف زیارت کرلیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اسنے کہا میں نے قربانی ذبح کرنے سے پہلے سر منڈالیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اس نے کہا میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی ذبح کرلی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔''

قارئین غور فرمائیں اس حدیث میں صاف موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا لینے والے کو فرمایا کہ کوئی حرج نہیں بلکہ مسلم کی ایک روایت میں تو یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

فماسئل رسول اللہ ﷺ عن شیء قدم ولا اخر الاقال افعل ولا حرج

''کہ رسول اللہ ﷺ سے حج کے کسی بھی عمل کی تقدیم و تاخیر کے بارے میں سوال نہیں کیا گیا مگر آپ ﷺ نے یہی ارشاد فرمایا کہ کوئی حرج نہیں اب (دوسرا) رکن ادا کرلو۔''

مگر فقہ حنفی نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے یہ قانون وضع کیا ہے کہ:

فان حلق القارن قبل ان یذبح فعلیه دمان.

[ہدایہ ص ۱/۲۷۷ کتاب الحج باب الجنایات، شرح وقایہ ص ۱/ ۳۴۸]

''یعنی حج قران کرنے والا آدمی اگر قربانی ذبح کرنے سے پہلے اپنا سر منڈا لے تو اس پر دو جانور ذبح کرنے واجب ہیں۔''

قارئین غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں کہ کوئی حرج نہیں مگر فقہ حنفی کہے کہ وہ دو جانور ذبح کرے۔ اب یہ حنفی دوست ہی بتاسکیں گے کہ عمل حدیث پر کرنا چاہیے یا فقہ حنفی پر؟

۸۱:۔ اونٹوں کو اشعار کرنا

رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے جانور کو اشعار کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صلي رسول الله ﷺ بذی الحليفة ثم دعا بناقة فاشعرها في صفحة سنامها الايمن وسلت الدم و قلدها نعلين ثم ركب راحلته فلما استوت به علي البيدأ اهل بالحج.

[مسلم ص ۱/ ۴۰۷ باب اشعار البدن وتقلیدہ عند الحرام' بخاری ص ۱/ ۲۳۰' ابوداؤد ص ۱/ ۲۴۴' ترمذی ص ۱/ ۱۸۰' نسائی ص ۲/ ۱۷]

''کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالخلیفہ کے مقام پر ظہر کی نماز پڑھی پھر اپنی اونٹنی کو منگوایا اور اس کی کوہان کی دائیں جانب بطور نشانی زخم کیا اور اس کا خون صاف کر دیا اور اس کو دو جوتیوں کا قلادہ پہنایا پھر آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہو گئے جب آپ ﷺ کی سواری بیداء کے مقام پر پہنچی تو آپ ﷺ نے حج کے لئے تلبیہ کہنا شروع کر دیا۔''

قارئین اشعار کہتے ہیں قربانی کے جانور کو بطور نشانی زخم لگانا تاکہ اگر کہیں یہ جانور گم بھی ہو جائے تو لوگ جان لیں کہ یہ قربانی کا جانور ہے اور مذکورہ بالا حدیث میں صاف موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو اشعار کیا ہے مگر فقہ حنفی نے اس مسئلہ میں بھی آنخضرت ﷺ کی مخالفت کی ہے چنانچہ ہدایہ جیسی فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب میں یوں خامہ فرسائی کی گئی ہے:

ولا يشعر عند ابی حنيفة. [ہدایہ ص ۱/ ۲۶۲ باب التمتع]

''امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اشعار نہ کیا جائے۔''

قارئین غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ تو اپنی قربانی کے جانور کو اشعار کریں مگر

فقہ حنفی اس سے روک دے صرف روکتی ہی نہیں بلکہ، ویکرہ ، کہہ کر مکروہ قرار دے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسی ہدایہ میں اسی صفحہ پر لکھا ہے ''ولا بی حنیفة انه مثلة'' کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو یہ مثلہ کرنا ہے۔ حنفی دوستو کیا رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرو گے یا فعل رسول اللہ ﷺ کو مکروہ قرار دینے والی فقہ پر عمل کرو گے سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں۔

۸۲: ۔ نماز سے پہلے قربانی

قربانی کے دن قربانی کا وقت عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد ہوتا ہے جیسا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صلی رسول الله ﷺ ذات یوم فقال من صلی صلاتنا و استقبل قبلتنا فلا یذبح حتی ینصرف ......الخ.

[بخاری ص ۲/۸۳۴ باب من ذبح قبل الصلوٰۃ اعادہٗ۔ مسلم ص ۲/۱۵۳]

''کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز پڑھی پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس آدمی نے ہماری نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا (یعنی مسلمان ہو) تو وہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے قربانی ذبح نہ کرے۔''

قارئین غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ فرمارہے ہیں کہ جو بھی مسلمان ہے اسے عید کی نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ بخاری اور مسلم دونوں کی روایات میں بالصراحت موجود ہے کہ جس نے نماز سے پہلے قربانی کرلی تھی رسول اللہ ﷺ نے اس کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا۔ مگر فقہ حنفی نے اس مسئلہ میں بھی آنحضرت ﷺ کی مخالفت کی ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے:

وقت الاضحیة یدخل بطلوع الفجر من یوم النحر الا انه لا یجوز لاهل الامصار الذبح حتی یصلی الامام العید فاما اهل

السواد فيذبحون بعد الفجر.

[ہدایہ ص۴/ ۴۷۸ کتاب الاضحیۃ]

"یعنی قربانی کا وقت قربانی کے دن فجر کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے مگر شہری لوگوں کیلئے نماز عید سے فارغ ہونے سے پہلے قربانی ذبح کرنا جائز نہیں لیکن دیہاتی لوگ فجر کے بعد ذبح کر سکتے ہیں۔"

قارئین غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں جو مسلمان ہے وہ نماز عید سے پہلے قربانی ذبح نہ کرے مگر فقہ حنفی کہتی ہے کہ قربانی کا وقت طلوع فجر کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے اور پھر شہریوں اور دیہاتیوں میں تقسیم کر کے بھی فقہ حنفی نے مخالفت پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ارتکاب کیا ہے (یا پھر شائد حنفیوں کے نزدیک دیہاتی مسلمان نہیں) کہو حنفی دوستو کیا اب بھی حدیث چھوڑ کر فقہ حنفی پر عمل کرو گے؟

۸۳:۔ عشر میں نصاب کی مقدار

رسول اللہ ﷺ نے جہاں اور بہت سی چیزوں کو مقرر فرمایا ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ نے عشر کا نصاب بھی مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول الله ﷺ قال ليس فى مادون خمسة اوسق من التمر صدقة و ليس فيما دون خمس اواق من الورق صدقة و ليس فيما دون خمس زود من الابل صدقة.

[بخاری ص۱/ ۱۹۶ باب لیس فی مادون خمس ذود صدقۃ۔ مسلم ص۱/ ۳۱۵]

"بیشک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھجوروں کے پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور نہ ہی پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں صدقہ ہے اور نہ ہی پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ ہے۔"

اس حدیث میں صاف موجود ہے کہ صدقہ (عُشر) ادا کرنا تب ضروری ہوتا ہے جب پانچ وسق کی مقدار میں جنس موجود ہو۔ جب کہ نسائی شریف کی روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیس فی حب ولاتمر حتی یبلغ خمسة اوسق.

''یعنی کھجوروں اور دانوں میں اس وقت تک عشر واجب نہیں ہوتا جب تک وہ پانچ وسق تک نہ پہنچ جائیں۔''

مگر فقہ حنفی اس مقام پر بھی مخالفتِ رسول ﷺ کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ چنانچہ ہدایہ جیسی فقہ حنفیہ کی ام الکتب میں لکھا ہے:

قال ابو حنیفة فی قلیل ما اخرجتهُ الارض و کثیره العشر سواء سقی سیحا اوسقته السماء.

[ہدایہ ص ۱/۲۰۱ باب الزکوٰۃ الزروع والثمار]

''یعنی امام ابوحنیفہ کا فرمان ہے کہ زمین کی فصل (پیداوار) خواہ کم ہو یا زیادہ اس میں سے عشر ادا کرنا ہی پڑے گا خواہ زمین کو بارش کا پانی پلایا گیا ہو یا کنویں سے سیراب کیا گیا ہو۔''

حنفی بھائیو حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور فقہ حنفی بھی اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ فرمانِ پیغمبر ﷺ کو تسلیم کرتے ہوئے حدیث پر عمل کریں یا امتی ابوحنیفہ کے فرمان پر عمل کریں۔

۸۴:۔ بغیر ولی کے نکاح

مسلمانوں میں نکاح کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے خود اِرشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی آدمی نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ ضرور نکاح کرے۔ ایک دوسری روایت میں آنحضرت ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت بھی قرار دیا

ہے۔رسول اللہ ﷺ نے نکاح کے لئے ولی کو شرط قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

لا نکاح الابولی.

[دارمی ص ۲/۶۱ باب النہی عن النکاح بغیر ولی۔بخاری ص ۲/۷۶۹]

''کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔''

یہ تھا فرمانِ پیغمبر ﷺ مگر فقہ حنفی اس کی مخالفت کرتی ہے۔چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے:

وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وان لم یعقد علیها ولی بکرا کانت اوثیبًا عند ابی حنیفة.

[ہدایہ ص ۲/۳۱۳ کتاب النکاح باب فی الاولیاء والاکفاء]

''یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک آزاد عقلمند بالغہ عورت کا نکاح ولی کے بغیر اس عورت کی مرضی کے ساتھ ہی منعقد ہو جائے گا وہ عورت باکرہ (کنواری) ہو یا ثیبہ (مطلقہ یا بیوہ)۔''

حنفی دوستو! حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور فقہ حنفی بھی اب کہو مدینے کے امام الانبیاء ﷺ کا فرمان مانو گے یا کوفے کے امام اہل الرائے ابوحنیفہ کا؟

۸۵:۔عورتوں کی باریاں

نکاح کے بعد دو ہی صورتیں ہوں گی یا تو جس عورت سے آدمی نے نکاح کیا ہے وہ کنواری ہوگی اور یا پھر وہ ثیبہ ہوگی اس صورت میں زیادہ عورتوں کی صورت میں عورتوں میں باریاں تقسیم کرنے سے پہلے جس عورت سے آدمی نے نئی نئی شادی کی ہے اس کے پاس کچھ دن گزارنے کا مسئلہ ہے۔چنانچہ آپ صحابی رسول ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیئے فرماتے ہیں:

من السنة اذا تزوج الرجل البکر علی الثیب اقام عندها سبعا

و قسم و اذا تزوج الثیب علی البکر اقام عندھا ثلثا ثم قسم قال ابو قلابة و لو شئت لقلت ان انسا رفعه الی النبی ﷺ .

[بخاری ص ۲/۷۸۵ کتاب النکاح۔ مسلم ص ۱/۴۷۲]

''کہ (یہ بات رسول اللہ ﷺ) کی سنت ہے کہ جب شادی شدہ آدمی دوسری شادی کسی باکرہ (کنواری) سے کرے تو سات دن اس کے پاس گزار کر پھر باری تقسیم کرے اور اگر اس نے شادی کسی ثیبہ سے کی ہے تو تین دن اس کے پاس گزار کر پھر باری تقسیم کرے۔''

قارئین یہ حدیث اپنے مفہوم میں کس قدر واضح ہے مگر فقہ حنفی میں اس کی مخالفت کرتے ہوئے یوں خامہ فرسائی کی گئی ہے۔

القدیمة و الجدیدة سواءٌ.

[ہدایہ ص ۱/۳۴۹ باب القسم، شرح وقایہ ص ۲/۶۳، فتاوی عالمگیری ص ۱/۳۴۰]

''کہ نئی (باکرہ) اور پرانی (ثیبہ) بیوی برابر ہے۔''

قارئین رسول اللہ ﷺ کی سنت تو یہ ہے کہ باکرہ کے پاس سات دن گزار کر پھر باریاں تقسیم کی جائیں اور ثیبہ کے پاس تین دن گزار کر۔

مگر فقہ حنفی کہے کہ نہیں دونوں ہی برابر ہیں۔ حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور فقہ حنفی بھی اب فیصلہ آپ خود کریں کہ عمل کس پر کرنا ہے؟

۸۶:۔ مہر کے بیان میں

نکاح کے مسائل میں سے ایک مسئلہ مہر کا بھی ہے اس مسئلہ میں بھی حنفیت نے رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر مہر میں مال دینے کی بجائے بیوی کو قرآن مجید کی تعلیم دے دی جائے تو مہر ادا ہو جائے گا مال دینے کی کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ حضرت سہل بن سعد الساعدی فرماتے ہیں:

انا فی القوم عند رسول الله ﷺ اذ قامت امرأة فقالت یا رسول الله انها قدوهبت نفسها لک فرأ فیها رأیک فلم یجبها شیئا ثم قامت فقالت یا رسول الله انها قد و هبت نفسها لک فرأ فیها رأیک فلم یجبها شیأ ثم قامت الثالثة فقالت انها قد و هبت نفسها لک فرأ فیها رأیک فقام رجل فقال یا رسول الله انکحنیها قال هل عندک من شئ قال لا قال اذهب فا طلب ولو خاتما من حدید فذهب فطلب ثم جاء فقال ما وجدت شیئا ولا خاتما من حدید قال هل معک من القرآن شئ قال معی سورة کذا و سورة کذا قال اذهب فقد انکحتکها بما معک من القرآن .

[بخاری ص ۲/۷۷۳ باب التزویج علی القران وبغیر صداق۔ مسلم ص ۱/۴۵۷]

''کہ میں ایک قوم میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا کہ ایک عورت نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے آپ کو آپ کے لئے ہبہ کر دیا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے تو آنحضرت ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا دوبارہ پھر اس نے کھڑے ہو کر اس طرح کہا مگر آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا تیسری بار اس نے کھڑے ہو کر پھر اسی طرح کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے آپ کو آپ کے لئے ہبہ کر دیا ہے آپ کا کیا خیال ہے (مگر آنحضرت ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا) تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس کا نکاح آپ میرے ساتھ کر دیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے (مہر ادا کرنے کے لئے) تو اس نے کہا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جا اور کچھ نہ کچھ تلاش کر کے لا اگر چہ

لوہے کی ایک انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو تو وہ آدمی گیا اور تلاش کرنے کے بعد آ کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی چیز نہیں ملی نہ ہی لوہے کی انگوٹھی ملی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تجھے قرآن مجید سے کچھ یاد ہے تو اس آدمی نے کہا کہ ہاں مجھے فلاں فلاں سورت یاد ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جا میں نے اس قرآن کے بدلے جو تجھے یاد ہے اس عورت کا نکاح کر دیا (یعنی تو اس کو وہ سورتیں یاد کرا دے تیرا مہر ادا ہو جائے گا)''

قارئین اس حدیث کے آخر میں صاف موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بغیر کسی مال کی ادائیگی کے صرف قرآن کے کچھ حصے (مہر) کے بدلے نکاح کر دیا مگر فقہ حنفی اس کو تسلیم نہیں کرتی۔ چنانچہ فقہ حنفی کی امہات الکتب میں لکھا ہے:

و ان تزوج امرأة علی خدمته ایّا ھا سنة او علی تعلیم القرآن فلھا مھر مثلھا.

[ہدایہ ص ۲/ ۳۶۷ باب المہر' فتاوی عالمگیری ص ۱/ ۳۰۲]

''یعنی اگر کسی آزاد مرد نے اس بات پر کسی عورت سے شادی کی کہ وہ اس کی سال بھر خدمت کرے گا یا اس کو قرآن مجید کی تعلیم دے گا تو اس آدمی کو اس عورت کو مہر مثل ادا کرنا پڑے گا۔ (یعنی تعلیم قرآن مہر نہیں بن سکتی)''

کہو حنفی دوستو کیا یہ فقہ قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے جو زندگی میں پیش آمدہ تمام مسائل میں قرآن وحدیث سے اختلاف رکھتی ہے۔ اس پر ہی بس نہیں بلکہ مزید سنیئے۔

۸۷:۔ مقدار مہر

اسلام میں مہر کی کوئی بھی شرعی مقدار مقرر نہیں اوپر آپ بخاری و مسلم کی روائت میں پڑھ آئے ہیں کہ آپ ﷺ نے قرآن کی چند سورتوں کے مہر کے ساتھ نکاح کر دیا اسی طرح ترمذی میں عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ

اس طرح ہیں:

ان امرأة من بنی فزارة تزوجت علی نعلین فقال رسول اللہ ﷺ ارضیت من نفسک و مالک بنعلین قالت نعم قال فاجازہ.

''یعنی بنو فزارہ قبیلے کی ایک عورت کی شادی دو جوتیوں کے بدلے ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو اپنے نفس اور دو جوتوں کی ملکیت پر راضی ہے تو اس نے کہا کہ ہاں میں راضی ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے اس نکاح کو درست قرار دیا۔''

قارئین اس حدیث میں دو جوتوں کا بطور مہر تذکرہ ہے۔ اس طرح ابوداؤد کی ایک روائت میں مٹھی بھر ستوؤں کا بطور مہر بھی تذکرہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر میں کوئی بھی مقدار مقرر نہیں ہے۔ بلکہ فریقین جس مقدار پر اتفاق کریں وہ درست ہے۔ مگر اس کے برعکس فقہ حنفی میں اس کی کم از کم مقدار مقرر ہے۔ چنانچہ کتب فقہ میں لکھا ہے:

و اقل المهر عشرة دراهم.

[ہدایہ ص ۲/۳۲۴ باب المہر ۔شرح وقایہ ص ۲/۳۲ ۔فتاویٰ عالمگیری ص ۱/۳۰۲]

''یعنی مہر کم از کم دس درہم ہوگا۔''

اور ہدایہ میں ہے کہ:

ولو سمی اقل من عشرة فلها العشرة عندنا.

یعنی ہمارے (احناف) کے نزدیک اگر دس درہموں سے کم بھی مہر مقرر کیا جائے گا تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ اس عورت کو دس درہم ہی مہر ادا کیا جائے گا حنفی دوستو حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور فقہ حنفی بھی اب دیکھتے ہیں کہ آپ حدیث پر عمل کرتے ہیں یا فقہ حنفی پر؟

۸۸:۔طلاق کا مسئلہ

اسلام میں جس طرح نکاح کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے اس طرح طلاق کا مسئلہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے اب طلاق کے مسئلہ میں بھی حنفیت کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف ملاحظہ فرمائیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ و ابی بکر و سنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة ...... الخ.

[مسلم، ج۱ص ۴۷۷، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث۔نسائی ص۲/ ۸۹]

''کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دوسالوں میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔''

اس حدیث میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اگر کوئی آدمی اکٹھی تین طلاقیں دے دیتا تو وہ تین طلاقیں ایک ہی سمجھی جاتی تھی اور نسائی شریف میں روایت اس طرح موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو تین طلاقیں اکٹھی ہی دے دی ہیں تو رسول اللہ ﷺ سخت غصہ میں آ گئے اور کہا کہ میری موجودگی میں ہی لوگوں نے قرآن مجید سے کھیلنے کی کوشش شروع کر دی ہے۔رسول اللہ ﷺ تو تین طلاقیں اکٹھی دینے پر ناراض ہو جائیں اور قرآن مجید سے مذاق قرار دیں اور پھر تین طلاقوں کو ایک ہی سمجھا جائے مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

و طلاق البدعة ان يطلقها ثلثا بكلمة واحدة او ثلثا فی طهر واحد فاذا فعل ذلک و قع الطلاق و کان عاصيا.

[ہدایہ ص۲/ ۳۵۵ باب طلاق السنۃ۔قدوری ص ۱۷۱ فتاوی عالمگیری ص۱/ ۳۴۹]

''(طلاق کی قسمیں بیان کرتے ہوئے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں) اور بدعی

طلاق یہ ہے کہ آدمی اکٹھی تین طلاقیں دے دے اگرچہ اکٹھے الفاظ میں کہے یا ایک ہی طہر میں الگ الگ تین طلاقیں دے تو یہ طلاق بدعی ہوگی اور اگر کوئی آدمی ایسا کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی لیکن ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا۔"

قارئین غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ تو تین کو ایک شمار کریں مگر ارباب اقوال حنفی اس کو بدعت ماننے کے باوجود نافذ کر رہے ہیں گویا کہ بدعت کو اسلام میں جائز قرار دے رہے ہیں۔ اب حنفی دوستوں کی مرضی ہے کہ وہ حدیث پر عمل کریں یا بدعت پر۔

۸۹:۔ حلالہ

قارئین میں اس بات کا گزشتہ اوراق میں بھی اشارہ کر آیا ہوں کہ جب حنفیوں نے تین طلاقوں کو تین ہی شمار کر لیا تو اب رجوع کا حق جو قرآن و حدیث نے آدمی کو دیا تھا وہ ختم ہو گیا اب ایک ہی صورت ہے کہ عورت دوسرے خاوند سے شادی کرے پھر اگر وہ فوت ہو جائے یا اپنی مرضی سے طلاق دے دے تو پھر پہلے خاوند سے نکاح ہو سکتا ہے تو حنفیت نے اس کا حیلہ یہ کیا کہ اس عورت کا نکاح کسی دوسرے آدمی سے اس شرط پر کیا جائے کہ وہ وطی (جماع) کرنے کے بعد طلاق دے دے گا اس کو حلالہ کہا جاتا ہے مگر اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ملاحظہ فرمائیں:

لعن رسول الله ﷺ المحل و المحلل له.

[ترمذی ص ۱/۲۱۳ باب ما جاء فی المحل و المحلل لہ۔ ابن ماجہ ص ۱۳۹]

"کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لئے کیا گیا ہے۔"

قارئین رسول اللہ ﷺ حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لئے کیا گیا ہو دونوں کو لعنتی قرار دے رہے ہیں۔ مگر فقہ حنفی ایسے کام کو جو لعنت کا سبب ہے موجب

حلت قرار دیتی ہے۔ چنانچہ ہدایہ اٹھائیں اس میں لکھا ہے کہ حلالہ ہے تو مکروہ لیکن:

و ان طلقها بعد وطيها حلت للاوّل.

[ہدایہ ص ۱/۴۰۰ کتاب الطلاق]

''اگر آدمی عورت کو اس سے وطی (جس وطی کی شرط لگائی گئی تھی) کرنے کے بعد طلاق دے دے تو وہ عورت پہلے کے لئے حلال ہو جائے گی۔''

حنفی دوستو رسول اللہ ﷺ تو اس کو لعنت کا سبب بتائیں مگر فقہ حنفی ایک موجب لعنت کام کو حلال کرنے کا سبب قرار دے۔ کیا آپ اب بھی حدیث چھوڑ کر فقہ پر عمل کریں گے؟

۹۰:۔ رضاعت کا مسئلہ

رضاعت کا مسئلہ اسلام میں بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس سے وہ تمام رشتے نکاح کے لئے حرام ہو جاتے ہیں جو کہ نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں مگر اس اہم ترین مسئلہ میں بھی قانون محمدی کو فقہ حنفی نے پامال کر دیا ہے۔ میں طوالت کے خوف کی وجہ سے رضاعت کی مدت اور رضاعت کب ثابت ہوتی ہے کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف آپ کو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کے کہنے پر دو میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرا دی تھی چنانچہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

تزوجت امرأة فجاءت امرأة فقالت انی ارضعتكما فاتيت فذكرت للنبی ﷺ فقال و قد قيل ودعها عنک.

[بخاری ص ۱/۳۶۳ باب شہادۃ المرضعہ]

''کہ میں نے ایک عورت سے شادی کر لی تو ایک دوسری عورت آئی اس عورت نے کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے (حضرت عقبہ بیان کرتے ہیں) میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت

حال بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اس عورت نے کہا ہے تو تم دونوں کس طرح میاں بیوی رہ سکتے ہو لہذا اس عورت (بیوی) کو چھوڑ دے (یعنی اپنے سے جدا کر دے اب تو اس کا خاوند نہیں اور وہ تیری بیوی نہیں)''

قارئین یہ حدیث بخاری شریف کی ہے اور اپنے مضمون میں واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک عورت کے کہنے پر میاں بیوی کے درمیان جدائی کرادی تھی مگر فقہ حنفی اس بات کو تسلیم نہ کرتے ہوئے یہ قانون وضع کرتی ہے:

ولا یقبل فی الرضاع شهادة النساء منفردات.

[ہدایہ ص ۱/۳۵۴ کتاب الرضاع]

''یعنی رضاعت کے متعلقہ ایک عورت کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔''

حنفی دوستو اب حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور فقہ بھی اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ حدیث پر عمل کرتے ہوئے رضاعی بہن بھائی کو علیحدہ کر دیں یا فقہ پر عمل کرتے ہوئے ان بہن بھائیوں کا نکاح برقرار رکھیں۔

۹۱:۔ ہبہ کی ہوئی چیز واپس لینا

شریعت کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ اگر آدمی کوئی چیز کسی دوسرے کو ہبہ کر دے تو وہ واپس نہیں لے سکتا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال النبی ﷺ العآئد فی هبته کالکلب یقیٔ ثم یعود فی قیئه

[بخاری ص ۱/۳۵۲ کتاب الھبۃ۔ مسلم ص ۲/۳۶]

''کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لے لیتا ہے وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے دوبارہ اس قے کو کھا جاتا ہے''

قارئین یہ حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ آدمی ہبہ شدہ چیز واپس نہیں لے سکتا۔ (نوٹ:۔ باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے۔ ''نسائی) مگر

فقہ حنفی اس کے خلاف کرتے ہوئے یوں لوگوں کو مخالفت حدیث کا درس دیتی ہے۔

اذاوھب ھبۃ لا جنبی فلہ الرجوع فیھا.

[ہدایہ ص ۳/۲۳۹ کتاب الھبہ]

''یعنی اگر آدمی کسی اجنبی کو کوئی چیز ہبہ کرے تو وہ واپس لے سکتا ہے۔ کہو حنفی دوستو اب تم حدیث پر عمل کرو گے یا فقہ حنفی پر؟''

۹۲:۔ بیٹے کو ہبہ کی ہوئی چیز

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لا یحل لرجل ان یعطی عطیۃ ثم یرجع فیھا الا الوالد فیما یعطی ولدۃ و مثل الذی یعطی العطیۃ ثم یرجع فیھا کمثل الکلب اکل حتی اذا شبع قاء ثم عاد فی قیئہ.

[ترمذی ص ۲/۳۴ ابواب الولاء والھبۃ۔ نسائی ص ۲/۱۲۷]

''کہ کسی آدمی کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ کوئی چیز عطیہ دے اور پھر واپس لے لے مگر باپ نے جو اپنے بیٹے کو عطیہ دیا ہے وہ واپس لے سکتا ہے اور جو کوئی عطیہ دے کر واپس لے لیتا ہے اس کی مثال اس کتے جیسی ہے جو قے کر کے دوبارہ چاٹ جاتا ہے۔''

قارئین یہ حدیث واضح ہے کہ کوئی آدمی کسی اجنبی کو کوئی چیز ہبہ کرے تو وہ واپس نہیں لے سکتا۔ باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کرے تو واپس لے سکتا ہے مگر فقہ حنفی نے جو قانون وضع کیا ہے وہ آپ اوپر مسئلہ نمبر ۹۱ میں بھی پڑھ چکے ہیں اب دوبارہ پڑھیں۔

اذا وھب ھبۃ لا جنبی فلہ الرجوع فیھا.

[ہدایہ ص ۳/۲۳۹ کتاب الھبہ]

''یعنی کسی اجنبی کو ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے۔''

حنفی دوستو اس میں اجنبی کی قید لگانا یہ بتا رہا ہے کہ اپنے بیٹے کو ہبہ کی ہوئی چیز واپس نہیں لے سکتا کیونکہ بیٹا اجنبی نہیں ہے۔ بلکہ قدوری میں واضح الفاظ موجود ہیں کہ ذی رحم سے ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے حنفی دوستو اب آپ خود فیصلہ کر لیں کہ عمل حدیث پر کرنا ہے یا مخالف حدیث فقہ پر؟

۹۳:۔ فقہ میں شراب بھی حلال

ناطقِ وحی امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ہر قسم کی شراب کو حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال کل مسکر خمرو کل مسکر حرام. [مسلم ص ۲/۱۶۷ کتاب الاشربہ]

''بیشک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی شراب حرام ہے مگر فقہ حنفی اس حدیث کی مخالفت ان الفاظ میں کرتی ہے:

ما يتخذ من الحنطة والشعير والعسل والذرة حلال عند ابی حنيفة ولا يحد شاربه عنده و ان سكر منه.

[ہدایہ ص ۴/۴۱۹ کتاب الاشربہ]

''یعنی جو شراب گندم' جو' شہد اور جوار سے بنائی جائے وہ حلال ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے پینے والے کو حد بھی نہیں لگائی جائے گی اگر چہ اس کے پینے کی وجہ سے نشہ ہو جائے۔''

حنفی دوستو! غور کرو رسول اللہ ﷺ تو ہر قسم کی شراب کو حرام قرار دیں مگر فقہ حنفی کچھ قسم کی شرابوں کو حلال قرار دے کیا آپ حدیث چھوڑ کر ایسی فقہ پر ہی عمل کریں گے؟

۹۴:۔ تھوڑی شراب حلال ہے

صحابی رسول ﷺ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال ما اسکر کثیرہ فقلیله حرام.

[ترمذی ص۲/۸ ابواب الاشربہ۔ ابوداؤد ص۲/۵۱۸]

"بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو چیز زیادہ استعمال کرنے سے نشہ پیدا کرے اس کو تھوڑا استعمال کرنا بھی حرام ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ شراب چونکہ نشہ پیدا کرتی ہے اس لئے شراب تھوڑی استعمال کرنا بھی حرام ہے اور زیادہ تو ہے ہی مگر فقہ حنفی نے تھوڑی مقدار میں شراب کو حلال کر دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ارباب حنفیت:

ولان المفسد هو القدح المسکر و هو حرام عندنا.

[ہدایہ ص۴/۴۲۱ کتاب الاشربہ]

"یعنی مفسد وہ پیالہ ہے جو نشہ پیدا کرے ہمارے نزدیک وہ حرام ہے یعنی جس کے پینے سے نشہ آ جائے وہ آخری پیالہ حرام ہے اس سے پہلے جو پی لی وہ حرام نہیں ہے۔"

اب کہو حنفی بھائیو حدیث پر عمل کرتے ہوئے شراب کی قلت و کثرت کو حرام قرار دو گے یا فقہ پر عمل کرتے ہوئے شراب نوشی کر جاؤ گے۔"

جب سامنے ساغر آتا ہے اک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے
ساقی کی یاد آ جاتی ہے محفل کا خیال آ جاتا ہے!

۹۵:۔ جوار کی شراب

قارئین اوپر آپ پڑھ آئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام قسم کی شراب کو حرام قرار دیا ہے مگر فقہ حنفی نے جوار سے بنائی گئی شراب کو حلال کر دیا ہے اب آپ جوار

کی شراب کے بارے میں حدیث ملاحظہ فرمائیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان رجلا قدم من جيشان و جيشان من اليمن فسأل النبي ﷺ عن شراب يشربونه بارضهم من الزرة يقال له المزر فقال النبي ﷺ اومسكر هو قال نعم قال رسول الله ﷺ كل مسكر حرام ان على الله عهد المن يشرب المسكر ان يسقيه من طينة الخبال قالو يا رسول الله ما طينة الخبال قال عرق اهل النار او عصارة اهل النار.

[مسلم، ج ۲، ص ۱۶۷، کتاب الاشربہ]

''کہ بیشک یمن کے دو لشکروں میں ایک آدمی آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے شراب کے متعلق سوال کیا جو وہ جوار سے تیار کر کے اپنے علاقے میں پیتے تھے اور اسے مزر کہا جاتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اس سے نشہ ہو جاتا ہے تو اس آدمی نے کہا کہ ہاں اس سے نشہ ہو جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے بیشک اللہ تعالیٰ کا نشہ آور چیز پینے والوں سے وعدہ ہے کہ وہ انہیں جہنمی لوگوں کی پیپ پلائے گا۔''

قارئین یہ تھی حدیث جس میں واضح طور پر جوار کی شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے مگر فقہ حنفی اس حدیث کی ان الفاظ میں مخالفت کرتی ہے:

مايتخذ من الحنطة والشعير والعسل والذرة حلال عند ابى حنيفة.

[ہدایہ ص ۴/ ۴۲۰ کتاب الاشربہ]

''یعنی گندم، جو، شہد اور جوار کی شراب امام ابوحنیفہ کے نزدیک حلال ہے۔''

حنفی دوستو کیا رسول اللہ ﷺ کا فرمان حق ہے یا امام ابوحنیفہ سے منسوب ہدایہ کی عبارت۔ فیصلہ خود کریں؟ کہ آنحضرت ﷺ تو جوار کی شراب کو حرام قرار دیں مگر امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت حلال ہونے کا فتویٰ جاری کریں۔

۹۶:۔شہد کی شراب

ام المومنین صدیقہ کائنات رفیقہ حیات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں:

سئل رسول اللہ ﷺ عن البتع فال کل شراب اسکر فھو حرام.

[بخاری، ج۲،ص ۸۳۷، کتاب الاشربہ، مسلم، ج۲، ص ۱۶۷]

''کہ رسول اللہ ﷺ سے شہد کی شراب کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہر نشہ آور شراب حرام ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہد سے تیار شدہ شراب بھی حرام ہے۔''

مگر فقہ حنفی کہتی ہے۔

ما یتخذ من الحنطة و الشعیر و العسل و الذرة حلال عند ابی حنیفة.

[ہدایہ ص ۴/ ۴۲۰ کتاب الاشربہ]

''کہ گندم، جو، شہد اور جوار کی شراب امام ابو حنیفہ کے نزدیک حلال ہے''

قارئین کیا آپ محمد رسول اللہ ﷺ کی حرام کردہ کو حرام سمجھیں گے یا فقہ حنفی کی حلال کردہ شراب جو دراصل حرام ہی ہے کو حلال سمجھیں گے۔

۹۷:۔حصولِ قوت کے لئے شراب نوشی

رسول اللہ ﷺ نے جب ہر قسم کی شراب حرام کر دی تو یہ کسی صورت میں بھی قابل استعمال نہیں حتی کہ آنحضرت ﷺ نے شراب کو بطور دوا استعمال کرنے والوں کو بھی اس کے استعمال سے روک دیا تھا اس طرح حصول قوت کے لئے بھی شراب نوشی منع ہے۔ چنانچہ حضرت دیلم حمیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سالت النبی ﷺ فقلت یا رسول اللہ انا بارض باردة نعالج فیھا عملا شدیدا وانا نتخذ شرابا من ھذا القمح نتقوی به علی

اعمالنا و علی برد بلاد نا قال هل یسکر قلت نعم قال فاجتنبوه فقلت فان الناس غیر تارکیه قال فان لم یترکوه فقاتلو هم.

[ابوداؤد ج ۲، ص ۱۶۲، کتاب الاشربہ]

"کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم ایک سرد علاقے میں رہتے ہیں اور ہم سخت مشقت کا کام کرتے ہیں اور ہم گندم سے شراب تیار کرتے ہیں جس سے ہم اپنے کام اور اپنے ملک کی سردی پر طاقت (قوت) حاصل کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اس کے استعمال سے نشہ پیدا ہو جاتا ہے تو میں نے کہا ہاں اس سے نشہ پیدا ہو جاتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اسے استعمال نہ کیا کرو تو میں نے کہا لوگ تو اس کو نہیں چھوڑیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر وہ لوگ اس شراب کو (جو حصول قوت کے لئے استعمال کی جاتی ہے) نہ چھوڑیں تو تم ان سے جہاد کرنا۔"

یہ حدیث کس طرح واضح طور پر بتا رہی ہے کہ شراب حصول قوت کے لئے بھی استعمال نہیں کی جاسکتی مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

وعصیر العنب اذاطبخ حتی ذهب ثلثاه و بقی ثلثه حلال و ان اشتد و هذا ابی حنیفة و ابی یوسف و قال محمد و مالک والشافعی حرام و هذا الخلاف فیما اذا قصد به التقوی اما اذا قصد به التلهی لا یحل بالاتفاق.

[ہدایہ ص ۴/۴۲۱ کتاب الاشربہ]

"اور انگور کا شیرہ جب اسے پکایا جائے یہاں تک کہ اس کا دو تہائی حصہ چلا جائے (یعنی خشک ہو جائے) اور ایک تہائی باقی رہ جائے تو یہ اگر حصول قوت کے لئے استعمال کیا جائے تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے

نزدیک حلال ہے اگر چہ اس میں شدت پیدا ہو جائے (یعنی نشہ کا مادہ پیدا ہو جائے) اور امام محمد امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک حرام ہے اور اگر طاقت حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ ویسے ہی بطور شغل استعمال کیا جائے تو ان سب کے نزدیک حرام ہے۔"

حنفی دوستو! غور فرماؤ رسول اللہ ﷺ تو حصول قوت کے لئے بھی شراب کو حرام قرار دیں مگر فقہ حنفی حلال کر دے اب آپ کی مرضی ہے حدیث پر عمل کریں یا فقہ پر۔ ہم نے تو سمجھا دیا ہے۔

مانو نہ مانو جانِ جاں تمہیں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

۹۸:۔ شراب کا سرکہ

رسول اللہ ﷺ نے شراب کو ہر طریقے سے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ خادم رسول عربی ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ سئل عن الخمر تتخذ خلا فقال لا.

[مسلم ص ۲/۱۶۳ کتاب الاشربہ]

"کہ بیشک نبی کریم ﷺ سے شراب کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس سے سرکہ تیار کر لیا جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا نہیں۔

قارئین یہ حدیث اپنے مفہوم میں کس قدر واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بغیر لگی لپٹی کے واضح الفاظ میں لفظ "لا" کہہ کر شراب کا سرکہ بنانے سے منع کر دیا ہے مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

و اذا تخلت الخمر حلت سواء صارت خلا بنفسها او بشئ یطرح فیها ولا یکرہ تحلیلها.

[ہدایہ ص ۴/۴۲۲ کتاب الاشربہ]

"کہ جب شراب خود بخود سرکہ بن جائے یا اس میں کوئی چیز ڈال کر سرکہ تیار کرلیا جائے تو یہ حلال ہے اور شراب کا سرکہ بنانا مکروہ بھی نہیں۔"

کہو حنفی بھائیو رسول اللہ ﷺ تو شراب کا سرکہ تیار کرنے سے منع فرمائیں اور فقہ کہے کہ حرام تو درکنار مکروہ بھی نہیں فقہ نہیں یہ درس تو نہیں دے رہی

کیئے جاؤ میخارو کام اپنا اپنا

سبو اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا

۹۹:۔ فقہ نے سود حلال کر دیا

اسلام میں سود کو جس نظر سے دیکھا جاتا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سود کا کاروبار کرنے والے لوگ اگر سود کے کاروبار سے باز نہیں آتے تو انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کے لئے تیار ہو جانا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لعن رسول اللہ ﷺ اکل الربا و موکلہ و کاتبہ و شاھدیہ و قال ھم سواءٌ.

[مسلم ص ۲/۲۷ باب الربا۔ ترمذی ص ۱/۲۲۹۔ ابن ماجہ ص ۱۶۴]

"کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے پر اس کی وکالت کرنے والے پر اس کا حساب لکھنے والے پر اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سود کے گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔"

اور ابن ماجہ کی روائت ہے کہ سود کے ستر ۷۰ درجے ہیں اور ان میں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے نکاح کرے۔ سود کا کاروبار اتنا بڑا جرم ہے مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

ولا بین المسلم والحربی فی دارالحرب.

[ہدایہ ص ۳/۶۱ باب الربوا]

"یعنی مسلم اور حربی (کافر) اگر دارالحرب میں سودی کاروبار کریں تو سود نہیں (یعنی ان پر کوئی جرم نہیں)"

حنفی دوستو بتاؤ کیا ہندوستان یا دوسرے غیر مسلم ممالک میں رہنے والا مسلمان نہیں اگر وہ مسلمان ہے اور یقیناً مسلمان ہے تو اس بے چارے کو کیوں لعنتی بنایا جارہا ہے اس بے چارے کو ماں سے نکاح کے جرم کا سزاوار کیوں بنایا جارہا ہے۔ فقہ حنفی سراسر اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی کا نام تو نہیں؟ اے کاش فقہ حنفی پر عمل کرنے والے اس فقہ کی مسلم دشمنی کو پہچان جائیں تاکہ ایمان۔عزت۔آخرت بچ جائے۔

گلہء جفائے وفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

۱۰۰:۔سودی تجارت فقہ نے حلال کردی

قارئین اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ سودی کاروبار کتنا بڑا جرم ہے۔اس لئے محسنِ انسانیت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے سود کی طرف جانے والے تمام راستے بند کرتے ہوئے اجناس میں بھی سودی تجارت سے منع فرمایا ہے۔چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل يدا بيد فمن زاد اواستزاد فقد اربىٰ الاخذ و المعطى فيه سواء.

[مسلم ص ۲/۲۵ باب الربا]

''کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سونا سونے کے بدلے چاندی چاندی کے بدلے گندم گندم کے بدلے جو جو کے بدلے کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے برابر ہو اور نقد و نقد ہو جس شخص نے زیادہ لیا یا زیادہ کا مطالبہ کیا تو اس نے سود لیا سود لینے والا اور دینے والا دونوں ہی (اس سود لینے دینے کے جرم میں) برابر کے شریک ہیں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جو ہم جنس ہو اس میں اگر آدمی لین دین کرے تو برابر برابر کرے اس سے زائد لینا دینا سود بن جائے گا جو کہ ناجائز اور حرام ہے مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

ویجوز بیع البیضة بالبیضتین والتمرة بالتمرتین والجوزة بالجوزتین.

[ہدایہ ص ۳/ ۵۷ کتاب البیوع]

''یعنی ایک انڈے کے بدلے دو انڈے ایک کھجور کے بدلے دو کھجوریں اور ایک اخروٹ کے بدلے دو اخروٹوں کی بیع جائز ہے۔''

کہو حنفی بھائیو حدیث پر عمل کر کے اس سودی بیع کو خیر باد کہو گے یا فقہ پر عمل کرتے ہوئے سودی کاروبار کر کے حدیث مصطفی ﷺ کی مخالفت کرو گے؟

۱۰۱:۔ کتے کی بیع

امام الانبیاء ناطق وحی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جہاں سودی تجارت سے منع فرمایا ہے۔ اس طرح اور بھی بہت سی چیزوں سے منع فرمایا ہے ان میں ایک کتے کی خرید و فروخت کا مسئلہ بھی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ نھی عن ثمن الکلب و مھر البغیٰ و حلوان الکاھن.

[بخاری ص ۱/ ۲۹۸ کتاب البیوع۔ مسلم ص ۲/ ۱۹]

''کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت زانیہ کی کمائی (اجرت) اور کاہن کی شیرینی سے منع فرمایا۔''

یہ حدیث اپنے مضمون میں واضح ہے کہ کسی وضاحت کی ضرورت نہیں کہ کتے کی قیمت لینے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمادیا ہے مگر فقہ حنفی کہتی ہے۔

و یجوز بیع الکلب والفهد والسباع المعلم و غیر المعلم فی ذالک سواءٌ.

[ہدایہ ص ۳/ ۷۵ کتاب البیوع]

''یعنی کتے کی بھیڑیئے کی اور درندوں کی خرید وفروخت جائز ہے اور اس حکم میں شکاری اور غیر شکاری سب کتے شامل ہیں۔''

کہو حنفی دوستو حدیث پر عمل کر کے اس حرام کمائی سے بچو گے یا فقہ پر عمل کر کے حرام ذریعہ معاش اپناؤ گے؟

۱۰۲:۔ زانیہ عورت کی کمائی

قارئین حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی بخاری و مسلم میں موجود روایت کو دوبارہ پڑھیں۔

ان رسول اللہ ﷺ نھی عن ثمن الکلب و مھر البغی و حلوان الکاھن. [بخاری ج ۱ ص ۹۸، کتاب البیوع باب ثمن البغی۔ مسلم ۲/ ۱۹]

''کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے کاہن کی شیرینی زانیہ عورت کی اجرت (زنا کی کمائی) اور کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔''

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے زانیہ عورت کی کمائی سے منع فرمایا ہے جو وہ پیسے لے کر زنا کا کاروبار کرتی ہے۔ مگر فقہ حنفی کہتی ہے۔

ان ماأخذته الزنية ان كان بعقد الاجارة فحلال عند الامام الاعظم لان اجر المثل طيبٌ و ان كان السبب حراماً.

[چلپی حاشیہ شرح وقایہ، ص۲۹۴، باب الاجارۃ الفاسدۃ الظفر المبین، ص۲۱۴]

''یعنی اگر کوئی زانیہ زنا کے بدلے مقرر کردہ اجرت لے تو وہ (اجرت) امام اعظم (نعمان بن ثابت ابوحنیفہ) کے نزدیک حلال ہے۔ اس لئے کہ مثل کی مزدوری لینا پاک ہے اگرچہ سبب حرام ہو۔''

حنفی دوستو میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرتا حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور امام ابوحنیفہ سے منسوب فقہ حنفی کا فتویٰ بھی۔ اب آپ کی مرضی ہے حدیث پر عمل کریں یا فقہ حنفی پر؟

۱۰۳:۔ شرابی سے حد ختم

قارئین بات بہت ہی لمبی ہوگئی آپ نے بہت سے فقہ حنفی کے ایسے مسائل معلوم کر لئے جو حدیث مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ہیں مسائل تو اور بھی بہت ہیں مگر میں اس کتاب کو مزید طوالت سے بچانے کے لئے بات کو سمیٹتے ہوئے صرف حدود کے بارے میں چند ایک مسائل ذکر کر کے اس باب کو ختم کرتا ہوں۔

لیجئے پہلا مسئلہ ہے شرابی پر حد لگانے کے بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ اتی برجل قد شرب الخمر فجلده بجريد تين نحوا ر بعين قال و فعله ابوبكرؓ فلما كان عمرؓ استشار الناس فقال عبدالرحمن اخف الحدود ثما نين فامر به عمرؓ.

[مسلم ص۲/۷۱ باب حد الخمر۔ بخاری ص۲/۱۰۰۲]

''بے شک رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے شراب پی

تھی تو اس کو دو ٹہنیوں (چھڑیوں) کے ساتھ چالیس ماری گئیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو یہ عادت لوگوں میں زیادہ پھیل گئی) تو حضرت عمر نے لوگوں (صحابہ) سے مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ کم از کم سزا اسی ۸۰ (کوڑے) ہونی چاہیے تو حضرت عمر نے اس کا حکم دے دیا۔"

یہ تھی حدیث امام اعظم ﷺ کی جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شرابی پر حد لگائی ہے مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

مایتخذ من الحنطة والشعیر والعسل والذرة حلال عند ابی حنیفة ولا یحد شاربه عنده و ان سکر منه.

[ہدایہ ص ۴/۴۲۰ کتاب الاشربہ۔ فتاوی عالمگیری ص ۲/۱۵۹]

"یعنی گندم جو شہد اور جوار کی شراب امام ابوحنیفہ کے نزدیک حلال ہے اس لئے اس شراب کے پینے والے کو حد نہیں ماری جائے گی اگر چہ اس شراب کو پینے سے نشہ ہو جائے۔"

قارئین غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ تو شرابی کو سزا دیں مگر فقہ حنفی کہے کہ اس کو نشہ ہو جانے کے باوجود سزا نہیں دی جائے گی مثلاً اگر کوئی آدمی خود اقرار کر لے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی اس طرح شراب کی بو چلے جانے کے بعد اگر لوگ گواہی دیں کہ اس نے شراب پی ہے تب بھی حد نہیں لگائی جائے گی وغیرہ وغیرہ تفصیل کے لئے فتاوی عالمگیری کا مطالعہ کریں میں نے بطور نمونہ ایک ہی صورت بیان کی ہے کہ فقہ حنفی نے شرابی پر حد ختم کر دی ہے۔

۱۰۴: ماں سے نکاح کرنیوالے پر حد

باپ کی بیوی (ماں) بھی محرمات ابدیہ میں شامل ہے یعنی اس سے کسی

صورت بھی نکاح ہو ہی نہیں سکتا اللہ تعالیٰ نے بہت سخت الفاظ میں اس سے منع فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے تو ایسے آدمی کے قتل کا حکم دیا ہے جو اپنے باپ کی منکوحہ یعنی سوتیلی ماں سے نکاح کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لقي خالي و معه الرأية فقلت اين تريد قال ارسلني رسول الله ﷺ الى رجل تزوج امرأة ابيه من بعده ان اضرب عنقه او اقتله.

[نسائی ص ۲/ ۷۵ کتاب النکاح]

''کہ مجھے میرے ماموں ملے اوران کے ساتھ ایک جھنڈا تھا میں نے کہا کہ کہاں کا ارادہ ہے (یعنی کہاں جا رہے ہو) تو انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایسے آدمی کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کی بیوی (اپنی ماں) سے شادی کرلی ہے کہ اسے قتل کردوں۔''

قارئین یہ حدیث واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سوتیلی ماں سے نکاح کرنے والے شخص کے قتل کا حکم دیا ہے مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

و من تزوج امرأة لا يحل له نكاحها فو طيها لايجب عليه الحد عند ابى حنيفة.

[ہدایہ ص ۲/ ۵۱۶ کتاب الحدود]

''کہ جس آدمی نے کسی ایسی عورت سے شادی کی جس سے نکاح کرنا حرام تھا (مثلاً ماں، بیٹی، ہمشیرہ وغیرہ) اور اس سے جماع بھی کیا تو ایسے شخص پر حد لگانا ضروری نہیں ہے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے۔'' (انا للہ وانا الیہ راجعون)

قارئین غور فرمائیں نبی کریم ﷺ تو حضرت براء کے ماموں ابو بردہ بن نیار کو صرف اس لئے روانہ کریں کہ سوتیلی ماں سے نکاح کرنے والے بدبخت کو قتل کر دے۔ مگر فقہ حنفی کہے کہ محرمات ابدیہ جن میں حقیقی ماں بھی شامل ہے سے نکاح کرنے سے اس پر حد لگانا ضروری نہیں اب آپ کی مرضی ہے کہ مدینہ کی عدالت کا محمدی فیصلہ

قبول کریں یا کوئی عدالت کا فیصلہ قبول کریں؟ لیکن کلمہ کی لاج رکھنے کی کوشش کرنا۔

قارئین میں دل کڑا کر کے اس طرح کی فضول باتیں امام ابو حنیفہ سے منسوب لکھ تو رہا ہوں مگر میرا ہرگز عقیدہ یہ نہیں ہے کہ امام صاحب جیسا متقی و پرہیزگار شخص اتنا غلط فیصلہ کر سکتا ہے مگر فقہ حنفی امام صاحب پر یہ تمام کچھ تھونپ رہی ہے جس کے ذمے دار حنفی مؤلفین ہیں ہم نہیں۔

۱۰۵:۔ اغلام بازی

قارئین جس طرح ارباب حنفیت نے اور بہت سے جرائم سے حدود کو ساقط کر دیا ہے وہاں پر لونڈے باز شخص سے بھی حد کو ختم کر کے لونڈے بازی کو تحفظ فراہم کیا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے قبیح فعل کا ارتکاب کرنے والوں کے قتل کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ من وجد تموه یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به.

[ترمذی ص ۱/۲۷۰ ابواب الحدود۔ ابوداؤد ص ۲/۶۱۳]

"کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو تم پاؤ (دیکھو) کہ وہ قوم لوط والا عمل کرتا ہے (یعنی مرد مرد سے بدفعلی کرتا ہے) تو بدفعلی کرنے اور کرانے والے دونوں کو قتل کر دو۔"

قارئین یہ حدیث اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے کہ ایسے فعل کا ارتکاب کرنے والے دونوں مردوں کو قتل کیا جائے گا مگر فقہ حنفی کی بھی سن لیجئے:

و من اتی امراة فی الموضع المکروه او عمل عمل قوم لوط فلاحد علیه عند ابی حنیفة

[ہدایہ ص ۲/۵۱۶ کتاب الحدود]

''یعنی جس آدمی نے عورت کی مکروہ جگہ (دُبر) میں وطی کی یا قوم لوط والا عمل کیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر کوئی حد نہیں۔''

کہو حنفی دوستو حدیث پر عمل کر کے اس فعل بد کے خاتمے کی کوشش کرو گے یا فقہ پر عمل کر کے لونڈے بازی کو تحفظ فراہم کرو گے؟

۱۰۶:۔ چوپاؤں سے فعل بد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ و من وجد تموہ وقع علی البھیمۃ فاقتلوہُ واقتلوا البھیمۃ فقیل لا بن عباس ماشأن البھیمۃ فقال ما سمعت رسول اللہ ﷺ فی ذالک شیئا و لکن اران رسول اللہ ﷺ کرہ ان یؤکل من لحمھا او ینتفع بھا.

[ترمذی ص۱/ ۲۶۹ ابواب الحدود۔ ابوداؤد ص۲/ ۶۱۳]

''کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو دیکھو تم کہ اس نے جانور سے بدفعلی کی ہے تو اس آدمی کو اور اس چوپائے کو قتل کر دو۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ جانور کا کیا جرم ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کے متعلق میں نے رسول اللہ ﷺ سے تو کچھ نہیں سنا مگر میرا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ اس کا گوشت کھایا جائے یا اس سے کوئی نفع حاصل کیا جائے۔''

یہ حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے جانور سے بدفعلی کرنے والے کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

من وطی بھیمۃ فلا حد علیہ.

[ہدایہ ص۲/ ۵۱۷ کتاب الحدود]

"جو شخص چوپائے (جانور) سے وطی کرے اس پر کوئی حد نہیں۔"

قارئین غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ تو ایسے بدنصیب شخص کے متعلق جو جانور سے وطی کرے اس کے قتل کرنے کا حکم دیں مگر فقہ حنفی کہے کہ اس پر حد نہیں ہے۔ اب آپ ہی حنفی دوستوں سے پوچھیں کہ عمل حدیث پر کیا جائے گا یا کہ فقہ حنفی پر؟

۱۰۷:۔ زانی پر حد ختم

اسلام کے تصور میں زنا ایک ایسا قبیح جرم ہے کہ اسلام نے زانی کے وجود کو ہی برداشت نہیں کیا مثلاً غور فرمائیں کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے مگر اسے زندہ رہنے کا حق باقی ہے اس طرح اور بھی کئی جرم ہیں مگر زنا ایک ایسا جرم ہے کہ اگر شادی شدہ کرے تو اسلام کے قانون میں اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے اور غیر شادی شدہ کے لئے بھی سزا مقرر ہے جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ خذوا عنی خذوا عنی فقد جعل اللہ لھن سبیلا البکر بالبکر جلد مائة ونفی سنة والثیب بالثیب جلد مائة والرجم.

[مسلم ص ۲/ ۶۵ باب حد الزنا]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے (حکم دین) حاصل کرلو (یہ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا) بیشک اللہ تعالیٰ نے زنا کرنے والی عورتوں کا معاملہ صاف کردیا ہے کہ اگر باکرہ (کنواری) عورت کنوارے مرد سے زنا کرے گی تو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال تک جلاوطن کیا جائے گا اور اگر شادی شدہ عورت شادی شدہ مرد سے زنا کرے گی تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں اور رجم کیا جائے گا۔"

قارئین اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے زانی کی سزا بیان کی ہے خواہ وہ

زانی (مرد یا عورت) شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ اور سزا اس وقت دی جائے گی یا تو وہ زانی مرد یا عورت خود اعتراف جرم کریں یا پھر چار گواہ اس بات کی گواہی دیں کہ فلاں آدمی نے زنا کیا ہے تو اس صورت میں بھی جرم ثابت ہو جائے گا اور اس زانی کو سزا دی جائے گی مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

و ان شهد اربعة على رجل بالزنا فاقر مرة حد عند محمد رحمة الله تعالىٰ و عند ابى يوسف رحمة الله تعالىٰ لا يحد و هو الاصح هذا اذا كان الاقرار بعد القضا اما اذا كان قبل القضاء فيسقط الحد اتفاقاً.

[فتاوی عالمگیری ص ۲/۱۴۴ کتاب الحدود باب فی الزنا]

"اور اگر چار گواہ کسی آدمی کے زنا کرنے کی شہادت دیں اور وہ ایک مرتبہ اقرار بھی کرلے تو امام محمد کے نزدیک حد ماری جائے گی لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک حد نہیں ماری جائے گی اور یہی (ابو یوسف کا مذہب) زیادہ صحیح ہے اور یہ اختلاف اس وقت ہے جب کہ زانی نے اقرار قضاء کے بعد کیا ہو اگر اس نے اقرار قضا سے پہلے کیا ہے تو بالاتفاق حد ختم ہو جائے گی۔"

یعنی ایک آدمی کے متعلق چار گواہ گواہی دیں کہ اس نے زنا کیا ہے اور وہ گناہ کا اعتراف بھی کر لیتا ہے تو ابو یوسف کے نزدیک اس پر حد نہیں لگائی جائے گی اور اگر اس نے جرم کا اعتراف عدالت کا فیصلہ ہونے سے پہلے کیا ہے تو ابو یوسف و محمد سمیت تمام حنفیوں کا مذہب یہ ہے کہ اس کو حد نہیں لگائی جائے گی۔

کہو حنفی دوستو فیصلہ حدیث کا بہتر ہے یا کہ فقہ حنفی کا اور عمل کس پر ہوگا؟

۱۰۸:۔ باکرہ پر حد کا مسئلہ

قارئین اوپر آپ نے پڑھا ہے کہ فقہ حنفی نے زانی پر جرم ثابت ہو جانے

کے باوجود حد ختم کردی ہے اگر فقہ حنفی نے کسی پر حد لگائی بھی ہے تو وہ بھی خلاف سنت مثلاً باکرہ (کنواری عورت) کی سزا کا مسئلہ ہے حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سمعت النبی ﷺ یامر فیمن زنی و لم یحصن جلد مائة و تغریب عام.

[بخاری ص۱۰۱۰ باب البکران یجلدان وینفیان۔ مسلم ص۲/۶۵]

''کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ غیر شادی شدہ زانی کے متعلق سو کوڑوں اور ایک سال جلاوطن کرنے کا حکم دیتے تھے۔''

قارئین یہ حدیث اپنے موضوع پر بالکل واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غیر شادی شدہ زانی کو سو کوڑے اور جلاوطنی کا حکم دیا ہے یعنی دونوں سزائیں اکٹھی ہیں مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

ولا یجمع فی البکر بین الجلد والنفی

[ہدایہ ص۲/۵۱۲ کتاب الحدود۔ فتاوی عالمگیری ص۲/۱۴۶]

''یعنی کنوارے زانی کو کوڑوں اور جلاوطنی کی دونوں سزائیں اکٹھی نہیں دی جائیں گی (بلکہ دونوں میں سے ایک سزا دی جائے گی)''

حنفی دوستو! خدا کیلئے غور کرو کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ وہ فیصلہ ہے کہ جس میں کمی بیشی کا کسی مومن کو کوئی اختیار نہیں کیا تم رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ تسلیم کرو گے یا خلاف رسول فقہ حنفی کا فیصلہ؟

۱۰۹:۔شادی شدہ زانی کی سزا

قارئین اوپر آپ مسئلہ نمبر ۱۰۷ میں مسلم شریف کی روایت پڑھ آئے ہیں اب دوبارہ پھر پڑھیئے۔حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ خذوا عنی خذوا عنی فقد جعل اللہ لهن سبیلا البکر بالبکر جلد مائة و نفی سنة والثیب بالثیب جلد مائة والرجم.

[مسلم ص ۲/ ۶۵ باب حد الزنا]

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے (امور دین) حاصل کرو مجھ سے (امور دین) حاصل کرو مجھ سے (امور دین) حاصل کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے زانی عورتوں کا معاملہ صاف کر دیا ہے کہ کنوارے زانی کی سزا سو کوڑا اور ایک سال جلاوطنی ہے اور شادی شدہ زانی کی سزا سو کوڑا اور رجم ہے۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے شادی شدہ زانی کی سزا سو کوڑا اور رجم بتائی ہے مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

ولا یجمع فی المحصن بین الرجم والجلد.

[ہدایہ ص ۲/ ۵۱۲ کتاب الحدود۔ فتاوی عالمگیری ص/ ۱۴۶]

''یعنی شادی شدہ زانی کو کوڑوں اور رجم کی دونوں سزائیں نہیں دی جا سکتیں بلکہ ایک ہی سزا دی جائے گی۔''

یہ تھا فقہ حنفی کا زانی کے بارے میں تصور جو کہ میں نے انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ ورنہ صرف زنا کے متعلق ہی اور بھی بہت سے مسائل ہیں کہ جن پر فقہ حنفی نے حد ختم کر دی ہے یا بدل دی ہے۔[1]

قارئین تم خود ہی بتاؤ جس فقہ نے زنا کے بہتر طریقے بتائے ہوں کہ اگر ان

---

[1] شیخ الحدیث مفتی جماعت حضرت مولانا عبید اللہ خاں صاحب عفیف (متعنا اللہ بطول حیاتہ) دار الحدیث چینیا نوالی لاہور نے اپنی کتاب فتاوی عالمگیری پر ایک نظر میں فقہ حنفی کی صرف ایک کتاب فتاوی عالمگیری سے بہتر قسم کا ایسا زنا نقل کیا ہے جس پر حنفی لوگوں نے حد ختم کر دی ہے طالب حق کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

طریقوں سے زنا کیا جائے تو حد نہیں لگائی جائے گی۔اس فقہ سے معاشرہ سدھر سکتا ہے۔

۱۱۰:۔ چور سے حد ختم

چوری کرنا ایک ایسا قبیح جرم ہے کہ اسلامی حدود میں اس کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس بات کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ انسان کے ایک ہاتھ کی قیمت پچاس اونٹ ہے مگر جب یہ اتنا قیمتی ہاتھ ربع دینار (تین درہم) کی چوری کرتا ہے تو اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اس ہاتھ کی قیمت کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اس کے قبیح فعل کی وجہ سے اس کا یہ ہاتھ کاٹ دیا جائے۔مگر فقہ حنفی نے چوروں کو بہت سے حیلے بتائے ہیں کہ جس سے وہ سزا سے بچ جائیں۔حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كنت نائما في المسجد على خميصة لي ثمن ثلثين درهما فجاء رجل فاختلسها مني فاخذ الرجل فاتي النبي ﷺ فامر به ليقطع قال فاتيت فقلت اتقطعهٗ من اجل ثلثين درهما انا ابيعه و انسيه ثمنها قال فهلا كان هذا قبل ان تاتيني به.

[ابوداؤد ص ۲/۶۰۳ کتاب الحدود۔نسائی ص ۲/۲۵۱]

”کہ میں مسجد میں سویا ہوا تھا اور مجھ پر تیس درہم کی چادر تھی تو ایک آدمی آیا اور اس نے مجھ سے چھین لی تو اس آدمی کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔حضرت صفوان کہتے ہیں میں آیا اور میں نے کہا کہ کیا اس کا ہاتھ تیس درھموں کے بدلے کاٹا جائے گا؟ میں اس کو اپنی چادر فروخت کرتا ہوں اور اس کی قیمت اس سے ادھار کرتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اس کو میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ کیا؟ (اور نسائی کی روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ

نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا تھا)‘‘

قارئین غور فرمائیں اس حدیث میں صاف ظاہر ہے کہ عدالت کا فیصلہ ہو جانے کے بعد چور کو چوری شدہ مال فروخت نہیں کیا جا سکتا مگر فقہ حنفی کہتی ہے کہ

واذاقضی علی رجل بالقطع فی سرقه فوهبت له لم یقطع ......وکذالک واذا باعها المالک ایاه.

[ہدایہ ص ۲/۵۵۰ کتاب السرقہ]

’’کہ جب کسی آدمی کا چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کر دیا جائے تو اس چور کو مال ہبہ کر دیا گیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اس طرح جب مالک چور کو اپنا چوری شدہ مال فروخت کر دے تو تب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔‘‘

قارئین! اب تم ہی بتاؤ عمل حدیث پر کیا جائے گا یا فقہ حنفی پر؟

۱۱۱:۔ بیت اللہ کے چور سے حد ختم

حنفی مذہب نے ہبہ یا مال فروخت کرنے کی ترغیب دے کر چور کو تحفظ فراہم کیا ہی تھا مگر فقہ حنفی نے خانہ کعبہ میں چوری کرنے والے کو بھی حد سے چھٹی کرا دی۔ حالانکہ ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

قال النبی ﷺ تقطع الید فی ربع دینار فصاعدًا.

[بخاری ص ۴/۱۰۰۴ کتاب الحدود۔ مسلم ص ۲/۶۳]

’’کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (چور کا) ہاتھ ربع دینار یا اس سے زیادہ مالیت کے سامان کی چوری پر کاٹ دیا جائے گا۔‘‘

یہ تھا فرمان رسول اللہ ﷺ کہ ربع دینار یا اس سے زیادہ مال کی چوری کرنے پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

ولا یقطع فی ابواب المسجد الحرام.

[ہدایہ ص ۲/۵۴۰ کتاب السرقہ، شرح وقایہ ص ۲/۳۱۹]

''کہ مسجد حرام کے دروازے چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔''

فقہ حنفی پر عمل کرتے ہوئے خانہ کعبہ کے دروازے چوری کرنے والے والے کو کیا انعام دیا جائے؟

۱۱۲:۔ حنفیوں کی مردوں سے دشمنی

قارئین اب آپ حنفیوں کی مُردوں سے دشمنی کا اندازہ لگائیں کہ نامعلوم کون سا انتقام لیا ہے حنفیوں نے مُردوں سے حالانکہ مرنے والے شخص کے بڑے احسان ہیں فقہ حنفی پر عمل کرنے کے دعویداروں پر مثلاً ایصالِ ثواب کے نام پر تیجہ' ساتواں' دسواں' چالیسواں وغیرہ سب مردوں کے طفیل ہی ان کو حاصل ہیں۔ حضرت عائشہؓ (فداھا ابی وامی) فرماتی ہیں:

قال النبی ﷺ تقطع الید فی ربع دینار فصاعدًا.

[بخاری ص ۲/۱۰۰۴ کتاب الحدود۔ مسلم ص ۲/۶۳]

''کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ربع دینار یا اس سے زیادہ کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔''

مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

ولا قطع علی النباش.

[ہدایہ ص ۲/۵۴۱ کتاب السرقہ۔ شرح وقایہ ص ۲/۳۲۰۔ فتاوی عالمگیری ص ۲/۱۷۸]

''یعنی کفن چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔''

کیا فقہ حنفی پر عمل کرتے ہوئے اپنے مُردوں کو کفن چوروں کے حوالے کر دو گے؟ یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے اگر جائز ہوتا تو میں مشورہ پیش کرتا کہ حنفی ارباب کا ماتم کیا جانا چاہئے۔ ایک طرف تو مولوی صاحبان میت کے ورثاء سے کپڑے وغیرہ لے لیتے ہیں کہ میں ان کپڑوں کو تمہارے مردوں تک پہنچا دوں گا کیونکہ اسے تمہارے کپڑوں کی ضرورت ہے اور پھر اس سلسلے میں من گھڑت قصے بھی بنا رکھے ہیں

اور دوسری طرف مردوں کے کفن چوری کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ میرا خیال ہے کہ مولوی صاحبان اس مسئلہ میں ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے ہیں کہ میت کے ورثاء سے میت کے نام پر نذرانے کی وصولی اور میت سے اس کا واحد مال کفن شاید خیال ہو کہ اس کو کفن کی کیا ضرورت ہے؟

۱۱۳:۔ چوری کے مال کی مقدار

قارئین اوپر آپ پڑھ آئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تقطع الید فی ربع دینار فصاعدًا.

''کہ ربع دینار (یعنی تین درہم) یا اس سے زیادہ مال کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور پھر بخاری شریف میں ہی موجود ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قطع فی مجمن ثمنهٗ ثلاثة دراھم.

[بخاری ص ۲/۱۰۰۴ کتاب الحدود۔ مسلم ص ۲/۶۳]

''کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے تین درہم قیمت کی ایک ڈھال چوری کرنے والے چور کا ہاتھ کاٹ دیا۔''

قارئین اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ تین درہم یعنی ربع دینار مالیت کا مال چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے یہ نصاب مقرر کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر خود بھی عملدرآمد کیا ہے مگر فقہ حنفی کہتی ہے۔

واذا سرق العاقل البالغ عشرة دراھم او ما یبلغ قیمته عشرة دراھم مضروبة من حرز لا شبھة فیه وجب علیه القطع.

[ہدایہ ص ۲/۵۳۷ کتاب السرقہ۔ شرح وقایہ ص ۲/۳۱۵۔ فتاوی عالمگیری ص ۲/۱۷۰]

''یعنی جب کوئی عاقل بالغ آدمی دس درہم یا اس کی قیمت کی مالیت کے مال

کی چوری کرے گا تو تب حد واجب ہوگی۔"

قارئین غور فرمائیں حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے تین درہم مالیت کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا تھا مگر فقہ حنفی کہتی ہے جب چوری شدہ مال کی قیمت دس درہم ہو گی تو ہاتھ کاٹا جائے گا بلکہ فتاوٰی عالمگیری کے الفاظ ہیں۔

اقل النصاب فی السرقة عشرة دراهم.

"کہ چوری میں کم از کم نصاب دس درہم ہے۔"

۱۱۴:۔قصاص کا مسئلہ

قارئین فقہ حنفی میں ارباب حنفیت نے بہت سی قسم کے چوروں سے حد ختم کی ہے اور چوری کرنے کے بہت سے طریقے بتائے ہیں۔ مثلاً کوئی آدمی قرآن مجید چوری کرے تو اس پر بھی حد نہیں اور بچے کو اغواء کرنے والے پر بھی اسی طرح اور بہت سی قسمیں ہیں۔[1]

میں نے تو صرف اشارتاً دو ہی قسمیں آپ کے سامنے رکھیں ہیں اب آگے چلیے انسانی زندگی کی اسلام کی نظر میں قصاص (یعنی قتل کے بدلے قتل) کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ. [۲/البقرة:۱۷۹]

"کہ عقل مندوں تمہارے لئے قصاص لینے ہی میں زندگی کا راز پوشیدہ ہے"

یعنی اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو قصاص کا قانون اپناؤ۔ مگر فقہ حنفی نے بہت سے قاتلوں کو قصاص کی حد سے چھٹی کرا دی ہے اور مقتول کے ورثا کو ان کے حق سے محروم کر دیا

---

[1] اس مسئلہ پر محقق العصر استاذی المکرم حضرت مولانا حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی زید مجدہ متعنا اللہ بطول حیاتہ کی کتاب چوری کے متعلق قانون الٰہی اور قانون حنفی کا مطالعہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ العزیز چوری کے مسئلے پر کوئی حنفی آپ کو ورغلانے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

ہے تفصیل بیان کرنا نہ تو مقصود ہے اور نہ ہی کوئی ضرورت صرف حنفیت کا اصل چہرہ دکھانے کے لئے اور آپ کو یہ بتانے کے لئے کہ فقہ حنفی نے زندگی میں پیش آمدہ تمام مسائل میں رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کیا ہے۔ چند مسائل ذکر کئے جارہے ہیں سب سے پہلے تو یہ مسئلہ ہے کہ قاتل سے قصاص کس حد تک لیا جائے چنانچہ بخاری و مسلم جیسی معتبر ترین کتب حدیث میں موجود ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان یھودیًا قتل جاریة علی اوضاح لھا فقتلھا بحجر قال فجئی بھا الی النبی ﷺ و بھا رمق فقال لھا اقتلک فلان فاشارت براسھا ان لاثم قال لھا الثانیة فاشارت براسھا ان لاثم سالھا الثالثة فقالت نعم و اشارت برأسھا فقتله رسول الله ﷺ بین حجرین.

[مسلم ص۲/ ۵۸ باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیرہ...... بخاری ص۲/ ۱۰۱۷]

"کہ بیشک ایک یہودی نے ایک لونڈی کو پتھر کے ساتھ قتل کر دیا تو اس لونڈی کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا جبکہ اس میں زندگی کی رمق ابھی باقی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تجھے فلاں آدمی نے قتل کیا ہے تو اس نے سر کے ساتھ اشارہ کیا کہ نہیں پھر آپ ﷺ نے دوسرے آدمی کا نام لیا تو اس نے سر کے اشارہ کے ساتھ انکار کر دیا جب تیسرے آدمی کا نام لیا تو اس لونڈی نے سر کے ساتھ اشارہ کیا کہ ہاں مجھے اس نے ہی قتل کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس قاتل کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر قتل کر دیا۔"

قارئین اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس طرح کوئی آدمی کسی دوسرے کو قتل کرے گا اس قاتل کو اگر ممکن ہو تو اسی طرح قتل کیا جائے۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اس یہودی نے اس لونڈی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا

تھا تو آنحضرت ﷺ نے بھی اس کا سر پتھروں سے کچل دیا اور پھر ایک قبیلے کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ایک نمائندے کو قتل کر دیا اور اس کی آنکھوں میں لوہے کی سلاخ گرم کر کے ڈالی تو رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کو گرفتار کر کے پہلے ان کی آنکھوں میں گرم سلاخ (لوہے کی) ڈالی پھر انہیں قتل کیا مگر فقہ حنفی اس محمدی قانون کو تسلیم نہیں کرتی۔ چنانچہ فقہ حنفی کی ام الکتب ہدایہ میں لکھا ہے:

ولا یستوفی القصاص الا بالسیف.

[ہدایہ ص ۴/ ۴۷۸ باب مایوجب القصاص ومالا یوجبہ]

''یعنی قصاص صرف تلوار سے ہی لیا جائے گا۔''

قارئین غور فرمائیں۔ حدیث نبوی ﷺ اور فقہ حنفی میں کتنا تضاد ہے کیا اب بھی فقہ حدیث کے موافق ہے۔ اور یہ قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے۔

۱۱۵: قصاص سے چھٹی

مسلمان کو قتل کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قانون بنا دیا ہے کہ جو آدمی کسی مسلمان کو قتل کرے گا اسے اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا یحل دم امرئٍ مسلمٍ یشهد ان لا اله الا الله و انی رسول الله الا باحدی ثلث الثیب الزان النفس بالنفس والتارک لدینة المفارق للجماعة.

[مسلم ص ۲/ ۵۹ باب مایباح بہ دم المسلم۔ بخاری ص ۲/ ۱۰۱۶]

''کہ مسلمان کا خون حلال نہیں (یعنی مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں) جو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور میں (محمد ﷺ) اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ مگر تین وجہ میں سے کسی ایک کے ساتھ۔ شادی شدہ زانی، قتل

کے بدلے قتل کیا جائے گا اور دین اسلام کو چھوڑنے والا یعنی مرتد شخص یعنی ان تینوں کو قتل کیا جائے گا اور اس کے علاوہ جو کوئی کسی مسلمان کو قتل کرے گا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ خواہ کسی طریقے سے ہو مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

ومن غرق صبیًا او بالغاًفی البحر فلا قصاص عند ابی حنیفة.

[ہدایہ ص۴/۴۸۱ کتاب الجنایات]

''یعنی جس کسی شخص نے کسی بچے یا بالغ کو سمندر میں غرق کر دیا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے۔''

کیا انسانی اخلاق میں اس فعل کی اجازت ہے کہ کسی بے گناہ کو سمندر میں غرق کر دیا جائے اور غرق کرنے والے پر کسی قسم کا قصاص بھی نہ ہو۔ اگر کسی حنفی مولوی کا بچہ ایسے غرق کیا جائے تو پھر مولوی صاحب کو پوچھا جائے کہ کیا فقہ حنفی کا یہ مسئلہ ہے تو یقیناً جواب نفی میں آئے گا۔ یہ فقہ قرآن وحدیث سے متصادم تو ہے قانون اخلاق اور فطرت کے بھی متصادم ہے۔

۱۱۶:۔ مسلم بمقابلہ کافر

قارئین اوپر آپ نے پڑھا ہے کہ اگر آدمی کسی دوسرے آدمی کو پانی میں ڈبو کر قتل کر دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ ایک طرف سے فقہ حنفی ایک مسلمان کا قصاص نہیں لے رہی مگر دوسری طرف حالت یہ ہے کہ ایک مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل کر رہی ہے جو کہ سراسر حدیثِ پیغمبر ﷺ کے خلاف ہے آپ پہلے حدیث رسول اللہ ﷺ ملاحظہ فرمائیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال لا یقتل مسلم بکافر.

[ترمذی ص۱/۲۶۱ ابواب الدیات۔ بخاری ص۲/۱۰۲۱]

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل

نہیں کیا جائے گا۔''

قارئین اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی کافر کو قتل کر دے تو اس کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ دیت ہوگی مگر مسلم دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے فقہ حنفی کہتی ہے۔

ویقتل المسلم بالذمی.

[ہدایہ ص۴/ ۴۷۸ کتاب الجنایات]

''یعنی مسلمان ذمی کافر کے بدلے قتل کیا جائے گا۔''

کہو حنفی دوستو حدیث پیاری ہے یا کہ فقہ حنفی؟ مسلمان عزیز ہے یا کافر؟

۱۱۷:۔ گمشدہ چیز کی واپسی

انسانی زندگی میں پیش آنے والے تمام امور میں امام اعظم سید کل کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے راہنمائی فرمائی ہے چنانچہ ان امور میں سے ایک گم شدہ چیز کا مسئلہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو کوئی گم شدہ چیز ملے پھر اس کا مالک آجائے اور اپنی چیز کی علامات بیان کرے تو اس کو وہ چیز واپس کر دینی چاہیے۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت زید بن خالد الجہنی کی روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فان جاء صاحبها فعرف عفاصها و عددها و وكاء ها فاعطاه اياه

[مسلم ص۲/ ۷۹ کتاب اللقطۃ، بخاری ص ۱/ ۳۲۹]

''یعنی اگر اس (گم شدہ) چیز کا مالک آجائے اور آکر اس کی تھیلی اور تعداد (اگر پیسے وغیرہ ہوں) اور اس کے تسمہ کی پہچان کرائے تو اس کو واپس کر دے۔''

قارئین حدیث کے یہ الفاظ اپنے مفہوم میں واضح ہیں کہ اگر صاحب اللقطہ

(گری ہوئی چیز کا مالک) اپنی چیز کی علامتیں بتا دے تو وہ اس کو واپس کر دینی چاہئے اور یہی امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے مگر فقہ حنفی کہتی ہے:

واذا حضر رجل فادعی اللقطة لم تدفع الیه حتی یقیم البینة فان اعطی علامتها حل للملتقطه ان یدفعها الیه ولا یجبر علی ذالک فی القضاء.

[ہدایہ ص ۲/ ۶۱۷ کتاب اللقطۃ]

''جب آدمی حاضر ہو کر گری ہوئی چیز کے متعلق دعویٰ کرے تو اس کو اس وقت تک واپس نہیں کی جائے گی جب تک وہ دلیل قائم نہ کر دے۔ اگر وہ اس کی علامتیں بتا دے تو وہ گری ہوئی چیز اٹھانے والے کے لئے (جس کے پاس اب موجود ہے) حلال ہے کہ اس کی چیز واپس کر دے اور اس کو فیصلہ میں مجبور نہیں کیا جائے گا۔ (یعنی اگر وہ اصل مالک کو اس کی چیز واپس نہیں کرتا تو اس کو وہ چیز واپس کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔)

قارئین حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور فقہ حنفی بھی اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ حدیث پر عمل کریں یا فقہ پر لیکن روزِ قیامت سامنے رہے۔

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کے وہ یہ کہتے ہیں
اُدھر جاتا ہے یا دیکھیں اِدھر آتا ہے پروانہ

۱۱۸:۔ آوارہ اونٹ اور فقہ حنفی

امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا صحابی حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے گری پڑی چیز کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی تھیلی اور تسمہ پہچان لے اور ایک سال تک اعلان کر تو اس سائل نے پھر دوسرا سوال کر دیا کہ:

کیف تری فی ضالة الغنم قال النبی ﷺ خذھا فانما ھی لک اولاخیک او للذئب قال یزید و ھی تعرف ایضاثم قال کیف تری فی ضالة الابل قال فقال دعھا فان معھا حذأھا ترد الماء و تاکل الشجر حتی یجدھا ربھا.

[بخاری ص ۱/ ۳۲۸ کتاب اللقطة، مسلم ص ۲/ ۷۸]

"(یا رسول اللہ ﷺ) گم شدہ بکری کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو پکڑ لے بیشک وہ تیرے لئے ہے یا تیرے بھائی کے لئے ہے یا پھر وہ بھیڑیئے کے لئے (اس حدیث کی سند میں موجود راوی یزید کہتا ہے کہ اس کا بھی اعلان کیا جائے گا) پھر اس نے (تیسرا سوال کرتے ہوئے) کہا کہ گم شدہ اونٹ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دے اس کے ساتھ اس کا چلنا ہے اور اس کا پینا ہے وہ پانی پر وارد ہوگا اور درخت کھا کر گزارہ کر لے گا یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پالے گا (یعنی حاصل کر لے گا)"

قارئین یہ حدیث اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گم شدہ بکری اور اونٹ کے متعلق علیحدہ علیحدہ قانون بتایا ہے اگر کسی شخص کو کوئی آوارہ بکری ملے تو وہ اس کو پکڑ لے کیونکہ اس میں اپنا دفاع کرنے کی طاقت نہیں ہے ممکن ہے کہ کوئی بھیڑیا یا اور کوئی درندہ اس کو چیر پھاڑ کر دے مگر اونٹ ایک ایسا جانور ہے کہ جو اپنے پاؤں کی وجہ سے چل بھی سکتا ہے کھانے پینے کے معاملے میں بھی وہ خود کفیل ہے اور پھر اپنا دفاع کرنے کی بھی طاقت رکھتا ہے اس لئے اس کو نہیں پکڑنا چاہیے مگر فقہ حنفی اس محمدی قانون اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کا انکار کرتے ہوئے رائے اور قیاس کی ٹکسال میں حنفی قانون اس طرح تیار کرتی ہے کہ:

ویجوز الالتقاط فی الشاۃ والبقر والبعیر.

[ہدایہ ص۲/ ۶۱۵ کتاب اللقطہ]

''گم شدہ بکری گائے اور اونٹ کا پکڑنا جائز ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے تو بکری اور اونٹ میں تفریق کی ہے جبکہ فقہ اس تفریق کو مٹاتی ہے کیا کوئی صاحب ایمان اس تفریق کو تسلیم نہ کرتے ہوئے آراء الرجال کو سینے لگا سکتا ہے؟

لایا تو ہے نصیب کوئے یار تک
دیکھیں اب گزر ہو کہ نہ ہو گل عزار تک

۱۱۹:۔ بیت اللہ کی بے حرمتی

قارئین اب چلتے چلتے فقہ حنفی سے بیت اللہ کی بے حرمتی ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ بعثہ فی الحجۃ التی امرہ علیھا رسول اللہ ﷺ قبل حجۃ الوداع یوم النحر فی رھط یوذن فی الناس ان لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان.

[بخاری ص۱/ ۲۲۰ کتاب المناسک، مسلم ص۱/ ۴۳۵]

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع سے پہلے (۹ ہجری میں) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے ایک گروہ میں یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ اس سال کے بعد نہ ہی کوئی مشرک بیت اللہ کا حج کرے اور نہ ہی کوئی ننگا طواف کرے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے یہ اعلان کروا دیا ہے کہ اب کوئی مشرک بیت اللہ میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہ قانون بنا

دیا ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا

''کہ مشرک نجس ہے اس لئے آج کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوسکتا۔''

قارئین یہ تھا قرآن وحدیث کا فیصلہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا قانون۔ مگر اب آپ فقہ حنفی کی ام الکتب ہدایہ کو اٹھائیں اس میں لکھا ہے:

ولا بأس بان یدخل اهل الذمة المسجد الحرام.

[ہدایہ ص۴/۴۰۱ کتاب الکراہیۃ]

''یعنی ذمی کافر اگر مسجد حرام میں داخل ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں۔''

ہمیں اس مسئلہ میں فقہ حنفی کے قرآن کریم سے متصادم پر حیرانگی ہے اتنے واضح حکم کو بھی آدمیوں کی غلط سوچ نے بدل ڈالا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

۱۲۰: ۔حنفیوں کا عزت رسول اللہ ﷺ سے مذاق

جس طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا فرض ہے اس طرح آپ کی عزت اور ناموس کے لئے کٹ مرنا اور اس کی حفاظت کرنا بھی فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا بڑا جرم ہے کہ جس کی سزا دنیا میں کم از کم قتل ہے اور آخرت کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ جو خالق ارض وسماء یہ کہے کہ:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ.

''جو میرے پیغمبر ﷺ کی بات کو من وعن تسلیم نہیں کرتا مجھے قسم ہے اپنے رب ہونے کی میں اس کو مومن (ایماندار) ہی تسلیم نہیں کرتا۔''

وہ خالق ارض وسماء اپنے پیغمبر ﷺ کو گالی دینے والے بدبخت کو کتنی کڑی (سخت) سزا دے گا۔ کم از کم میں اس کا تصور بھی آپ کے سامنے پیش نہیں کرسکتا خود

رسول اللہ ﷺ نے ایسے بدبخت لوگوں کے متعلق کہ جو آپ کو مذاق کرتے تھے آپ کی ہجو کرتے تھے ان کے متعلق فرمایا کہ اگر خانہ کعبہ کے غلاف کے ساتھ بھی چمٹے ہوئے ہوں تب بھی قتل کر دیا جائے پھر ایک صحابیؓ کا ایمان افروز واقعہ سنیئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان اعمٰی کانت له ام ولد تشتم النبی ﷺ وتقع فیه فینهاها فلا تنتهی و یزجرها فلا تنزجر قال فلما کانت ذات لیلة جعلت تقع فی النبی ﷺ و تشتمه فاخذ المغول فوضعهٗ فی بطنها واتکا علیها فقتلها فوقع بین رجلیها طفل فلطخت ما هناک بالدم فلما اصبح ذکر ذالک للنبی ﷺ فجمع الناس فقال انشد الله رجلا فعل ما فعل لی علیه حق الاقام فقام الاعمٰی یتخطی الناس و یتنزلزل حتی قعد بین یدی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ﷺ انا صاحبها کانت تشتمک و تقع فیک فانها ها فلا تنتهی وازجرها فلا تنزجر ولی منها ابنان مثل اللؤلؤ تین و کانت بی رفیقة فلما کان البارحة جعلت تشتمک و تقع فیک فاخذت المغول فوضعته فی بطنها واتکأت علیها حتی قتلتها فقال النبی ﷺ الا اشهدوا ان دمها هدر.

[ابوداؤد، ج ۲/۲۴۳ باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ۔ کتاب الحدود]

''کہ بیشک ایک اندھے آدمی کے لئے ام ولد تھی جو رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتی تھی اور برا بھلا کہتی تھی تو وہ اندھا آدمی اس کو منع کرتا تھا مگر وہ باز نہیں آتی تھی وہ اس کو ڈانٹتا تھا وہ اس کی ڈانٹ کی کوئی پرواہ نہیں کرتی تھی تو ایک رات اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دینا اور برا بھلا کہنا شروع کر

دیا تو اس نابینے آدمی نے کدال پکڑ کر اس کے پیٹ پر رکھ کر اوپر سے زور لگایا اور اس عورت کو قتل کر دیا عورت کے پیٹ سے بچہ بھی گر پڑا اور وہاں پر موجود ہر چیز خون میں لت پت ہو گئی جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس اس بات کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا میں ہر اس آدمی کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے بھی کیا ہے جو کیا ہے میرا اس پر حق ہے (یعنی وہ مسلمان ہے) تو وہ کھڑا ہو جائے۔ تو ایک نابینا آدمی اٹھا ڈگمگاتے قدموں سے لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا بیٹھا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اس عورت کا قاتل ہوں وہ آپ کو گالیاں دیتی تھی اور آپ کے بارے میں بکواس کرتی تھی میں نے اس کو منع کیا تھا مگر وہ باز نہ آئی میں نے اس کو ڈانٹا مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی اور اس عورت سے میرے لئے موتیوں جیسے دو بیٹے بھی ہیں اور وہ میری زندگی کی ساتھی بھی تھی مگر گزشتہ رات اس نے پھر آپ کو گالیاں دینا شروع کر دیں تو میں نے مغول (کدال) پکڑا اور اس کے پیٹ پر رکھ کر زور سے دبا کر اس کو قتل کر دیا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو گواہ بن جاؤ اس کا خون بے کار ہی گیا (یعنی اس کے قاتل سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔)''

قارئین اس حدیث میں واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو گالی دینے والی عورت سے اتنی نفرت کا اظہار کیا کہ اس کا خون ہی رائیگاں قرار دے دیا مگر فقہ حنفی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والوں کی حوصلہ افزائی ان الفاظ میں کرتی ہے:

و من امتنع من الجزية او قتل مسلما او سب النبی ﷺ او زنی بمسلمة لم ينتقض عهده. [ہدایہ ص۲/۵۹۸ کتاب السیر باب الجزیۃ]

"اور جو (ذمی کافر) جذیہ دینے سے رک جائے (جزیہ دینے سے انکار کر دے) یا مسلمان کو قتل کر دے یا رسول اللہ ﷺ کو گالی دے یا پھر کسی مسلمان عورت سے زنا کرے تو اس کا عہد نہیں ٹوٹتا۔"

ہائے حنفیو!

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

قارئین جو بھی کافر مسلمانوں کو جزیہ دے کر مسلمانوں کی ضمان میں رہے ظاہر ہے کہ اس کا عہد اس وقت تک برقرار ہے جب تک وہ اپنے عہد کو پورا کرتا ہے اور اس عہد میں جزیہ دینا بھی شامل ہے اب اگر وہ ذمی کافر جزیہ دینے سے ہی انکار کر دے تو عہد تو اس کا ٹوٹ گیا مگر فقہ حنفی کی فقاہت کا تقاضا ہے کہ اسے نہیں ٹوٹنا چاہئے اور پھر اس پر ہی بس نہیں بلکہ اس فقاہت نے تو مسلمانوں کا خون اور مسلمان عورتوں کی عزت کو بھی سرِعام نیلام کیا ہے کہ اگر وہ ذمی مسلمان کو قتل کر دے یا مسلمان عورت کی عزت لوٹ لے تب بھی اس کا عہد باقی ہے اور پھر ان سب سے بڑھ کر وہ بات کہ جو اس وقت عرض کرنا میرا مقصود ہے وہ ہے رسول اللہ ﷺ سے بیوفائی کہ ایک کافر سے معاہدہ ہوا اب حنفی فقاہت کا تقاضا یہ ہے کہ اسے امام الانبیاء ختم الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے کا قانونی اور حنفیت کی عدالت سے شرعی جواز مل گیا ہے کیونکہ ذمی آدمی کو قتل نہیں کیا جا سکتا اور رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے کی دنیا میں سزا کم از کم قتل ہے۔ آخرت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے مگر فقہ حنفی کہتی ہے۔

"کہ نہیں وہ ذمی ہی رہے گا۔ اگر وہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دے تب بھی اس بدبخت۔ بدطینت کو جہنم رسید نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے قانونی طور پر تحفظ فراہم کیا جائے گا۔"

تعجب والی بات یہ ہے کہ ناموسِ رسالت پر ذمی کو ہاتھ ڈالنے کی اجازت

دینے والے آج خود کو سب سے زیادہ محافظ ناموس رسالت تصور کرتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ ایسی کتابوں کو کوفہ کے کسی چوراہے میں رکھ کر آگ لگا دیں جو ناموسِ رسالت پر ذمی کو حملہ کی اجازت دیتی ہیں تو پھر ان کے دعویٰ کا پتہ چلے گا۔

قارئین حدیث بھی آپ کے سامنے ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والی عورت کا خون رائیگاں قرار دیا گیا ہے اور فقہ حنفی بھی آپ کے سامنے ہے جس میں شاتم رسول ﷺ کو تحفظ دیا گیا ہے۔ دیکھیں آپ حدیث پر عمل کریں گے یا اربابِ حنفیت کی فقاہت کا ماتم کرتے ہوئے شاتم رسول کو تحفظ دیں گے۔ احناف کے اس کردار پر یہی کہا جاسکتا ہے۔

گلہ جفائے وفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بت کدے میں بیان کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

قارئین یہ چند مسائل فقہ حنفی کے جو حدیث مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ہیں میں نے صرف بطور نمونہ پیش کئے ہیں ورنہ فقہ حنفی کے ایسے مسائل بے شمار ہیں جو کہ حدیث کے خلاف ہیں اور جو قرآن مجید کی صریح (واضح) آیات کے خلاف ہیں وہ ان سے بھی الگ ایک طویل داستان ہے۔ چونکہ کوئی تفصیل بیان کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ صرف حنفیت کا بھیانک چہرہ دکھانا مقصود تھا اس لئے میں صرف انہی چند مسائل پر اکتفا کرتا ہوں کہ راہ حق کے متلاشی کے لئے یہی کافی ہیں اور اگر حدیث پر عمل ہی نہ کرنا ہو تو پھر جتنی بھی آیات اور احادیث پیش کردی جائیں تو یہ لوگ ماننے کے لئے پھر بھی تیار نہیں ہوں گے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ولئن اتیت الذین اوتوا الکتب بکل ایۃ ما تبعوا قبلتک.

”کہ اے میرے پیغمبر ﷺ اگر آپ ان لوگوں کے پاس جنہیں کتاب دی گئی ہے تمام نشانیاں بھی بیان کردیں تو تب بھی یہ آپ کے دین کی پیروی

نہیں کریں گے۔"

آخر میں میں حنفی دوستوں سے یہ کہتے ہوئے اس دوسرے حصے کو ختم کرتا ہوں۔

معلوم کچھ حضور کے مجھ کو بھی حال ہیں
میں سن چکا ہوں آپ بھی اہل کمال ہیں



تیسرا حصہ

اختلاف کا حل

عزیز بھائیو! گزشتہ اوراق میں آپ احناف کے رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کا اصل سبب اور حنفیوں کے رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کی ایک جھلک ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جب اس مرض کی تشخیص ہو چکی ہے۔ اسباب مرض سامنے آ چکے ہیں تو بہتر ہوگا کہ اس مرض کا علاج بھی بتایا جائے تا کہ بات کو سمجھنے اور اس موذی مرض (تقلید) کو کنٹرول کرنے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔

لیجئے اس مرض کا علاج قرآن و حدیث کے نسخہ کیمیا سے نوٹ فرمائیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْئٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ [۴/النسآء:۵۹]

”کہ اے ایمان والو اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو پھر اپنے تمام تر اختلافات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی عدالت میں لے جاؤ۔“

اب یہ بات تو واضح ہے کہ جب بھی لوگ اپنے تمام جھگڑے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق حل کریں گے تو وہ فی الفور ختم ہو جائیں گے کیونکہ امت مسلمہ کا اتفاق صرف کتاب و سنت پر ہو سکتا ہے کسی گروہ اور قیاس و آراء پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ﴾.

"کہ اے میرے پیغمبر ﷺ مجھے اپنے رب ہونے کی قسم ہے جو آپ کے فیصلے کو من وعن دل و جان سے نہیں مانتا میں رب ارض وسماء اس کو مومن ہی نہیں مانتا۔

اور پھر اس لئے بھی کوئی دوسری شخصیت تمام امت کو اپنے گرد جمع نہیں کرسکتی کہ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی خامی کوتاہی یا غلطی کسی نہ کسی آدمی کو نظر آئے گی مگر رسول اللہ ﷺ کی ذات ایک ایسی ذات ہے کہ جس میں کوئی غلطی آپ کے ماننے والوں کو تو کیا نظر آتی آپ کے بدترین دشمنوں (کفار ومشرکین مکہ) کو باوجود ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے کوئی ایسی بات نظر نہ آسکی کہ جس کی وجہ سے وہ پیغمبر آخر الزمان ﷺ کو جھٹلا سکتے۔ اس لئے قارئین اس اختلاف کا ایک ہی حل ہے کہ ہم ان تمام اختلافات کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پرکھیں جو اس کے مطابق ہو اس کو تسلیم کر لیں اور جو قرآن و حدیث کے خلاف ہو اسے ڈنکے کی چوٹ ٹھکرا دیں اگرچہ اس بات کو کہنے والا اس قانون کو وضع کرنے والا شخص خواہ علم وفضل فقاہت و تقوی کا حامل کیوں نہ ہو۔"

گزشتہ اوراق میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و اهرب عن التقليد فهو ضلالة
ان المقلد في سبيل الهالك

"یعنی تقلید سے دور بھاگو کیونکہ تقلید گمراہی ہے اور مقلد تو ہلاکت کے راستے

پر چل رہا ہے“

اور پھر علامہ زمخشری نے تو اس سے بھی بڑھ کر فرمایا ہے کہ:

ان کان للضلال ام فالتقلید امہٗ.

”یعنی تقلید صرف گمراہی ہی نہیں بلکہ گمراہی کی اصل بنیاد بھی ہے۔“

اس پر تفصیل سے بحث گزر چکی ہے میں تو صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے گمراہی سے بچنے کا ایک ہی طریقہ بیان کیا ہے:

ترکت فیکم امرین لن تضلو ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنۃ رسولہ.

”کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور وہ دو چیزیں ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے اور دوسری سنتِ رسول ﷺ۔“

تو اس سے معلوم ہوا کہ جب آدمی صرف قرآن و حدیث ہی پر عمل کرے گا تو جہاں دوسری گمراہیوں سے بچا رہے گا وہاں پر وہ تقلید جیسی گمراہی سے بھی اپنے دامن کو بچا لے گا۔

اس لئے قارئین اس سارے اختلاف کا ایک ہی حل ہے کہ ان سب باتوں کو چھوڑ کر صرف قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر عمل کرنا شروع کیا جائے تو بلاشبہ تمام اختلافات ختم ہو جائیں گے۔ میں نے قرآن مجید کی ایک آیت اور ایک حدیث صرف بطور مثال پیش کی ہے ورنہ اس موضوع پر آیات کریمہ اور احادیث صحیحہ کی کوئی کمی نہیں۔

اب میں آپ کے سامنے مسئلہ کی تفہیم کے لئے بطور مثال ایک دو واقعات رکھتا ہوں کہ جس سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ اختلافات کو ختم کرنے کا

صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ قرآن وحدیث کو دل وجان سے تسلیم کرلیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں بھی ایسے کئی واقعات پیش آئے ہیں کہ لوگوں میں کسی بات پر اختلاف ہو گیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیصلہ کرا لیا۔ مثلاً دو آدمی سفر پر گئے تو راستے میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے دونوں نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی بعد میں نماز کے وقت ہی میں انہیں پانی مل گیا تو ایک نے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھ لی مگر دوسرے نے پہلی پڑھی ہوئی نماز پر ہی اکتفا کیا چنانچہ واپسی پر انہوں نے اس بات کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فیصلہ فرمادیا (تفصیل کے لئے دیکھئے نسائی ص ۱/ ۴۹)

اسی طرح اور بھی بہت سے واقعات ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی جب بھی اختلافات رونما ہوئے تو وہ بھی صرف قرآن وحدیث کے فیصلے پر ہی ختم ہوئے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلا اختلاف یہ واقع ہوا کہ کیا نبی کریم ﷺ فوت بھی ہوئے ہیں یا کہ نہیں کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہہ رہے تھے کہ آپ فوت ہو گئے ہیں مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سنح جگہ سے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے رُخِ انور کی زیارت کرنے اور آپ ﷺ کو بوسہ دینے کے بعد مسجد میں تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیٹھنے کا حکم دیا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس اختلاف کے بعد اتنے غصے میں تھے کہ بیٹھنے سے ہی انکار کر دیا چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت ارشاد فرمایا جو آج بھی کتب حدیث کے سینے میں محفوظ ہے۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

من كان منكم يعبد محمداً فان محمداً قدمات و من كان

منکم یعبد اللہ فان اللہ حیی لا یموت قال اللہ تعالیٰ و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الی الشاکرین.

[بخاری ص ۲/ ۶۴۰ کتاب الجنائز' البدایہ و النھایہ ص ۵/ ۲۴۲' ابن خلدون ص ۲/ ۸۵۱' طبری ص ۱/ ۵۲۷' طبقات ابن سعد ص ۲/ ۳۱۲]

''کہ اے لوگو تم میں سے جو محمد ﷺ کی پوجا کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اس کا معبود اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی پھر آپ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر بطور دلیل قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ. [۳/ال عمران:۱۴۴]

''اور نہیں ہیں محمد ﷺ مگر رسول بیشک آپ سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں پس اگر آپ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے (یعنی کیا تم دین چھوڑ دو گے) اور جو شخص اپنی ایڑیوں پر پھر گیا (یعنی دین چھوڑ کر مرتد ہو گیا) تو وہ اللہ تعالیٰ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا (بلکہ اپنا ہی نقصان کرے گا) اور اللہ تعالیٰ عنقریب جزا دے گا شکر کرنے والوں کو۔''

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ کر سنائی کہ لوگو رسول اللہ ﷺ کی ذات کوئی ایسی ذات نہیں کہ جنہیں موت نہ آ سکے بلکہ آپ کو تو موت آ سکتی ہے۔ ہمیشہ زندہ رہنے والی تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے قرآن مجید سن لینے کے بعد پھر جس طرح مسلمانوں نے اختلاف کو چھوڑ کر اتفاق و اتحاد کو اپنایا اس

بات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو ابھی چند لمحے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات کو مان کر بیٹھنے کے لئے بھی تیار نہ تھے قرآن مجید سن لینے کے بعد فرماتے ہیں:

واللہ ماھو الا ان سمعت ابابکر تلاھا فعقرت حتی ما تقلنی رجلای و حتی اھویت الی الارض حین سمعته تلاھا ان النبی ﷺ قدمات.

[بخاری ص ۲/۶۴۱]

''کہ جب میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید کی یہ آیت سنی کہ رسول اللہ ﷺ تو فوت ہو چکے ہیں تو میرے پاؤں نے میرا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا اور میں زمین پر بیٹھ گیا۔

قارئین غور فرمائیں اتنا بڑا اختلاف اسی وقت ختم ہو گیا جب قرآن مجید کی صرف ایک آیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پڑھ کر سنائی کیا آج ہمارے اختلافات قرآن وحدیث سے ختم نہیں ہو سکتے؟ یقیناً آج بھی اگر قرآن وحدیث پر عمل شروع کر دیا جائے تو تمام اختلافات کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

۲:۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد امتِ مسلمہ میں ایک اختلاف یہ واقع ہوا کہ رسول کریم ﷺ کو کس مقام پر دفن کیا جائے کسی نے کہا مسجد میں دفن کر دیا جائے کسی نے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کرنے کا مشورہ دیا مگر یہ اختلاف اس وقت دم توڑ گیا جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (فداہ ابی وامی) نے حدیثِ رسول اللہ ﷺ پڑھ کر سنائی۔ چنانچہ ممتاز تاریخ دان علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے غسل اور کفن سے فراغت کے بعد

واختلفوا أيدفن في مسجده او بيته.

"صحابہ کرام میں یہ اختلاف پڑ گیا کہ آپ کو مسجد میں دفن کیا جائے یا آپ کے گھر ہی میں دفن کر دیا جائے۔"

فقال ابوبکر سمعته ﷺ يقول ما قبض نبي الايدفن حيث قبض فرفع فراشه الذي قبض عليه و حفر له تحته.

[ابن خلدون ص ۲/۸۵۳، طبری ص ۲/۴۵۲، مختصر سیرت الرسول ص ۴۷۱، البدایہ والنھایہ ص ۵/۲۶۳، ابن سعد ص ۲/۳۳۱]

"تو اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نبی جہاں فوت کیا جاتا ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔ (اس حدیث کے سن لینے کے بعد) پھر آپ ﷺ کے بستر کو اٹھایا گیا اور اسی جگہ قبر کھودی گئی جس جگہ پر آپ فوت ہوئے تھے اور طبقات ابن سعد میں صاف الفاظ میں موجود ہے کہ جس جگہ پر نبی کی روح قبض کی جاتی ہے اسے وہاں ہی دفن کر دیا جاتا ہے۔"

یہ فرمان پیغمبر ﷺ کی ہی برکت ہے کہ صحابہ کرام کی زندگی میں جب بھی قرآن مجید کی کوئی آیت یا حدیث رسول اللہ ﷺ پیش کی گئی تو تمام اختلافات ھباء منثورا ہو گئے اور بغیر کسی چوں وچراں اور قیل وقال کے صرف قرآن مجید اور حدیث پر عمل کیا گیا۔

۳:۔ آپ کی وفات کے بعد اس وقت حالات انتہائی ناساز ہو گئے جب سقیفہ بنی ساعدہ میں جماعت انصار نے خلیفہ مقرر کرنے کے لئے اجلاس بلایا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہاں پر پہنچے وہاں خلافت کے مسئلہ پر اختلاف برپا تھا۔ انصار کہتے تھے کہ ہم اپنے میں سے سعد بن عبادہ کو امیر بنائیں گے

کیونکہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو جگہ دی آپ ﷺ کا ہر موقع پر ساتھ دیا اس لئے خلافت ہمارا (انصار کا) حق ہے۔ جبکہ مہاجرین کے اپنے دلائل تھے اس طرح کچھ لوگوں نے رسول ﷺ کی قربت کو دلیل بنا کر خلافت پر اپنا حق جتایا مگر اس شدید اختلاف میں جو اتنا شدید اختلاف تھا کہ اگر معاذ اللہ اس وقت خلافت کی وجہ سے صحابہ کرام جیسی نفوس قدسیہ میں اختلاف مستقل طور پر برقرار رہتا تو شائد آج ہم تک اسلام نہ ہی پہنچتا مگر اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انصار کی تعریف اور فضیلت میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش کئے اور پھر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

یا سعد ان رسول اللہ ﷺ قال و انت قاعد قریش ولاۃ ھذا الامر بر الناس تبع لبرھم و فاجرھم تبع لفاجرھم قال فقال سعد صدقت فنحن الوزراء و انتم الامراء.

[طبری ص ۲/۴۴۴، البدایہ والنھایہ ص ۵/۴۳۱]

"کہ اے سعد بیشک تم خود جانتے ہو کہ تمہاری موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ امارت (خلافت) کے حقدار قریش ہیں نیک لوگوں میں سے نیکوں کی اتباع کریں گے۔ اور بد۔ بد لوگوں کی اتباع کریں گے تو حضرت سعد نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا ہے لہذا اب ہونا یہ چاہئے کہ امیر تم ہو اور وزیر ہم ہوں۔"

یہ حدیث سن لینے کے بعد انصار کے نامزد امیر (خلیفہ) نے گویا خود ہی دستبردار ہونے کا اعلان کر دیا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا اس کے بعد پھر لوگوں نے بھی بیعت کی تو عرض کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ حدیث پیغمبر ﷺ کے آ جانے کے بعد پھر صحابہ کرام

اپنے تمام اختلافات کو ختم کر کے حدیث پر ہی عمل کرتے تھے اور پھر مجال ہے کہ کوئی ایک آدمی بھی (ہمارے مقلدین کی طرح) یہ کہے کہ حدیث تو ہے رسول کریم ﷺ کی مگر میرے خیال کے مطابق نہیں لہٰذا میں اس حدیث کو تسلیم نہیں کرتا (معاذ اللہ) یہ تو آج کے ہمارے یہ مقلد بھائی ہی اتنے دیدہ دلیر واقع ہوئے ہیں کہ اپنے مذہب کے خلاف حدیث صحیح معلوم ہو جانے کے باوجود حدیث کو ٹھکرا دیتے ہیں۔

۴:۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بن جانے کے بعد ایک اور اختلاف یہ ہوا کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا (سلام اللہ علیھا) نے اپنے باپ رسول اللہ ﷺ کی وراثت کا مطالبہ کر دیا کہ ہمیں ہمارے والد صاحب کی وراثت جو کہ باغ فدک اور خیبر کی زمین کی صورت میں ہے اس سے ہمیں حصہ دیا جائے اب یہ ایسا موقع تھا کہ اگر کوئی قابل قبول حل اس کا نہ ہوتا تو شائد رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں اور اہل حکومت کے تعلقات میں کوئی دراڑ پڑ جاتی مگر جب سیدہ فاطمۃ الزہرا ؓ نے نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس ؓ کے ساتھ آ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آپ کی وراثت میں سے حصے کا مطالبہ کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا نورث ما ترکنا صدقة انما یاکل ال محمد هذا المال قال ابوبکر واللہ لا ادع امرا رایت رسول اللہ ﷺ یصنعه فیه الا صنعته قال فهجرته فاطمة فلم تکلمه حتی ماتت.

[بخاری ص ۲/۵۵۹ کتاب الفرائض البدایہ والنہایہ ص ۵/۴۹۲]

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ہم (یعنی انبیاء) وارث نہیں بنائے جاتے ہم جو مال چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم جس طرح میں نے

اس مال میں رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے میں بھی اس طرح کروں گا
(اس حدیث کے سن لینے کے بعد) پھر حضرت فاطمہؓ نے ساری زندگی
ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس معاملے میں بات نہیں کی۔"

۵:۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں حضرت اسامہ بن زید کی قیادت میں ایک لشکر جنگ کے لئے روانہ کیا مگر وہ لشکر آپ ﷺ کی بیماری کی وجہ سے نہ جا سکا جب رسول اللہ ﷺ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو دوبارہ بھیجنے کا پروگرام بنایا تو کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعے یہ مشورہ دیا کہ حالات خراب ہیں کچھ لوگ تو ویسے ہی مرتد ہو گئے ہیں اور بھی بہت سے فتنے سر اٹھا رہے ہیں اس لئے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ ہی میں روک کر رکھنا چاہئے یا پھر کم از کم اسامہ کی جگہ کوئی بڑا تجربہ کار آدمی امیر لشکر مقرر کیا جائے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ پیغام لے کر خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے کھڑے ہوئے پھر بیٹھ گئے اور فرمایا:

لا اترک امر رسول اللہ ﷺ حتی اخرج او انفذہٗ.

[ابن خلدون ص۲/۸۵٦، طبری ص۲/۴٦۱، البدایہ والنہایہ ص٦/۱۱۴۱]

"یعنی میں رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو چھوڑ (تبدیل کر) نہیں سکتا میں ضرور لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کروں گا۔ بلکہ طبری میں تو یہ الفاظ بھی ہیں اگر میں یہ گمان بھی کروں کہ درندے مجھے چیر پھاڑ ڈالیں گے میں تب بھی اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر روانہ کروں گا۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب لوگوں نے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کو ملتوی کرنے کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہے یہ تبدیل نہیں ہو سکتا تو اس وقت تمام مختلف خیالات ایک ہو گئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی

قیادت و امارت میں وہ لشکر گیا اور پھر کامیاب واپس لوٹا اور پھر چشم فلک نے یہ نظارہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر عمل کرنے سے جو فوائد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا کیئے وہ دوسری صورت میں ممکن ہی نہیں تھے اور پھر صحابہ کرام جنگ احد میں یہ تلخ تجربہ کر چکے تھے کہ فرمان مصطفیٰ ﷺ کو چھوڑ کر رائے اور قیاس پر عمل کرنے سے کتنا عظیم نقصان ہوا تھا۔

قارئین تاریخ کی کتب ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں کہ امت مسلمہ میں اختلاف واقع ہوا۔ پھر قرآن و حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے تمام اختلاف ملیا میٹ ہو گئے۔ یہ تو صرف صحابہ کرام کے دور اول سے میں نے چند مثالیں بطور مثال و نمونہ پیش کی ہیں ورنہ صحابہ کا طویل دور پھر اس کے بعد بھی آج تک ہزاروں ایسے واقعات تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے سامنے آ سکتے ہیں۔

آیئے آخر میں پھر رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنیئے حضرت عرباض بن ساریہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے بڑا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا حتی کہ لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں کوئی وصیت فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

علیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعة وان عبدا حبشیا و سترون من بعدی اختلافا شدیدا فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهديين عضوا عليها بالنواجذ و اياكم والامور المحدثات فان كل بدعة ضلالة.

[ابن ماجہ ص ۵]

”کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اپنے امیر کی سمع و اطاعت کرنا اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور تم عنقریب میرے بعد بہت سخت اختلاف دیکھو گے تو (ان اختلافات کے وقت) میری اور میرے ہدایت یافتہ

خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا اسے اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوط پکڑنا اور اپنے آپ کو بدعات سے بچانا بیشک تمام بدعات گمراہی ہیں''

قارئین اس حدیث میں خاتم النبیین امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اختلافات کے وقت اپنی اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی ہے کیونکہ اختلافات کا حل ہی صرف اس بات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت (حدیث) پر عمل کیا جائے اور خلفائے راشدین کی سنت بھی یہ ہے کہ اختلافات کے وقت انہوں نے فیصلے قرآن وحدیث کی روشنی میں کئے ہیں جیسا کہ اوپر چند مثالیں گزر چکی ہیں اور پھر اس حدیث میں بدعات سے بچنے کا حکم بھی دیا گیا ہے اور گزشتہ اوراق میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ تقلید بھی بدعت ہے یہاں تفصیل بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

قارئین میں نے اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے چند مثالیں بیان کی ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جب بھی کسی مسئلہ میں اختلاف ہوا تو قرآن مجید اور حدیث رسول اللہ ﷺ آ جانے کے بعد وہ تمام اختلاف ختم ہو گیا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ پیش آیا کہ بیوہ عورت کی عدت کے بارے میں اختلاف واقع ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ دو عدتوں (وضع حمل یا چار مہینے دس دن) میں سے جو آخری عدت ہے حاملہ عورت وہ عدت گزارے گی یعنی ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا اور وہ عورت حاملہ ہے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مؤقف تھا کہ اگر چار مہینے دس دن پورے ہونے سے پہلے ہی اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو پھر وہ عورت چار مہینے دس دن عدت پوری کرے گی اور اگر چار مہینے دس دن تو مکمل ہو گئے مگر ابھی بچہ پیدا نہیں ہوا تو وہ عورت بچہ پیدا ہونے تک عدت گزارے گی۔ ادھر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ اگر حاملہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کی

عدت وضع حمل ہے خواہ وہ بچہ چار مہینے دس دن سے پہلے ہی پیدا ہو جائے یا بعد میں جب بھی بچہ پیدا ہو جائے گا اس عورت کی عدت ختم ہو جائے گی۔فقیہہ امت محمدیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے مؤقف کی تائید کی۔اس علمی مذاکرہ میں (جیسا کہ ترمذی کے الفاظ سے واضح ہے کہ وہ ایک مذاکرہ کی شکل تھی) صحابہ کرام کوئی فیصلہ نہ کر سکے آخر کار قاصد بھیج کر ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تو حضرت ام سلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی کہ حضرت سبیعہؓ کا خاوند فوت ہو گیا تو اس کے چند دن بعد ہی سبیعہ کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو نکاح کرنے کی اجازت دے دی (ترمذی ص ا/ ۲۲۶ ابواب الطلاق واللعان) وہ قاصد جب یہ سن کر صحابہ کرام کے پاس واپس پہنچا تو حدیث سنتے ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے مؤقف سے رجوع کر لیا اور حدیث رسول کو اپنا لیا۔رسول اللہ ﷺ کی حدیث معلوم ہوتے ہی تمام اختلاف ختم ہو گیا۔

قارئین آج بھی ہم صحابہ کرام کے طرز عمل کو اپناتے ہوئے حدیث رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کریں تو ہمارے بھی تمام اختلافات فوراً ختم ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم قرآن وحدیث کے چشمہ صافی سے سیراب ہونے کی بجائے ندی نالوں کی طرف ہی بھاگ دوڑ کرتے رہے تو نہ صرف یہ کہ ہمارے اختلافات ختم نہیں ہوں گے بلکہ یہ خلیج مزید وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جائے گی۔

آخر میں قارئین سے پھر عرض کروں گا کہ مذکورہ معروضات کی روشنی میں ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم فقہاء یا ائمہ دین کے دامن سے وابستہ ہونے کی بجائے صرف اور صرف امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو جائیں اور جونہی ہم کتاب وسنت پر عمل کریں گے کوئی وجہ نہیں کہ اختلافات کے مرض سے شفایاب نہ ہوں۔اب تک اختلافات ختم نہ ہونے کی محض یہ وجہ ہے کہ ہم نے مرض کا

علاج تشخیص کے مطابق نہیں کیا کتاب وسنت کو چھوڑ کر ہم آراء الرجال کو اپنی دوا سمجھتے رہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آؤ! کتاب وسنت پر عمل کرکے اختلافات کے مرض سے چھٹکارا پائیں۔

نہ شاخ گل ہی اونچی ہے نہ دیوار چمن بلبل
تیری ہمت کی پستی ہے تیری کوشش کی کوتاہی



خاتمہ کتاب

رسول اللہ ﷺ کی زندگی مبارک میں ہی اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾

''کہ میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔''

اور پھر رسول اللہ ﷺ نے بھی اعلان کر دیا کہ جب تک قرآن وحدیث پر عمل پیرا رہو گے اس وقت تک گمراہ نہیں ہو گے۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ قارئین کرام تقلید کا نہ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے اور نہ ہی اس نامراد مرض کہ جس نے ہر طرف اختلاف برپا کر دیا کا وجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں تھا اس لئے تقلید کا کسی طور بھی اسلام میں جواز نہیں چہ جائیکہ اس کو اسلام کا حصہ بلکہ عین اسلام قرار دے دیا جائے۔

آپ گزشتہ اوراق پر دوبارہ نگاہ دوڑائیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا تقلید اس دنیا میں باعزت زندگی گزارنے کی ضمانت مہیا کر سکتی ہے اور کیا قیامت کے دن تقلید نجات کا سبب بھی بنے گی؟ میں نے جو گزشتہ اوراق میں عرض کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ تقلید سے دنیا میں امن کی فضا قائم نہیں رہ سکتی بلکہ یہ امت کو اختلافات کے مہلک گڑھے میں دھکیلنے کا سبب بنی ہے میں نے تو صرف حدیث اور فقہ حنفی کا تقابلی جائزہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے اور وہ بھی صرف ان مسائل میں جو عام طور پر روزمرہ پیش آتے رہتے ہیں ورنہ فقہ حنفی میں ایسے بکثرت حیا سوز مسائل موجود ہیں کہ جنہیں کوئی شریعت ہدائت کا متلاشی۔ باحیاء انسان تو درکنار کوئی حنفی بھی سننے پڑھنے کے لئے تیار نہیں میں بھی اس وقت سینے پر حوصلے کا بھاری پتھر رکھ کر ان سے صرف نظر کرتا ہوں اگر ضرورت پڑی تو پھر کسی موقع پر قارئین کو ان مسائل کی ہلکی سی جھلک دکھا دی جائے گی۔ قارئین جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ قیامت کے دن

نجات کا دارومدار تو صرف قرآن وحدیث پر عمل کرنے پر ہے اس لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ یہ کوشش کرنا ہوگی ہماری زندگی کا ہر عمل مثلاً عقیدہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، طلاق، لین دین، کاروبار، تجارت الغرض ہر ایک عمل قرآن وحدیث کے مطابق ہونا چاہئے تبھی نجات ممکن ہوگی اور اگر ہم نے معاذ اللہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر کسی کی رائے اور قیاس کو دین بنایا تو پھر نجات تو درکنار جہنم ہمارا مقدر بن جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلُ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى...... الخ

''کہ جس شخص نے بھی حق واضح ہو جانے کے بعد پھر رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔''

(اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل وکرم سے اس سے محفوظ فرمائے۔ آمین)

اس لئے برادران اسلام اگر ہم دنیا میں عزت کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں اور قیامت کے دن نجات کے امیدوار ہیں تو پھر ہمیں تقلید جیسی گمراہی اور شرک و بدعت کو چھوڑ کر صرف اور صرف قرآن وحدیث پر عمل کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین یا الٰہ العالمین)

حنفی دوستوں سے ایک اپیل

میرے عام حنفی بھائیو! میں سمجھتا ہوں کہ آپ فقہ حنفی کے علم سے بالکل کورے ہیں اسی لئے آپ ان بڑے بڑے نام نہاد شیخ الحدیث اور بزعم خویش مفتیان کرام کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں اور آپ نے ان حنفی بزرجمہروں سے صرف یہ ہی سن رکھا ہے کہ مسلمان بننے کے لئے تقلید بڑی ضروری ہے۔ اس لئے آپ اپنی سادہ لوحی کی بناء پر ان کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ چند مسائل آپ کے سامنے رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے وہ جانتا ہے کہ میں نے جو یہ تھوڑی سی کوشش و

کاوش (اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے قبول فرمائے۔آمین) کی ہے صرف ان سادہ لوح حنفی بھائیوں کی خیر خواہی کے لئے کی ہے جو نادانستہ طور پر قرآن وحدیث کے مقابلہ میں آراء الرجال پر عمل پیرا ہیں۔اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے ان بھائیوں کو فقہ حنفی کے متعلق پوری طرح معلومات نہ ہونے کی وجہ سے قرآن وحدیث کو چھوڑ کر اس کے خلاف فقہ حنفی پر عمل کر رہے ہیں ان کو اس بات سے آگاہ کر دیا جائے کہ جس فقہ کے متعلق یہ باور کرایا جاتا ہے کہ یہ قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے مغز اور عطر ہے اس کا بیشتر حصہ قرآن وحدیث کے متعارض اور متصادم ہے۔اسی نقطہ نگاہ سے میں نے یہ چند مسائل جو فقہ حنفی کے حدیث کے خلاف ہیں آپ کے سامنے حدیث اور فقہ کی عبارات مع مکمل حوالہ جات نقل کر دی ہیں تاکہ آپ کو سمجھنے میں آسانی رہے۔اب میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ خدارا خالی الذہن ہو کر تعصب سے ہٹ کر اور خالصتاً حق کی تلاش کے ارادے اور نیت سے اس کو پڑھیں اور خود فیصلہ فرمائیں کہ کیا فقہ حنفی واقعی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے یا معاملہ اس کے برعکس ہے مجھے یہ امید ضرور ہے کہ حق کے متلاشی اس صورت حال کو جان کر تقلید کی سد سکندری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قرآن وحدیث پر عمل پیرا ہوں گے۔میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن فرما کر تقلیدی پگڈنڈیوں سے محفوظ فرمائے (آمین یارب العالمین)

اس کتاب کی تکمیل پر میں اللہ تعالیٰ کی ذات سبوح وقدوس کا جس قدر بھی شکریہ ادا کروں اس قدر کم ہے۔

ولو ان لی فی کل منبت شعر

لساناً لما استوفیت واجب حمدہٖ

ناانصافی ہوگی اگر میں کتاب کے اختتام پر ان اساتذہ کرام، علمائے کرام

اور دوست واحباب کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اس کتاب کی تالیف میں میری رہنمائی فرمائی کہ کچھ احباب نے کتب مہیا کیں اور کچھ احباب نے علمی تعاون کیا۔ خصوصاً استاذ المکرم شیخ التفسیر والحدیث حافظ محمد الیاس صاحب اثری شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب گوندلوی (مصنف کتب کثیرہ) محترم مولانا ذوالفقار علی[1] صاحب لائبریرین جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ اور محمد اشرف[2] صاحب لائبریرین درایت محمدی لائبریری بیگم کوٹ کا شکرگزار ہوں کہ جنہوں نے فراہمی کتب اور مشورے سے راقم کو نوازا اور برادرم ابوعبدالرحمٰن سلفی آف گوجرانوالہ کا کہ جن کی پرخلوص جدوجہد سے یہ کتاب منظر عام پر آئی۔

اللہ تعالیٰ ان احباب اور دوسرے ان تمام بزرگوں' ساتھیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے کسی بھی انداز میں عاجز کی امداد اور حوصلہ افزائی فرمائی اللہ تعالیٰ ہم سب کے لئے ذریعہ نجات اور ہدایت کا سامان بنائے۔

(آمین یا الہ العالمین)

آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

---

[1] حال، شیخ الحدیث ابوہریرہ اکیڈمی لاہور۔

[2] یہ بھائی جوانی کی عمر میں ہی ایک حادثہ میں شدید زخمی ہو کر فوت ہو گئے ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) مرحوم انتہائی متقی، پرہیزگار، ملنسار اور متحرک نوجوان تھے اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین)۔

تقریظ

فضیلۃ الشیخ، حضرت العلام، شیخ الحدیث **حافظ عبدالعزیز علوی** حفظہ اللہ ﴿جامعہ سلفیہ فیصل آباد﴾

یہ کائنات' یہ عالم رنگ و بو اور یہ کارگاہِ حیات دارالعمل اور امتحان گاہ ہے۔ جس میں انسان کو اس کے امتحان کے جائزے اور جانچ پڑتال کے لیے بھیجا گیا ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (سورۃ ہود:۷)

یعنی اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ پیریڈوں میں بنایا اور اس کا عرش (اس وقت) پانی پر تھا تاکہ تمہارا جائزہ لے تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے بہتر کون ہے اور انسان کی زندگی یا مدت حیات امتحان کا وقت ہے۔

مدت حیات ختم ہوتے ہی محاسبہ اور نتیجہ امتحان کا آغاز ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (سورۃ الملک:۲)

''اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔''

اور انسان کی زندگی میں پیش آمدہ تمام امور اور زندگی کا ہر شعبہ اور گوشہ اور سامانِ حیات وہ امتحانی پرچہ ہے جسے انسان حل کر رہا ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (سورۃ کہف:۷)

''جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کی آرائش وزیبائش بنایا ہے تاکہ لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔''

اور احسن اور اچھا عمل ہی انسان کی تخلیق و پیدائش کا مقصود و مطلوب ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کا نام ہے، فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (سورۃ الذاریات:۵۶)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی (اطاعت فرمانبرداری) کریں۔''

امتحان میں کامیاب و کامران ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو صلاحیت و استعداد بخشی ہے اور اس کو فطرت سلیمہ پر پیدا کیا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی راہ پر چل سکے، فرمایا:

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفاً فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ (سورۃ الروم:۳۰)

''تم یکسو ہو کر اپنا رخ دین (اللہ کے ضابطہ حیات) پر جما دو (اس طرح) اس فطرت کی پابندی کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔''

اسی فطرتِ سلیمہ کا اثر ہے کہ انسان بدی اور نیکی کو سمجھتا ہے اور حق اور باطل، صحیح اور غلط میں (اپنے ضمیر اور عقل سے) امتیاز کر لیتا ہے، فرمایا:

﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ (سورۃ شمس:۸)

''پھر اس کو بدی اور پرہیزگاری کی سمجھ دی (تاکہ بدی سے بچے اور نیکی اختیار کرے۔)''

اور امتحان و آزمائش میں کامیابی و کامرانی حاصل کر کے فوز و فلاح اور سعادت و خوش بختی سے ہمکنار ہونے کے لیے انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے دین و شریعت کا سلسلہ شروع فرمایا تا کہ آسمانی دین کی صورت میں جو ضابطہ حیات اور دستور زندگی ہے اس پر عمل پیرا ہو کر کامرانی کی راہ میں حائل ہونے والوں کی رکاوٹوں کو سر کر لیں کیونکہ ان کے بغیر انسان کی صلاحیت اور استعداد، قابلیت ولیاقت کو جلا اور روشنی نہیں مل سکتی اور ان کی نشوونما اور تعمیر و تشکیل نہیں ہو سکتی جیسا کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے:

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (الاعراف:۳۵)

"اے اولاد آدم! جب تمہارے پیغمبر تمہارے پاس آئیں اور ہماری آیات تمہیں سنائیں تو جو شخص ان کی مخالفت سے بچا اور ان کی پیروی کر کے اپنے حالات کو درست رکھا تو ایسے لوگوں کو (ناکامی کا) ڈر نہیں ہوگا اور نہ وہ (اپنے کیے پر) غمزدہ ہوں گے۔"

اسی لیے جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے منبع و مصدر آدم علیہ السلام کو دنیا میں اتارا تو فرمایا:

﴿قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ (طٰہٰ آیت:۱۲۳، ۱۲۴)

"تم دونوں (آدم و ابلیس) یہاں سے نیچے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت و رہنمائی آئے تو جو میری ہدایت و رہنمائی پر چلے گا وہ نہ راہ راست سے ہٹے گا اور نہ اپنے مقصد میں ناکام و نامراد ہوگا اور جو میری یاد دہانی سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ (وہ منزل حیات تک نہ پہنچ سکے گا)

تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں:

﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ ”تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا۔“

اور ابلیس جو انسان کا عدو مبین، کھلا دشمن ہے، فرمایا:

﴿فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا﴾ ”تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔“

اس کے شر و فساد سے محفوظ رہنے کے لیے انسانوں کے مصدر و سر چشمہ کو نبوت کے شرف سے نوازا، فرمایا:

﴿ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى﴾ (طٰہٰ آیت ۱۲۲)

”پھر ان کے پروردگار نے ان کو منتخب فرمایا' ان پر نظر رحمت فرمائی اور سیدھی راہ دکھائی۔“

اس طرح اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی دنیا میں آمد کے ساتھ ہی ان کو ہدایت و رہنمائی کے لیے نبوت سے نوازا اور انہیں زندگی گزارنے کے مادی (زمینی) اور روحانی (آسمانی) اسباب و ذرائع مہیا فرمائے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ آسمانی ہدایت کا سلسلہ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرما دیا اور اس کے جاری و ساری رکھنے کے لیے علمائے دین کو آپ کا وارث ٹھہرایا۔ (اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ)

اب آپ کا دین آپ کے بعد علماء لوگوں تک پہنچاتے رہیں گے اور یہ علماء کی ذمہ داری اور فرض ہے کہ وہ دین کو بلا کم و کاست لوگوں تک پہنچائیں۔ آپ نے حجۃ الوداع کے

موقع پر تمام حاضرین سے مخاطب ہوتے ہوئے تین دفعہ فرمایا: ﴿هَلْ بَلَّغْتُ﴾ ”کیا میں نے تم تک دین پہنچا دیا......؟“

اور پھر فرمایا: ﴿فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ﴾ ”جو موجود ہیں وہ غیر موجود تک میرا پیغام پہنچا دیں“۔ اس طرح ہر ایک کو اپنی علمی سطح تک دین آگے پہنچانے کا ذمہ دار ٹھہرا دیا اور یہ فریضہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے اپنی پوری وسعت و طاقت صرف کر کے سرانجام دیا اور لوگوں نے اپنے اپنے وقت میں بلا کسی قسم کی تقسیم و تفریق یا تخصیص کے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین سے دین سیکھا۔ لیکن بدقسمتی سے اس کے بعد دوسری صدی ہجری کے بعد تقلید کا بیج بویا گیا جس نے آہستہ آہستہ نشو ونما پائی اور چوتھی صدی ہجری میں آ کر یہ ایک تناور درخت بن گیا اور لوگ تقلید کے آہنی شکنجے میں جکڑے گئے۔

جس کے نتیجے میں آئمہ اربعہ کی تقلید زور پکڑ گئی اور عوام کی اکثریت اسی بند میں بندھ گئی جس کا خطرناک، تباہ کن اور مضر رساں یہ اثر نکلا کہ باہمی تعصب و عداوت نے زور پکڑ لیا اور اپنے سے اختلاف رکھنے والوں کے ساتھ جنگ و جدل، اختلافی مسائل کی بحثوں میں غلو، حتیٰ کہ علم و تحقیق کا سارا زور اور بحث و تمحیص کی طاقت اور عمر عزیز کے اوقات انہیں بحثوں کی نذر ہونے لگے اور فرقہ بازی بلکہ فرقہ سازی عروج کو پہنچ گئی اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اگرچہ ایمان و اسلام کے بنیادی اور قطعی اجتماعی مسائل مجروح ہو رہے ہیں، کفر والحاد دنیا میں پھیل رہا ہے، لیکن مسلمان تقلیدی تعصب، غلو اور جمود میں غرق ہو کر افتراق و انتشار، تفرق و تشتت، باہمی جنگ و جدل، بحث و مناظرہ اور ایک دوسرے کے تمسخر و استہزا میں مصروف ہیں۔ کیونکہ تقلید شخصی کے خمیر میں یہ داخل ہے کہ اپنی محبوب شخصیت کے سوا کسی کی بات تسلیم نہ کی جائے اور انسان کی فطرت بھی یہی ہے کہ وہ جس سے عقیدت و محبت رکھتا ہے، اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے حوالے کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس فطرت کا

لحاظ رکھتے ہوئے انبیاء ورسل کا سلسلہ شروع فرمایا تھا تاکہ اپنے اپنے وقت کا نبی اور رسول انسانوں کی عقیدت ومحبت کا مرجع اور مرکز ومحور رہے۔

اب یہ کام آخری پیغمبر ورسول کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے کہ وہی مسلمانوں کی عقیدت ومحبت کا مرکز ومحور رہے اور اسی کا قول وفعل معیار حق ہے، اس کے سوا کسی شخصیت کا خواہ وہ کسی درجہ کے علم وعمل سے متصف ہو' حتیٰ کہ وہ اگر عشرہ مبشرہ سے ہو یا خلفائے راشدین سے' بلکہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کیوں نہ ہو' وہ معیار حق نہیں ہے اور شخصی طور پر ان کی بات کو آنکھ بند کر کے تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن تقلید شخصی کی زنجیر کو جو ایک آہنی زنجیر اور زبردست شکنجہ ہے' قابل فخر سمجھ لیا گیا ہے اور اس کے مقابلے میں عدم تقلید کو ایک قابل نفرت چیز سمجھا جاتا ہے' اس لیے تقلید کے شکنجے میں جکڑے ہوئے اہل علم جو لوگ تقلید کے پٹے کو اپنے گلے کا ہار نہیں بناتے' ان کے خلاف اشتعال انگیز' نفرت خیز رسائل و کتب لکھتے رہتے ہیں جن میں اہل حدیث کو غیر مقلد ہونے کا طعنہ دے کر انتہائی غلیظ اور تند وتیز القاب سے نوازتے ہیں اور جواب میں اہلحدیث اہل علم کو بھی مجبوراً قلم اٹھانا پڑتا ہے۔

کیونکہ اپنا دفاع انسان کی طبعی مجبوری ہے۔ وہ اپنے خلاف دشنام طرازی پر چپ نہیں رہ سکتا۔ اس مجبوری کے تحت ہمارے فاضل دوست، جو ایک بہترین مدرس' ایک مقبول خطیب ومناظر اور صاحب قلم وقرطاس ہیں، انہوں نے جذبہ ہمدردی اور خیر خواہی کے تحت مقلدین حضرات کو آئینہ دکھایا ہے، تاکہ وہ اس میں اپنا مکروہ چہرہ دیکھ لیں اور اس کو کتاب و سنت کی روشنی سے دیکھ کر خوبصورت اور خوشنما اور اجلا بنالیں۔

چونکہ وہ بنیادی طور پر ایک مقلد خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور تقلیدی شکنجے سے بڑے کٹھن مراحل سے گزر کر آزاد ہوئے ہیں، اس لیے گویا گھر کے بھیدی ہیں۔ اس لیے ان کے جذبات میں کچھ تیزی ہے جو ان کی ایک طبعی مجبوری ہے' وہ جن حالات سے گزرے

ہیں' ان کو بھلا کر الگ نہیں کر سکتے۔ اس لیے انہوں نے یہ کتاب ایک چبھتے ہوئے نام سے تحریر کی ہے اور کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا، جس کا پہلا حصہ سب سے طویل ہے۔ چونکہ کتاب کا نام ہے ''احناف کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف'' اس لیے پہلے حصے میں اس اختلاف کی اساس و بنیاد کو بیان کیا ہے جو تقلید شخصی ہے۔ جس کے تحت تقلید کی لغوی واصطلاحی تعریف' تقلید و اتباع میں فرق و امتیاز' مقلد کی تعریف اور اس کا مقام و شان' تاریخ تقلید' تقلید کی شرعی حیثیت' تقلید کے اثبات کے لیے پیش کردہ دلائل کے تجزیہ و تبصرہ پر مشتمل ہے۔

تقلید کی تردید کے لیے مختلف اہل علم خصوصاً ائمہ احناف کے اقوال پیش کیے ہیں۔ تقلید خیر القرون کے بعد پیدا ہوئی ہے' اس لیے شرک فی الرسالت کے ساتھ بدعت بھی ہے۔ اس لیے بدعت کو بھی موضوع سخن بنایا ہے اور اس سلسلہ میں بدعت کی لغوی و اصطلاحی تعریف اور قرآن و سنت' اقوال صحابہ و تابعین اور آئمہ اربعہ اور علمائے امت کے اقوال کی روشنی میں اس کی تردید کی ہے۔

اس کے بعد نتائج تقلید، یعنی اس کے نقصانات کو تفصیلاً بیان کیا ہے، مثلاً: قرآن میں لفظی و معنوی تحریف' احادیث وضع کرنا، قرآن و حدیث کی غلط تاویل اور حدیث رد کرنے کے لیے اصول گھڑنا' توہین صحابہ' غلو' تعصب' جمود وغیرہ۔

دوسرے حصے میں ان مسائل کی نشاندہی کی ہے، جن میں احناف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے، ان مسائل کا تعلق' ایمان' طہارت' عبادات' معاملات' یعنی بیع و شراء' نکاح و طلاق' شہادت اور جرم و سزا سے ہے، اس طرح زندگی میں عمومی طور پر پیش آنے والے ایک سو بیس ۱۲۰' مسائل کا بطور نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باحوالہ اختلاف بیان کیا ہے اور آخر میں تیسرے حصے میں، جو چند صفحات پر مشتمل ہے' وحدت

امت ،یعنی امت میں ہم آہنگی' اتحاد و یگانگت اور پیار و الفت پیدا کرنے کے لیے اختلافی مسائل کے حل کا نسخہ کیمیا نقل کیا ہے کہ تمام اختلافی مسائل میں معیار حق وصداقت قرآن و سنت کو مان لیا جائے اور جو اس کسوٹی اور ترازو پر پورا نہ اترتا ہو اس کو ترک کر دیا جائے کیونکہ صحابہ کرام جو امت کا جوہر اور معیار حق ہیں:

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (البقرہ:۱۳۷)

" اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں' جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو یہ راہ یاب ہو گئے۔" اوران کا طرزِ عمل یہی تھا کہ وہ اختلاف کی صورت میں قرآن وسنت کو ہی کسوٹی بناتے اور اس کے مطابق اختلاف دور کر لیتے تھے۔

مصنف نے جس دل سوزی اور جذبہ خیر خواہی کے تحت یہ کتاب لکھی ہے' اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اوران کی تحریر کو ان کے نامہ اعمال میں درج فرما کر میزان عمل کے ثقل کا باعث بنائے اور اپنے دین حنیف کی مزید خدمت کی توفیق دے۔ آمین۔

عبدالعزیز علوی

۹۔محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

8-فروری 2006ء

مصادر و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	قرآن مجید	تنزیل من رب العالمین
۲	اشرف الحواشی	مفتی عبدہ الفلاح رحمہ اللہ
۳	تفسیر کبیر	امام فخر الرازی
۴	تفسیر روح المعانی	علامہ سید محمود آلوسی
۵	تفسیر جامع البیان	محمد بن عبد الرحمٰن الحسن الشافعی
۶	تفسیر ابن کثیر	امام اسماعیل بن کثیر دمشقی
۷	تفسیر فتح القدیر	قاضی محمد بن علی شوکانی
۸	تفسیر جلالین	جلال الدین سیوطی۔ جلال الدین محلی
۹	تفسیر غرائب القرآن (نیشاپوری)	نظام الدین حسن بن محمد قمی
۱۰	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی
۱۱	تفسیر فتح العزیز	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
۱۲	صحیح بخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری
۱۳	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج القشیری
۱۴	سنن ابی داؤد	امام سلیمان بن اشعث سجستانی
۱۵	جامع ترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذی
۱۶	سنن نسائی	امام احمد بن شعیب نسائی
۱۷	سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید
۱۸	دارمی	امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی
۱۹	مشکوٰۃ	امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ تبریزی
۲۰	مسند الحمیدی	امام عبد اللہ بن زبیر الحمیدی
۲۱	موطا امام مالک	امام مالک بن انس بن مالک

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۲۲	مسند احمد	امام احمد بن حنبل
۲۳	سنن کبریٰ بیہقی	امام ابی بکر احمد بن حسین بن علی البیہقی
۲۴	دار قطنی	الامام الکبیر علی بن عمر الدار قطنی
۲۵	مستدرک حاکم	ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف الحاکم
۲۶	ابن حبان	علاء الدین علی بن بلبان الفارسی
۲۷	صحیح ابن خزیمہ	ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ السلمی النیساپوری
۲۸	عمدۃ القاری	ابو محمد محمود بن احمد العینی حنفی
۲۹	مرعاۃ المفاتیح	علامہ عبداللہ بن عبدالسلام مبارک پوری
۳۰	مرقاۃ شرح مشکوۃ	علی بن سلطان محمد القاری رحمت باری
۳۱	عون المعبور شرح ابی داوٗد	علامہ شمس الحق عظیم آبادی
۳۲	بلوغ المرام	حافظ ابن حجر عسقلانی
۳۳	اربعین للنووی	عبداللہ بن صالح الحسن نووی
۳۴	مجمع الزوائد	حافظ نورالدین ہیثمی
۳۵	معانی الآثار للطحاوی	ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الازدی الطحاوی
۳۶	مصنف ابن ابی شیبہ	امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ
۳۷	تحفۃ الاشراف	یوسف بن زکی عبدالرحمٰن بن یوسف المزی
۳۸	سلسلہ احادیث ضعیفہ	علامہ ناصر الدین البانیؒ
۳۹	موطا امام محمد	محمد بن حسن الشیبانی
۴۰	تقریر ترمذی	مولانا محمود الحسن دیوبندی
۴۱	الشفاء	قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی
۴۲	جامع بیان العلم	حافظ ابو یوسف ابن عبدالبر
۴۳	ایقاظ ھمم اولی الابصار	امام صالح بن محمد عمر الفلانی
۴۴	الارشاد الی سبیل الرشاد	مولانا محمد شاہ جہان پوری
۴۵	تلبیس ابلیس	امام ابن قیم جوزیہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۴۶	الاحکام فی اصول الاحکام	حافظ ابن حزم ظاہری
۴۷	القول المفید (اردو)	امام محمد بن علی شوکانی
۴۸	حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۴۹	عقد الجید	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۵۰	اعلام الموقعین	امام ابن قیم جوزیہ
۵۱	ارشاد الفحول	قاضی محمد بن علی شوکانی
۵۲	مسلم الثبوت	قاضی محب اللہ
۵۳	المستصفیٰ	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی
۵۴	شرح تلویح علی التوضیح	علامہ مسعود بن عمر تفتازانی
۵۵	جمع الجوامع	امام تاج الدین سبکی
۵۶	حقیقۃ الفقہ	حافظ محمد یوسف جے پوری
۵۷	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومی
۵۸	مقلدین آئمہ کی عدالت میں	مولانا محمد یحییٰ گوندلوی
۵۹	میزان شعرانی	امام عبدالوہاب شعرانی
۶۰	میزان الاعتدال	امام ذہبی
۶۱	المنجد	لوئیس معلوف
۶۲	غیاث اللغات	مولانا غیاث الملۃ والدین
۶۳	لسان العرب	علامہ ابن منظور
۶۴	تذکرۃ الرشید	مولانا عاشق الٰہی میرٹھی
۶۵	عمدۃ الرعایہ	علامہ عبدالحئی لکھنوی
۶۶	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی
۶۷	معیار الحق	سید نذیر حسین محدث دہلوی
۶۸	طریق محمدی	حافظ محمد بن ابراہیم جوناگڑھی
۶۹	الفوز الکبیر	شاہ ولی اللہ دہلوی
۷۰	مبسوط سرخسی	علامہ شمس الدین سرخسی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۷۱	اصول الکرخی	ابوالحسن الکرخی
۷۲	تقلید کی شرعی حیثیت	مولانا تقی عثمانی
۷۳	وحدت امت	مفتی محمد شفیع
۷۴	مختصر المؤمل	علامہ عبدالرحمٰن بن اسماعیل دمشقی
۷۵	قصیدہ نونیہ	حافظ ابن قیم جوزیہ
۷۶	ردالمحتار علی درالمختار	ابن عابدین شامی
۷۷	فتاویٰ عالمگیری	الشیخ نظام
۷۸	ہدایہ	علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی
۷۹	قدوری	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری
۸۰	منیۃ المصلی	الحاج محمد عبدالقیوم
۸۱	شرح وقایہ	محمد عبدالعلی المدراسی
۸۲	ایضاح الادلہ	مولانا محمود الحسن دیوبندی
۸۳	بوستان	شیخ سعدی شیرازی
۸۴	فتاویٰ نذیریہ	سید نذیر حسین دہلوی
۸۵	تنویر العینین	شاہ اسماعیل شہید
۸۶	تاریخ الخلفاء	حافظ جلال الدین سیوطی
۸۷	مختصر سیرت الرسول	امام عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب
۸۸	فتوح الغیب	پیر عبدالقادر جیلانی
۸۹	اہل حدیث کا خلفاء راشدین سے اختلاف	مولانا محمد پالن حقانی
۹۰	شرح فقہ اکبر	ملاں علی قاری حنفی
۹۱	مصباح اللغات	ابوالفضل عبدالحفیظ
۹۲	مقدمہ عمدۃ الرعایۃ	مولانا عبدالحئی حنفی لکھنوی
۹۳	لسان المیزان	احمد بن علی بن حجر العسقلانی
۹۴	صراط مستقیم	سید احمد شہید

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۹۵	ازالۃ الرین	قاضی نور محمد
۹۶	نتائج التقلید	حکیم مولانا محمد اشرف سندھو
۹۷	حسامی مع شرح النامی	حسام الدین محمد بن محمد عمر
۹۸	نور الانوار	شیخ احمد المعروف ملا جیون
۹۹	اصول شاشی	نظام الدین الشاشی
۱۰۰	سیرت نعمان	علامہ شبلی نعمانی
۱۰۱	سیرت ائمہ اربعہ	قاضی اطہر مبارکپوری
۱۰۲	امام الکلام	مولانا عبد الحیٔ لکھنوی
۱۰۳	بریلویت	علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ
۱۰۴	وصایا شریف	حسنین رضا
۱۰۵	هل المسلم ملزم باتباع مذهب معين من المذاهب الاربعه	علامہ محمد سلطان معصومی
۱۰۶	نماز نبوی (اردو)	علامہ ناصر الدین البانی
۱۰۷	مسند اعظم	محمود بن محمد
۱۰۸	الرفع والتکمیل	مولانا عبد الحیٔ لکھنوی
۱۰۹	تدریب الراوی	جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر
۱۱۰	نور الایضاح	علامہ حسن الوفائی الشرنبلالی
۱۱۱	فتاویٰ قاضی خان	علامہ فخر الدین حسن الوفائی الشرنبلالی
۱۱۲	چلپی حاشیہ شرح وقایہ	علامہ یوسف بن جنید
۱۱۳	الظفر المبین	مولانا محمد ابو الحسن سیالکوٹی
۱۱۴	البدایہ والنہایہ	عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی
۱۱۵	ابن خلدون	علامہ عبد الرحمٰن ابن خلدون المغربی
۱۱۶	تاریخ طبری	ابو جعفر محمد بن جریر طبری
۱۱۷	طبقات ابن سعد	ابن سعد۔ زیاد محمد نصور